

بروز جمعہ، نماز جمعہ و ظہر

کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق

مخصوص حالات و اعذار میں، مساجد وغیر مساجد میں قیام جمعہ کا حکم
اذن عام اور بعض دوسری اہم مباحث پر کلام
جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھنے اور اس کی جماعت کا حکم
اس سلسلے میں فقہائے کرام اور مجتہدین عظام کے اقوال پر ایک نظر
مسئلہ ہذا سے متعلق بعض عصری تحریرات و فتاویٰ کا علمی و تحقیقی جائزہ
نماز جمعہ کا سہل اور آسان طریقہ
نماز جمعہ اور خطبہ جمعہ سے متعلق چند اہم مسائل
گھر جمعہ سے متعلق دارالعلوم دیوبند، بنوری ٹاؤن وغیرہ کے چند فتاویٰ

مؤلف و مرتب

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

فہرست

صفحہ نمبر

مضامین



6	تمہید (من جانب مؤلف)
7	بروز جمعہ، نماز جمعہ و ظہر کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق
//	سوال
11	جواب
28	”امداد الاحکام“ کا حوالہ
50	”کتابُ الأصل“ اور ”الجامعُ الصغیر“ کا حوالہ
56	”المبسوط للسرخسی“ کا حوالہ
58	”المحیطُ البرہانی“ کا حوالہ
60	”مختصرُ القدوری“ کا حوالہ
61	”التجرید للقدوری“ کا حوالہ
63	”المختار“ کا حوالہ
64	”الإختیار لتعلیل المختار“ کا حوالہ
65	”کتابُ التجنیس والمزید“ کا حوالہ
67	”الهدایة فی شرح بدایة المبتدی“ کا حوالہ

69	”فتح القدير“ کا حوالہ
73	”البنایة شرحُ الهدایة“ کا حوالہ
74	”بدائع الصنائع“ کا حوالہ
76	”کنزُ الدقائق“ کا حوالہ
//	”شرحُ العینی علی الكنز“ کا حوالہ
77	”تبيينُ الحقائق علی الكنز“ کا حوالہ
78	”البحرُ الرائق“ کا حوالہ
80	”البحرُ الرائق ومنحةُ الخالق“ کا حوالہ
84	”مجمعُ الأنهر“ کا حوالہ
//	”النهرُ الفائق“ کا حوالہ
85	”الفتاویٰ الہندیة“ کا حوالہ
86	”الفتاویٰ البزازیة“ کا حوالہ
87	”فتاویٰ قاضیخان“ کا حوالہ
88	”اللباب فی شرح کتاب“ کا حوالہ
89	”الفتاویٰ التاتار خانیة“ کا حوالہ
90	”مراقی الفلاح“ کا حوالہ
91	”حاشیة الطحطاوی علی مراقی“ کا حوالہ
93	”منیة المصلی“ کا حوالہ
//	”خلاصةُ الفتاوی“ کا حوالہ
95	”الدرُّ المختار“ کا حوالہ

96	”حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار“ کا حوالہ
97	”رد المحتار“ کا حوالہ
103	”شرح النقایۃ لملا علی القاری“ کا حوالہ
104	”غمز عیون البصائر“ کا حوالہ
106	”قہستانی“ کا حوالہ
108	”مختصر الکافی“ کا حوالہ
109	”جامع المضمورات“ کا حوالہ
111	”احسن الفتاویٰ“ کا حوالہ
115	تقلیل جماعت کے شبہ کا ازالہ
122	آئندہ کے لیے مفسدہ لازم آنے کے شبہ کا ازالہ
124	”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ کا حوالہ
125	”فتاویٰ محمودیہ“ کا حوالہ
131	مذکورہ تفصیل کا خلاصہ اور اقوال فقہاء پر ایک نظر
136	مسئلہ ”احتیاط الظہر“
145	”الأوسط لابن المنذر“ کا حوالہ
146	”المجموع شرح المہذب“ کا حوالہ
148	”أسنی المطالب فی شرح روض الطالب“ کا حوالہ
149	”المغنی لابن قدامة“ کا حوالہ
150	”التعلیق الكبير للفراء الحنبلی“ کا حوالہ
153	”الکافی فی فقہ أهل المدینة“ کا حوالہ

153	”حاشیۃ الصاوی“ کا حوالہ
155	علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی کا حوالہ
162	خلاصہ کلام
166	(ضمیمہ) گھروں وغیرہ میں نماز جمعہ کا آسان طریقہ
170	جمعہ اور اس کے خطبہ سے متعلق چند مسائل
182	(ضمیمہ ثانیہ) گھروں وغیرہ میں جمعہ سے متعلق ”دارالعلوم دیوبند“ کا فتویٰ
188	”دارالعلوم دیوبند“ کا ایک اور فتویٰ
193	”دارالعلوم دیوبند“ کا تیسرا فتویٰ
194	جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کا فتویٰ
195	جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کا دوسرا فتویٰ
197	جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کا تیسرا فتویٰ
199	جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کا چوتھا فتویٰ
200	جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کا پانچواں فتویٰ
202	”دارالعلوم زکریا“ جنوبی افریقہ کا فتویٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

(من جانب مؤلف)

ابھی چند روز ہوئے کہ بندہ نے ایک مختصر تحریر کے ذریعے ملک کے موجودہ لاک ڈاؤن حالات کے پیش نظر، شہروں میں جمعہ کی نماز سے متعلق حکم بیان کیا تھا، کیونکہ اس مسئلہ پر مختلف چیمگونیوں جاری تھیں، اور کئی لوگ اس کے متعلق بندہ کے موقف کو معلوم کرنا چاہتے تھے۔

بندہ نے اس مختصر تحریر کے ذریعے اذن عام کے مسئلہ کی وضاحت کے ساتھ، کم از کم چار عاقل، بالغ افراد کے لیے غیر مسجد اور گھروں میں قیام جمعہ کو درست قرار دیا تھا۔

اور بحالات موجودہ، سچہ و جوحہ ”احتیاط الظہر“ کو بھی مستحب اور بہتر قرار دیا تھا۔

اس سے اگلے دن ہی بندہ کو ایک استفتاء موصول ہوا، اور کچھ فتاویٰ بھی نظر سے گزرے، جن میں بعض اہل علم حضرات کی طرف سے اس طرح جمعہ کے درست ہونے سے اختلاف کیا گیا تھا، اور ساتھ ہی شہروں میں موجود لوگوں کو، مسجد، حلقہ، کبیر وغیرہ کے بغیر نماز جمعہ سے منع کیا گیا تھا، اور اس کے مقابلے میں نماز ظہر پڑھنے اور باجماعت پڑھنے کے مستحب ہونے کا حکم لگایا گیا تھا، اور بحالات موجودہ، جمعہ کے دن، شہروں میں، گھروں وغیرہ کے اندر عند الحفیۃ جماعت ظہر کے مکروہ ہونے کی نفی کی گئی تھی۔

جس کے نتیجے میں کئی سوالات ابھر کر سامنے آئے، اور کئی اہل علم حضرات کی طرف سے تشویش کا اظہار کیا گیا۔

اس مسئلے کے اہم اور ہمہ جہتی ہونے کے پیش نظر بندہ نے بتہ جہیل اس پر کچھ تفصیل سے تحریر کیا، جس کو آئندہ اوراق میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی موجودہ ”کورونا وائرس“ سے حفاظت فرمائے، اور جلد از جلد لوگوں کے

نظام زندگی اور معمولات یومیہ کو بحال فرمائے۔ آمین۔ فقط

وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ.

محمد رضوان خان 19 / شعبان المعظم / 1441ھ 13 / اپریل / 2020 بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بروز جمعہ، نماز جمعہ و ظہر کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق

سوال

موجودہ حالات میں، جبکہ دنیا بھر میں کرونا وائرس کی وباء پھیلی ہوئی ہے، اور اس کی وجہ سے مساجد وغیر مساجد میں بڑے اجتماعات سے حکومت پاکستان نے منع کر دیا ہے، اور لوگوں کو اپنے گھروں میں رہ کر نماز پنجگانہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، جس کو متعدد مستند اہل افتاء نے قبول بھی کر لیا ہے، اور نماز پنجگانہ، گھروں میں جاری ہے، مساجد میں کم و بیش چار، پانچ افراد کا اجتماع روا رکھا گیا ہے۔

ایسے حالات میں شہروں کے اندر نماز جمعہ کا مسئلہ زیر بحث ہے، آپ کی ایک تحریر نظر سے گزری، جس میں آپ نے شہر کے اندر گھروں وغیرہ میں کم از کم چار عاقل بالغ مرد حضرات کی موجودگی میں جمعہ کی نماز کو جائز اور درست قرار دیا تھا، اور اس سے کم ہونے کی صورت میں جمعہ کے بجائے، ظہر کی نماز کا حکم تحریر کیا تھا۔

لیکن آج ایک مفتی صاحب کی تحریر نظر سے گزری، اور ایک دوسرے مفتی صاحب کا فتویٰ بھی نظر سے گزرا، جس میں انہوں نے فرمایا کہ موجودہ حالات میں شہروں کے اندر گھروں میں جمعہ کا قائم کرنا درست نہیں ہے، فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کچھ لوگوں کا جمعہ فوت ہو جائے، تو وہ بغیر اذان و اقامت کے ظہر کی نماز بغیر جماعت کے پڑھیں گے۔

انہوں نے امداد الاحکام جلد 1 صفحہ 783 کے حوالہ سے ”الدر المختار“ کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ:

”وكذا اهل مصر ، فاتتهم الجمعة ، فانهم يصلون الظهر بغیر اذان

ولا اقامة ولا جماعة“

اور پھر ”البحرُ الرائق“ کے حوالے سے ”الظہیریۃ“ کی یہ عبارت ذکر کی ہے کہ:

”جماعة فاتتهم الجمعة في المصر فانهم يصلون الظهر بغير اذان

ولا اقامة ولا جماعة“

اس قسم کی عبارات کے تناظر میں انہوں نے فرمایا کہ اس قسم کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا جمعہ فوت ہو گیا ہو، وہ گھر میں جا کر، باجماعت جمعہ کی نماز نہیں پڑھیں گے۔

ورنہ تو جمعہ کا جو ایک تصور اور مقصد ہے، یعنی بڑے مجمع کا ہونا، وہ فوت ہو جائے گا، وہ مقصد مسجد کے بغیر حاصل نہیں ہوگا، الا یہ کہ کوئی بڑا حلقہ کبیر ہو، یا بڑا اجتماع ہو، تو الگ بات ہے۔ اور آئندہ اگر اس کی اجازت دے دی گئی، تو پھر لوگ کہیں گے کہ اچھا آج ہمارے پاس ذرا مصروفیت ہے، تو بجائے اس کے کہ ہم مسجد میں جا کر جمعہ پڑھیں، تو ہم اپنے گھر میں جمعہ قائم کر لیتے ہیں، تو اس قسم کا دروازہ کھلنے کا بھی اندیشہ ہے، لہذا راجح یہی معلوم ہوا کہ بحالت موجودہ جمعہ کے دن، جمعہ کے بجائے ظہر پڑھنی چاہیے۔

البتہ جن لوگوں نے جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیا، اور جن لوگوں نے اس فتوے کی بنیاد پر جمعہ پڑھ لیا، تو چونکہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے، اس واسطے اگر کسی نے اس طرح کے فتوے کی بنیاد پر پڑھ لیا، تو ہم اس کو باطل نہیں کہیں گے، وہ ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے ہاں معذور ہوگا، اس کو ہم فاسد نہیں کہیں گے کہ اس کی نماز نہیں ہوئی۔

پھر جمعہ کے دن شہروں کے اندر، ظہر کے بارے میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ گھروں میں جماعت سے پڑھی جائے، یا انفراداً پڑھی جائے، تو اس میں بھی راجح یہ معلوم ہوا کہ موجودہ حالات میں شہروں میں ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے، اور جو بعض فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن، شہر میں ظہر انفراداً پڑھی جائے، اور جماعت نہ کی جائے، ان حضرات نے ظہر کی جماعت کو جو مکروہ قرار دیا، اس کے ان حضرات نے تین اسباب بیان فرمائے ہیں۔

ایک سبب ان حضرات نے ظہر کی نماز باجماعت مکروہ ہونے کا یہ بیان فرمایا ہے کہ مسجد جامع سے معارضہ ہوگا۔

لیکن یہاں مسجد جامع سے معارضہ کی بات نہیں پائی جا رہی، کیونکہ مسجد جامع کے اندر تو جمعہ ہو رہا ہے، وہ بھی محدود ہے۔

دوسرا سبب ان حضرات نے ظہر کی نماز باجماعت مکروہ ہونے کا یہ بیان فرمایا ہے کہ تقلیلِ جماعت ہوگی، تو یہاں پر اس کا بھی تصور نہیں ہے۔

اور تیسرا سبب ظہر کی نماز باجماعت مکروہ ہونے کا ان حضرات نے یہ بیان فرمایا ہے کہ بعض غیر معذور لوگ بھی جب دیکھیں گے کہ جماعت ہو رہی ہے، تو وہ شامل ہو جائیں گے۔ تو اس کا بھی یہاں کوئی تصور نہیں ہے۔

تو اس وجہ سے جب تینوں وجوہات، جن کی بناء پر ظہر کی جماعت کو مکروہ کہا گیا تھا، وہ یہاں کے حالات میں موجود نہیں ہیں، تو اب بہتر یہی ہے کہ شہروں میں جمعہ کے دن، لوگ اپنے اپنے طور پر ظہر کی نماز کو جماعت سے پڑھیں، کیونکہ ایک طرف تو آدمی کا جمعہ چھوٹ گیا، اور دوسری طرف جماعت بھی گئی، تو کم از کم وہ ظہر کی نماز تو جماعت سے پڑھ لیں۔

اور اس کے متعلق امداد الاحکام میں علامہ شامی کے حوالے سے یہ لکھا گیا ہے کہ ”جمعہ کے دن باجماعت ظہر کی نماز پڑھنا کراہتِ تنزیہی ہے، تحریمی نہیں ہے“

لیکن مجبوری کے حالات میں کراہتِ تنزیہی بھی شاید نہ ہو، بلکہ افضل یہ ہو کہ ظہر کی نماز، جماعت سے پڑھی جائے، جیسا کہ عام حالات میں اگر خدا نخواستہ ظہر، عصر وغیرہ کی نماز فوت ہو جائے، تو ظاہر ہے کہ اس کو گھر وغیرہ میں جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہوتا ہے۔

تو جو علتیں، جمعہ کے دن شہر میں، ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ ہونے کی فقہائے کرام کی طرف سے بیان کی گئی تھیں، وہ علتیں موجودہ حالات میں اولاً تو پائی نہیں جا رہی، اور ان علتوں کے ساتھ بھی علامہ شامی کہتے ہیں کہ یہ صرف کراہتِ تنزیہی ہے، چنانچہ مضمرات کے

حوالے سے انہوں نے فرمایا ہے کہ ”یصلون وحدانا استجابا“ یعنی اکیلے پڑھنا مستحب ہے، علامہ شامی نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ترکِ جماعتِ ظہر، یعنی ظہر کی نماز کو جماعت سے پڑھنا، زیادہ سے زیادہ کراہتِ تنزیہی ہے، اور کراہتِ تنزیہی کی وہ جو علتیں تھیں، وہ بھی چونکہ موجودہ حالات میں مفقود ہیں، لہذا جماعت سے پڑھنا ہی زیادہ بہتر ہوگا۔

اس سلسلہ میں ایک مفتی صاحب کا فتویٰ بھی اسی نوعیت کا ارسال ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ مذکورہ بیان اور فتوے کی روشنی میں اپنا موقف واضح فرمادیں۔ اور اگر مذکورہ استدلال پر بھی روشنی ڈال دیں تو مناسب ہے۔ اور آپ نے جو ”احتیاط الظہر“ کا حکم بیان فرمایا تھا، اس کو کئی اردو فتاویٰ میں مکروہ اور عوام کے لیے مفسدہ کا باعث قرار دیا گیا ہے، اس کی بھی وضاحت فرمادیں۔ اس وقت چونکہ جمعہ کا مذکورہ مسئلہ، ملکِ پاکستان کے علاوہ ہندوستان اور دوسرے ممالک میں بھی زیرِ بحث ہے، اس لیے اگر اس کے متعلق دوسرے فقہائے کرام کے اقوال پر بھی روشنی ڈال دیں، تاکہ امت کے اس اجتماعی اور اہم مسئلے پر مختلف پہلو سامنے آجائیں، اور ان کی روشنی میں مشکل کا حل نکالنا آسان ہو جائے، تو زیادہ فائدہ مند ہوگا۔

جزاک اللہ۔

محمد ناصر

مری روڈ، راولپنڈی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جواب

سب سے پہلے جمعہ سے متعلق چند نصوص ملاحظہ کر لی جائیں، تاکہ جمعہ کے متعلق اسلام کی طرف سے پیش کردہ تصور ذہن نشین رہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ. ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورة الجمعة، رقم

الآية ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب ندا (یعنی اذان) دی جائے نماز کے لئے یوم جمعہ کو، تو سعی کرو تم اللہ کے ذکر کی طرف، اور چھوڑ دو تم بیچ کو، یہ بہتر ہے تمہارے لئے، اگر تم جانتے ہو (سورہ جمعہ)

مذکورہ آیت میں جمعہ کی اذان ہونے پر ذکر، یعنی نماز جمعہ کی سعی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس سے نماز جمعہ کا فرض ہونا معلوم ہوا۔ ۱

۱۔ صلاة الجمعة من الفرائض المعلوم فرضيتها بالضرورة، وبدلالة الكتاب والسنة؛ فيكفر جاحدها. قال الكاساني: الجمعة فرض لا يسع تركها، ويكفر جاحدها والدليل على فرضيتها: الكتاب والسنة وإجماع الأمة.

أما الكتاب فقوله تعالى: (يا أيها الذين آمنوا إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله قيل: "ذكر الله" هو صلاة الجمعة، وقيل: هو الخطبة، وكل ذلك حجة؛ لأن السعي إلى الخطبة إنما يجب لأجل الصلاة، بدليل أن من سقطت عنه الصلاة لا يجب عليه السعي إلى الخطبة، فكان فرض السعي إلى الخطبة فرضاً للصلاة؛ ولأن ذكر الله يتناول الصلاة ويتناول الخطبة من حيث إن كل واحد منهما ذكر الله تعالى.

وقد استدلل الإمام السرخسي -أيضاً- بالآية المذكورة من وجهين:

الوجه السابق، ووجه آخر حيث قال: اعلم أن الجمعة فريضة بالكتاب والسنة، أما الكتاب فقوله تعالى: (فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع) والأمر بالسعي إلى الشيء لا يكون إلا لوجوبه، والأمر بترك البيع المباح لأجله دليل على وجوبه أيضاً (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۹۳، مادة "صلاة الجمعة")

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْجُمُعَةُ عَلَيَّ مَنْ سَمِعَ النَّدَاءَ

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۰۵۶، کتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب من تجب

عليه الجمعة) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز اس شخص پر واجب ہے، جو

نداء (یعنی اذان) سنے (اور کوئی معقول عذر، جمعہ سے مانع نہ ہو) (ابوداؤد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ

هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَّ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ أَحْرِقَ عَلَيَّ رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ

عَنِ الْجُمُعَةِ بِيُوتَهُمْ (مسلم، رقم الحدیث ۶۵۲ "۲۵۴" کتاب المساجد ومواقع

الصلاة، باب الذين يتخلفون عن صلاة الجماعة والجمعة، مستدرک حاکم، رقم

الحدیث ۱۰۸۰) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں جو جمعہ کی نماز سے پیچھے

رہ جاتے ہیں، فرمایا کہ میرے دل میں آتا ہے کہ میں کسی شخص کو کہہ جاؤں کہ وہ

(جمعہ کی نماز میں حاضر شدہ) لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں ان لوگوں کو جو جمعہ کی

نماز میں نہیں آتے، ان کے گھروں سمیت آگ لگا دوں (مسلم)

حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنْهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: عَلَيَّ أَعْوَادُ

۱ قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية ابى داؤد)

۲ قال الحاکم: وهو صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه هكذا إنما خرجا بذكر العتمة، وسائر الصلوات.

وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما.

مِنْبَرِهِ لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُونَنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ (مسلم، رقم الحديث ۸۶۵ "۳۰" كتاب

الجمعة، باب التغليظ في ترك الجمعة)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برسبر منبر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یا تو لوگوں کو چاہئے کہ وہ جمعہ کی نمازیں چھوڑنے سے باز آجائیں، ورنہ اللہ (جمعہ چھوڑنے کے وبال کی وجہ سے) ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ غافل لوگوں ہی میں سے ہو جائیں گے (مسلم)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَسْمَعُونَ النِّدَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ لَا يَأْتُونَهَا أَوْ لَيَطْبَعَنَّ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُونَنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث

۱۹۷، ج ۱۹ ص ۹۹) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ جمعہ کے دن، جمعہ کی اذان کو سنتے ہیں، پھر وہ جمعہ کی نماز کے لیے نہیں آتے، تو وہ باز آجائیں، ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ غافلین میں سے ہو کر رہ جائیں گے (طبرانی)

حضرت ابو جعفر ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُعٍ تَهَاوَنًا بِهَا طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۱۰۵۲، كتاب

۱ قال المنذرى:

رواه الطبرانی في الكبير بإسناد حسن (الترغيب والترهيب للمنذرى، تحت رقم الحديث ۱۰۹۰)

وقال الهيثمي:

رواه الطبرانی في الكبير وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۱۸۱)

الصلاة، ابواب الجمعة، باب التشديد في ترك الجمعة؛ مسند احمد، رقم الحديث

١٥٣٩٨؛ مستدرک حاکم، رقم الحديث (١٠٣٣) ١

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے تین جمعوں (کی نمازوں) کو سستی کی وجہ سے چھوڑ دیا تو اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے (ابوداؤد، مسند احمد، حاکم)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ (سنن ابن ماجہ، رقم الحديث ١١٢٦، کتاب

اقامه الصلاة والسنة فيها، باب فيمن ترك الجمعة من غير عذر؛ صحيح ابن خزيمة،

رقم الحديث ١٨٥٦) ٢

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بغیر ضرورت کے (یعنی شرعی عذر کے بغیر) تین جمعوں (کی نمازوں) کو چھوڑ دیا، اللہ اس کے دل پر مہر

لگا دے گا (ابن ماجہ، ابن خزیمہ)

حضرت ابوقادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ

١ قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل محمد بن عمرو - وهو ابن

علقمة ابن وقاص الليثي - فهو صدوق حسن الحديث (حاشية ابي داؤد)

وقال ايضاً: اسناد حسن (حاشية مسند احمد)

وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه

وقال الذهبي: على شرط مسلم.

٢ قال الدكتور مصطفى الاعظمي: اسناد صحيح (حاشية ابن خزيمة)

وقال المنذرى: وروى ابن ماجه عنه بإسناد جيد مرفوعاً (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث

١٠٩٢، كتاب الجمعة الترغيب في صلاة الجمعة)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل أسيد: وهو ابن أبي أسيد البراد

(حاشية سنن ابن ماجه)

مَرَاتٍ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةً طَبَعَ عَلَى قَلْبِهِ (مسند احمد، رقم الحدیث

۲۲۵۵۸) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بغیر ضرورت کے تین

مرتبہ جمعہ چھوڑ دیا، تو اس کے دل پر مہر لگادی جاتی ہے (مسند احمد)

حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ

غَيْرِ عَذْرٍ فَهُوَ مُنَافِقٌ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۲۵۸، کتاب الایمان، باب

ما جاء في الشرك والنفاق، صحیح ابن خزيمة، رقم الحدیث ۱۸۵۷) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تین جمعے (کی نمازیں) بغیر

کسی (شرعی) عذر کے چھوڑ دے، تو وہ منافق ہے (ابن حبان، ابن خزيمة)

حضرت یحییٰ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

فَلَمْ يَأْتِ، أَوْ لَمْ يُجِبْ، ثُمَّ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِ، أَوْ لَمْ يُجِبْ، ثُمَّ

سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِ، أَوْ لَمْ يُجِبْ، طَبَعَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى قَلْبِهِ،

فَجُعِلَ قَلْبٌ مُنَافِقٍ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۷۱۶۷) ۳

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کی اذان کو سنا، پھر جمعہ کی

نماز کے لیے نہیں آیا، یا (یہ فرمایا کہ) اس کا (عمل سے) جواب نہیں دیا، پھر

دوبارہ جمعہ کی اذان کو سنا، پھر جمعہ کی نماز کے لیے نہیں آیا، یا اس کا جواب نہیں دیا،

پھر تیسری مرتبہ جمعہ کی اذان کو سنا، پھر جمعہ کی نماز کے لیے نہیں آیا، یا اس کا جواب

۱ قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

۲ قال شعيب الارنؤوط: اسنادہ حسن (حاشية ابن حبان)

قال الدكتور محمد مصطفى الاعظمي: اسنادہ حسن صحيح (حاشية ابن خزيمة)

۳ قال حسين سليم أسد: اسنادہ حسن (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

نہیں دیا، تو اللہ عزّ و جلّ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے، پھر اس کا دل منافق والادل بنا دیا جاتا ہے (ابویعلیٰ)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُعَاتٍ مِنْ غَيْرِ عُدْرٍ كُتِبَ مِنَ الْمُنَافِقِينَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۴۲۲) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تین جمعے (کی نمازیں) بغیر عذر کے ترک کر دے، تو وہ منافقین میں سے لکھ دیا جائے گا (طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ:

قَالَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ جُمَعٍ مُتَوَالِيَاتٍ فَقَدْ نَبَذَ الْإِسْلَامَ وَرَاءَ ظَهْرِهِ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ۲۷۱۲) ۲

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے تین جمعے لگاتار چھوڑ دیئے، تو اس نے اسلام کو اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیا (ابویعلیٰ)

اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَوَّاحُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ (سنن النسائي، رقم الحديث ۱۳۷۱، كتاب الجمعة، باب التشديد في

التخلف عن الجمعة، ابن حبان، رقم الحديث ۱۲۲۰) ۳

۱ قال المنذرى: رواه الطبرانى فى الكبير من رواية جابر الجعفى وله شواهد (الترغيب و الترهيب للمنذرى، تحت رقم الحديث ۱۰۸۹)

۲ قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده صحيح إلى ابن عباس وهو موقوف عليه (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

و قال الهيثمى: رواه أبو يعلى و رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۱۷۷)

۳ قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، يزيد بن موهب ثقة، وباقي رجال الإسناد على شرط الصحيح (حاشية ابن حبان)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے لیے جانا ہر بالغ (مرد) پر واجب ہے (نسائی)

مطلب یہ ہے کہ ہر بالغ مرد پر جمعہ کی نماز واجب ہے، جبکہ جمعہ کی نماز واجب ہونے کی دیگر شرائط پائی جائیں، جن کا دیگر احادیث و روایات میں ذکر پایا جاتا ہے، اور ان شرائط میں مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ مرد وغیرہ ہونا بھی داخل ہے۔ ۱

حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً: عَبْدٌ مَمْلُوكٌ، أَوْ امْرَأَةٌ، أَوْ صَبِيٌّ، أَوْ مَرِيضٌ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۰۶۷، کتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب الجمعة للمملوك والمرأة) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرنا ضروری حق ہے، سوائے چار قسم کے لوگوں کے، ایک غلام جو کسی کا مملوک ہو، دوسرے عورت، تیسرے نابالغ بچہ، چوتھے مریض (ابوداؤد)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً: عَبْدٌ مَمْلُوكٌ، أَوْ امْرَأَةٌ، أَوْ صَبِيٌّ، أَوْ

۱ (علی کل محتلم) ای بالغ (روح الجمعة) إذا توفرت الشروط المذكورة في الفروع (وعلى كل من راح الجمعة) أي أراد الرواح إليها (الغسل) لها قال القاضي: إنما ذكر هذا اللفظ تأكيداً للسننة وتحريضا لهم عليه (د عن حفصة) أم المؤمنين بإسناد صالح (فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحدیث ۵۴۶۲)

۲ قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح. طارق بن شهاب اتفق على أنه رأى رسول الله - صلى الله عليه وسلم -، لكن اختلف هل سمع منه أم لا؟ وعلى تقدير أنه لم يسمع منه تكون روايته مرسل صحابي، وهو حجة بالإجماع إلا من شذ، كما قال ابن الملقن في "البلدر المنير" (حاشية سنن ابی داؤد)

مَوْبُيْن (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۰۶۲، کتاب الجمعة) ۱۔
 ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ کی
 نماز ادا کرنا ضروری حق ہے، سوائے چار قسم کے لوگوں کے، ایک غلام جو کسی کا
 مملوک ہو، دوسرے عورت، تیسرے نابالغ بچہ، چوتھے مریض (حاکم)
 اس کے بعد عرض ہے کہ ہم نے بحالات موجودہ، اپنی گزشتہ مختصر تحریر میں یہ موقف اختیار کیا تھا کہ:
 ”جن لوگوں میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح اور واجب ہونے کی دیگر شرائط
 پائی جائیں، صرف ”اذن عام“ کی مذکورہ طریقے پر شرط نہ پائی جائے، تو اس کی وجہ
 سے جمعہ کے فریضے کو ساقط قرار دینا، بہر حال خلاف احتیاط ہے، الا یہ کہ جہاں جمعہ
 کی دیگر مسلمہ شرائط صحت موجود نہ ہوں، مثلاً امام کے علاوہ تین عاقل، بالغ افراد
 بھی موجود نہ ہوں، وہاں کا معاملہ جدا ہے، ان کو بہر حال ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے۔
 لیکن ہمارے نزدیک ایسی صورت میں ایسے لوگوں کو، جو کم از کم چار عاقل، بالغ
 غیر معذور مرد افراد ہوں، اپنے گھروں وغیرہ میں جمعہ کی نماز قائم کرنا، جائز ہے،
 اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان پر جمعہ کی نماز کو واجب قرار دیا جائے۔
 البتہ ایسی صورت میں احتیاط کا تقاضا یہ ہوگا کہ مذکورہ افراد، جمعہ کی نماز پڑھیں،
 اور اس کے بعد چار رکعت ”احتیاط الظہر“ کے نام سے بھی ادا کر لیں، تاکہ
 اختلاف و اشتباہ سے بھی حفاظت ہو جائے۔“

آپ کی منسلک تحریر اور فتوے کو ملاحظہ کرنے کے بعد بھی ہمارے نزدیک یہی موقف راجح ہے،
 جس میں ہم نے نہایت نرم الفاظ اور محاط انداز میں مسئلہ سے آگاہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

۱۔ قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین فقد اتفقا جمیعاً علی الاحتجاج بہریم
 بن سفیان ولم یخرواہ ورواہ ابن عیینہ، عن ابراہیم بن محمد بن المنتشر ولم یذکر ابا موسیٰ فی
 اسنادہ، وطارق بن شہاب ممن یعد فی الصحابة .
 وقال الذہبی فی التلخیص: صحیح.

اس کے بعد سوال میں جو امور زیر بحث لائے گئے ہیں، ان کے متعلق گفتگو کی جاتی ہے۔ بحالات موجودہ، جبکہ ملک پاکستان میں، حکومت وقت کی جانب سے بڑے اجتماعات کے منعقد کرنے پر پابندی ہے، اور اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے گھروں وغیرہ میں نمازیں ادا کرنے، اور مساجد میں چار، پانچ افراد تک کے اجتماعات منعقد کرنے کا حکم صادر ہے، اور خلاف ورزی کرنے پر قانونی کارروائی بھی عمل میں لائی جا رہی ہے، اور حکومت وقت کی طرف سے گھروں وغیرہ میں متعلقہ شرائط کے ساتھ نماز جمعہ قائم کرنے پر کوئی پابندی عائد نہیں، اور کئی ہفتوں سے شہروں میں جا بجا، فقہائے کرام کی بیان کردہ شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے مسلمانوں کا بڑا طبقہ، نماز جمعہ کی ادائیگی پر کاربند ہے۔

ان حالات میں ایک مختصر تحریر اور فتوے کے ذریعہ، نہایت مجمل اور مبہم انداز میں شہروں میں، مساجد، یا حلقہ کبیر، یا بڑے اجتماع کے بغیر، اور فقہائے کرام کی بیان کردہ افراد کی تعداد اور حد بندی، اور شرائط کی تصریح کے بغیر، مقیم، صحت مند اور بالغ مرد، افراد سے، علی الاطلاق جمعہ کی نماز کو ساقط قرار دینا اور اس سے بڑھ کر ان کے جمعہ کو نادرست قرار دینا، اور اس کے مقابلہ میں ظہر کی نماز باجماعت کو مستحب قرار دینا۔

یہ تمام امور ہی، شرعی و فقہی اعتبار سے، اور خاص کر حنفیہ کے نزدیک، بہت زیادہ محل کلام اور عوام و اہل علم حضرات کے لیے، انتہائی تشویش و اضطراب کا باعث ہیں۔

حنفیہ کے راجح قول کے پیش نظر اگر کسی جگہ شہر میں کم از کم چار افراد بھی عاقل، بالغ مرد حضرات، موجود نہ ہوں، اور اس طرح کے کم از کم چار افراد کا جمع ہو کر جمعہ پڑھنا، مشکل ہو، صرف تین، یا اس سے کم افراد ہی جمع ہو سکتے ہوں، تو ان کے لیے جمعہ کو نادرست قرار دینے، اور جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز کا حکم ہونے میں اشکال نہیں، لیکن اس صورت میں بھی حنفیہ کے نزدیک ان کو شہر کی حدود میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز، باجماعت، پڑھنا، مکروہ تحریمی، یا کم از کم مکروہ تنزیہی ہے۔

البتہ حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام، یعنی شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک شہر میں موجود جمعہ سے معذور، جن لوگوں پر جمعہ واجب نہ ہو، ان کو جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، نہ صرف یہ کہ بلا کراہت جائز ہے، بلکہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا بعض شرائط کے ساتھ مستحب ہے، لیکن وہ بھی اس صورت میں، جبکہ وہ لوگ واقعاً نماز جمعہ سے معذور ہوں، ورنہ ان کے نزدیک نماز ظہر، جماعت اور بغیر جماعت کے بہر صورت، کالعدم ہے، اور اس سے فریضہ وقت ان کے نزدیک سرے سے ساقط ہی نہیں ہوتا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

معاملہ چونکہ ملک کے ایک اجتماعی اور اہم مسئلے سے متعلق ہے، جس کے بارے میں مختلف اہل علم حضرات کی طرف سے طرح طرح کے فتاویٰ اور تحریرات جاری کی جا رہی ہیں، اور زبانی، کلامی فتاویٰ جاری کرنے کا ایک طویل سلسلہ الگ ہے، جو موجودہ دور کے عوام الناس کے لیے طرح طرح سے ذہنی الجھن کا باعث بن رہا ہے، اور اس کے نتیجے میں عوام کا ایک بڑا طبقہ اہل علم حضرات سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے راستے پر کار بند ہے، وہ الگ بات ہے کہ کس کا طرز عمل درست ہے، اور کس کا درست نہیں۔ ان حالات میں ہم اس موقع پر مسئلہ ہذا کے متعلق کچھ تفصیل سے کلام کرنے کی ضرورت سمجھتے ہیں۔

مسئلے کے دینی ہونے کی وجہ سے اس پر کچھ کھلے انداز میں علمی گفتگو کا تقاضا ہے، عین ممکن ہے کہ ہماری اس جلدی میں مرتب کردہ تحریر سے، کسی کو دل آزاری، یا ناگواری اور اس سے بڑھ کر بے ادبی کا احساس ہو، اور بعض الفاظ میں تیزی کا شائبہ ہو، لیکن چونکہ علمی و فقہی مسائل میں آزادانہ، اور کھلی اظہار رائے، ترک ادب نہیں، بلکہ بزرگوں کا ہی معنوی فیض ہے۔

جیسا کہ ہمارے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی تحریر فرماتے ہیں کہ:

الحمد للہ! جماعت دیوبند کی خصوصیت اور انہی بزرگوں کی تعلیم و تلقین نے ہمیں یہ صراط مستقیم دکھائی کہ مسائل شرعیہ میں آزادانہ اظہار رائے ترک ادب نہیں، بلکہ

شاگردوں کا اظہارِ خیال، انہی بزرگوں کا معنوی فیض ہوتا ہے، اس لیے بنام خدا تعالیٰ جو کچھ اس میں تحقیق سے مجھ پر واضح ہوا، وہ لکھ دیا، اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ بزرگوں کی شان میں ادنیٰ ترکِ ادب سے بھی مجھے محفوظ رکھیں۔ آمین
(فتہی مقالات، جلد ۲، صفحہ ۵۵، ۵۶، مطبوعہ: مین اسلامک پبلشرز، کراچی، اشاعت: جولائی 1996ء)

اور بندہ بلا مبالغہ، اللہ کو گواہ بنا کر اس بات کے اظہار میں کوئی عار نہیں سمجھتا کہ بندہ کی اس آزادانہ اظہارِ رائے کے معاملے میں حضرت شیخ موصوف مذکور کے معنوی فیضان کو ہی زیادہ دخل ہے، جو اس دور میں کبریتِ احمر سے کم حیثیت نہیں رکھتے۔
اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مختصر و مجمل، بلکہ مبہم تحریر نقل اور فتوے کو ارسال فرمایا ہے، اس میں مندرجہ ذیل باتیں قابلِ غور ہیں:

(1)..... اس تحریر اور فتوے میں جو حکم بیان کیا گیا ہے، وہ فقہ حنفی کے مطابق بیان کیا گیا ہے، اسی لیے، اس میں ”الدر المختار، البحر الرائق، خلاصۃ الفتاویٰ اور امداد الاحکام“ کے حوالہ سے عبارات نقل کی گئی ہیں، اور ان کو مستدل بنایا گیا ہے۔

(2)..... اس تحریر اور فتوے میں بحالاتِ موجودہ، یعنی جبکہ حکومت کی طرف سے مساجد میں بڑے اجتماعات پر پابندی عائد ہے، گھروں وغیرہ میں نماز جمعہ کو غیر درست قرار دیا گیا ہے۔

(3)..... اس تحریر اور فتوے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جتنے فقہاء کی عبارات دیکھی گئیں، ان میں کسی جگہ جمعہ فوت ہونے والے کے لیے، گھر میں جا کر جمعہ کی نماز کا حکم مذکور نہیں۔

(4)..... اس تحریر اور فتوے میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جمعہ کا تصور مسجد، یا حلقہ کبیر، یا بڑے اجتماع کے بغیر نہیں۔

(5)..... اس تحریر اور فتوے کے مطابق، اگر بحالاتِ موجودہ، گھروں وغیرہ میں جمعہ کی اجازت دے دی گئی، تو آئندہ، لوگوں کے لیے مصروفیت کو بہانہ بنا کر گھروں میں ہی جمعہ قائم کر لینے کا راستہ کھلنے کا اندیشہ ہے۔

(6)..... اس تحریر اور فتوے کی رو سے، جن لوگوں نے کسی مفتی کے فتوے کے مطابق، گھر میں جمعہ پڑھ لیا، تو اس مسئلے کے مجتہد فیہا ہونے کی وجہ سے، اس کے جمعہ کو باطل، یا فاسد نہیں کہا جائے گا، اور جمعہ کی نماز کے ادا نہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

(7)..... اس تحریر اور فتوے کے موافق، بحالات موجودہ، جمعہ کے دن شہر کے لوگوں کو باجماعت ظہر کی نماز پڑھنا بہتر ہے، اور یہ بات نامناسب ہے کہ ایک طرف تو جمعہ کی نماز چھوٹ جائے، اور دوسری طرف ظہر کی جماعت بھی چھوڑ وادی جائے۔

(8)..... اس تحریر اور فتوے میں، بحالات موجودہ، جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت کو، دوسرے دنوں کی، گھروں میں پڑھی جانے والی ہجگا نہ نماز پر قیاس کیا گیا ہے۔

(9)..... باقی تحریر کے حصہ اور فتوے میں، جمعہ کے دن شہر میں موجود لوگوں کو اپنے گھروں میں ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ نہ ہونے اور اس کے بجائے مستحب ہونے پر کلام کیا گیا ہے، اور فقہائے حنفیہ کی طرف سے شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ ہونے کے تین اسباب کا ذکر کر کے، موجودہ حالات میں ان کے پائے جانے کی نفی کی گئی ہے۔

(10)..... منسلک فتوے میں شہر کے اندر، جگہ جگہ، جمعہ کے، چھوٹے چھوٹے اجتماعات کو شعائر اسلام کے خلاف قرار دے کر، ناجائز، اور اس کے بجائے، نماز ظہر کو تجویز کیا گیا ہے۔ منسلک تحریر اور فتوے میں مذکور امور پر تفصیلی کلام تو اپنے اپنے مقامات پر آگے آتا ہے۔ البتہ شروع میں اجمالاً منسلک تحریر و فتوے کے مندرجات مذکورہ کے متعلق بالترتیب چند معروضات پیش خدمت ہیں، جن میں اگرچہ الزامی نوعیت کا عنصر کیوں نہ شامل ہو، لیکن اصل مقصود، ان امور کی تنقیح و تفہیم ہی ہے۔

(1)..... حنفیہ کی جو عبارات منسلک تحریر اور فتوے میں پیش کی گئی ہیں، ان سے یہ مسئلہ ثابت ہونا مشکل ہے کہ اگر چار، یا زیادہ عاقل، بالغ مرد حضرات، شہر میں جمعہ کے بڑے اجتماع یا

مسجد میں، میں شریک نہ ہو سکیں، تو ان کو جمعہ کی نماز باجماعت پڑھنا درست نہ ہو، اور ان کو جمعہ فوت ہونے والوں کے زمرہ میں داخل مانا جائے، کیونکہ ایک تو فی الوقت تعدد جمعہ کے ساتھ مستقلاً نماز جمعہ کے انعقاد و جواز اور وجوب کا مسئلہ زیر بحث ہے، نہ کہ فوت ہونے کا۔ دوسرے امداد الاحکام کے مذکورہ مفصل و مدلل فتوے سے بھی مذکورہ مدعا کے برخلاف ثبوت ہوتا ہے۔ تیسرے ”امداد الاحکام“ بلکہ اس میں مذکور عبارات سے اس قسم کے مستدلالات کے معقول جوابات بھی معلوم ہوتے ہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(2)..... اس تحریر اور فتوے میں گھروں میں نماز جمعہ کے عدم جواز کی کوئی تفصیل و تقسیم بیان نہیں کی گئی کہ کس قسم کے افراد کے لیے نماز جمعہ درست ہے، اور کن کے لیے درست نہیں۔ دوسرے آگے، مسجد، حلقہ کبیر، یا بڑے اجتماع کی جو قید لگائی گئی، وہاں بھی افراد کی حد بندی نہیں کی گئی، جس سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مسجد، یا حلقہ کبیر اور بڑے اجتماعات کے علاوہ گھروں میں اور کسی دوسری جگہ جمعہ جائز نہیں۔

تیسرے اگر کسی جگہ شہر کی مسجد، یا غیر مسجد میں کم از کم چار عاقل، بالغ افراد نماز جمعہ قائم کریں، تو ان کا کیا حکم ہوگا؟ خواہ مخصوص اذن عام ہو، یا نہ ہو، اور اگر مسجد میں چار پانچ افراد، حکومت کی طرف سے بڑے مجامع کے انعقاد کا اذن عام نہ ہونے کے باعث دروازہ بند کر کے جمعہ کی نماز پڑھیں، اس کو بھی تو حلقہ کبیر نہیں کہا جاتا، اور اس صورت میں بھی دروازے بند ہونے کی وجہ سے، مخصوص نوعیت کا اذن عام نہیں ہوتا، پھر مسجد اور غیر مسجد، یعنی گھر وغیرہ میں ماہ الفرق کیا ہوگا؟

چوتھے گھر کی جامع مانع تعریف کیا ہوگی؟ شہروں میں تو بہت سی جگہیں، عمارات مسکونہ یا غیر مسکونہ، بلکہ کھلی فضاء وغیرہ، سب ہی طرح کی چیزوں پر مشتمل ہوتی ہیں، کیا اس سے مخصوص عمارت مراد ہے، جس میں کوئی باقاعدہ رہائش پذیر ہو، یا کچھ اور مراد ہے، جبکہ عمارات میں نیت اور فعل کی وجہ سے بھی فرق واقع ہو سکتا ہے، مثلاً اس جگہ کو کس نیت سے تعمیر کیا گیا ہے،

اور اس جگہ میں، اس وقت کیا عمل ہو رہا ہے، اور اس جگہ کو اس وقت کیا حیثیت حاصل ہے، چنانچہ کسی عمارت کو اگر کسی وقت رہائش کے لئے استعمال کیا جائے، تو اس کو گھر کہا جاتا ہے، اور اگر اس میں کاروبار اور معاشی مشغلہ اختیار کیا جائے، تو اس کو کارخانہ، فیکٹری یا دفتر، ہوٹل، پٹرول پمپ وغیرہ کہا جاتا ہے، تعلیمی مشغلہ اختیار کیا جائے، تو مکتب، مدرسہ، جامعہ یا سکول، کالج وغیرہ کہا جاتا ہے، اور کوئی جگہ مسجد بنائے بغیر نماز کے لئے مختص کر دی جائے، تو اس کو مصلیٰ کہا جاتا ہے، اور بھی سینکڑوں نہیں، ہزاروں قسم کی جگہیں ہوتی ہیں۔

پانچویں مطلقاً گھروں میں جمعہ کی اجازت اس عنوان سے نہیں دی جا رہی، کہ گھروں میں جمعہ جائز ہے، کہ اس کی نظیر کو تلاش کیا جائے، بلکہ ان جگہوں پر جمعہ کی اجازت دی جا رہی ہے، جہاں شرائط جمعہ پائی جائیں، خواہ وہ کوئی کھلا گھر ہو، فیکٹری ہو، کارخانہ ہو، یا چھت وغیرہ ہو، اور ایسے مقامات، جہاں شرائط جمعہ پائی جائیں، اور وہ مسجد نہ ہوں، ان میں جمعہ ادا کرنے کی نظیریں تاریخ میں بکثرت مل جائیں گی۔

چھٹے فقہائے کرام نے جمعہ کے لیے شہر وغیرہ کی حدود کو کافی قرار دیا ہے، نہ تو مسجد کو ضروری قرار دیا، اور نہ ہی جمعہ درست ہونے کے لیے حلقہ کبیر، یا بڑے اجتماع کو شرط قرار دیا۔ ان تمام امور سے صرف نظر کیسے کر لیا گیا۔

ساتویں اس منسلکہ تحریر اور فتوے میں فقہائے کرام میں سے کسی کی طرف سے وجوب جمعہ وصحت جمعہ کی بیان کردہ شرائط کا ذکر نہیں کیا گیا۔

اس طرح کے اجمال و ابہام سے کئی قسم کے شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں، اور ہو رہے ہیں۔ آٹھویں اس طرح کی تحریر و فتوے سے بہت سے دوسرے مواقع پر بھی جمعہ کا عدم جواز لازم آتا ہے، جس پر عام حالات میں بھی اہل افتاء کی طرف سے عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جاتا۔

(3)..... اس موقع پر یہ وضاحت کرنے کی ضرورت تھی کہ کیا ہر جگہ کسی چیز سے سکوت، اس کے عدم ثبوت، اور اس سے بڑھ کر عدم جواز کو مستلزم ہوا کرتا ہے۔

دوسرے اگر صراحتاً کسی چیز کا اثبات یا جواز نہ ہو، لیکن قواعد و شرائط سے اس کا ثبوت و جواز ہوتا ہو، تو کیا پھر بھی عدم جواز کا حکم لگانا درست قرار پاسکتا ہے، بالخصوص جبکہ وہ حالت بھی مخصوص مجبوری، اور عارضی و معروضی نوعیت کی ہو۔

چنانچہ موجودہ مخصوص حالات میں جگہ جگہ گھروں میں جماعت اور بغیر جماعت کے پنج وقتہ نمازیں ہو رہی ہیں، جن پر بکثرت علمائے کرام جواز کا حکم لگا رہے ہیں، یہ طرز عمل بھی تو عمومی حالات میں صراحتاً ثابت نہیں۔

تیسرے اگر کچھ لوگ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ ان کو نماز جمعہ نہ مل سکا، ایسی صورت میں وہ کیا دوسری مسجد میں جا کر باجماعت، جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں، جبکہ وہ چار یا اس سے زیادہ عاقل، بالغ افراد ہوں، اور اگر دوسری مسجد میں پڑھ سکتے ہوں، غیر مسجد میں نہ پڑھ سکتے ہوں، تو ان دونوں کا الگ الگ ثبوت اور ماہ الفرق کیا ہوگا؟

چوتھے عام حالات میں تو ہر مسلمان کو معلوم ہوتا ہے کہ اسے اگر ایک جگہ جمعہ نہ ملا، تو وہ دوسری مسجد وغیرہ میں جا کر پڑھ لیتا ہے، بصورت دیگر ظہر پڑھ لیتا ہے، لیکن ملک کے موجودہ مخصوص حالات میں تو اس کے لیے اس طرح دوسری، بلکہ کسی بھی مسجد میں جانا مشکل ہے، اس حالت میں اس کے لیے اپنے فریضہ جمعہ کو ادا کرنے کا متبادل طریقہ کیا ہوگا؟

پانچویں جمعہ فوت ہونے کا یہ تصور تو تعدد جمعہ کو ناجائز قرار دینے کی صورت میں ہے، جبکہ ہمارا زیر بحث مسئلہ تعدد جمعہ کے جائز ہونے کی صورت میں ہے، جیسا کہ باحوالہ آگے آتا ہے۔

(4)..... اولاً تو یہ تعبیر نہایت مجمل و مبہم ہے، جس میں مسجد دون مسجد، اور حلقتہ دون حلقتہ کی کوئی حد بندی نہیں کی گئی۔

دوسرے اگر یہی بات ہو، تو پھر فقہائے حنفیہ نے جو کم از کم چار عاقل، بالغ افراد کو جواز جمعہ کے درست ہونے کے لیے کافی قرار دیا ہے، اور مسجد کو بھی ضروری قرار نہیں دیا، اس کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔

تیسرے اسلام کے ابتدائی زمانوں میں عموماً شہر میں ایک جگہ ہی جمعہ ہوتا تھا، اور اس وقت اسی کو حلقہ کبیر کہا جاتا تھا، بعد میں اس میں توسع آتا چلا گیا، اور حلقہ کبیر کی حیثیت تبدیل ہوتی چلی گئی۔

چوتھے دنیا جہان میں ہونے والے تمام جمعہ کی نمازوں کے حلقے اور اجتماعات ایک جیسے نہیں ہیں، بلکہ اُن میں باہم بہت فرق ہے۔

(5)..... یعنی یہی سوال، بحالات موجودہ، پنج وقتہ نمازوں اور صفوں و نمازیوں کے درمیان خلاء و فاصلہ رکھنے کے متعلق بھی عائد ہوتا ہے، جس پر علماء کو اعتراض نہیں۔

دوسرے عوام بھی دنیا کے حالات سے بخوبی واقف ہیں، کہ یہ اجازت، فرض نمازوں کی طرح مخصوص حالات میں ہے، جبکہ پوری دنیا میں لاک ڈاؤن کا سماں ہے، ہمیشہ کے لئے ایسا نہیں ہے، جب حالات درست ہو جائیں گے، تو لوگ کیسے اپنی جگہوں پر جمعہ پڑھیں گے، اور اگر شاذ و نادر کسی نے جرأت کی، تو اگر کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے کی، تو اس سے شریعت منع نہیں کرتی، اور اگر غیر شرعی طرز عمل اختیار کیا، تو اسے اس سے آگاہ کیا جائے گا، بلکہ دوسرے عوام ہی اسے گوارا نہ کریں گے۔

تیسرے کیا اس طرح کے خدشے کی بنا پر، دین اسلام کی دی ہوئی ضرورت کے وقت کی ایک سہولت کو ختم کیا جاسکتا ہے، یا کسی شرعی حکم میں ترمیم کی جاسکتی ہے؟

(6)..... یہ بات تو درست ہے، لیکن نہایت مجمل و مبہم ہے، کیا اگر کوئی محض خواتین کے ذریعہ انعقادِ جمعہ کو جائز قرار دے، یا مسجد سے آنے والی آواز پر اپنے یہاں گھر میں رہتے ہوئے نمازِ جمعہ میں اقتداء کرنے کو جائز قرار دے، یا فقہائے کرام کی بیان کردہ کوئی دوسری معتبر شرط مفقود ہونے پر، مثلاً دو افراد کی صورت میں بھی نمازِ جمعہ کو جائز قرار دے، اس کے فتوے کے بھی یہی حیثیت ہوگی؟ یا اس کے لیے کوئی اصول کار فرما ہوگا، اس کی وضاحت ضروری ہے۔

کیونکہ آج کل جس طرح معاشرے میں مفتیوں کی کمی نہیں، ان کے فتاویٰ کی بھی کمی نہیں، ہر فارغ التحصیل عالم، مفتی بن کر فتویٰ دینے پر جری نظر آتا ہے، بلکہ بعض تو غیر عالم ہو کر بھی علامۃ الدہر، اور مفتی و مجتہد ہونے کا کردار ادا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

(7)..... ہماری نظر میں حنفیہ کی طرف سے پیش کردہ عبارات سے نہ تو مذکورہ مدعا کا ثبوت مل سکا، اور نہ ہی پیش کردہ دلائل سے یہ مدعا ثابت ہو سکا، بلکہ حنفیہ سے اس کے برخلاف ہی جا بجا تصریحات ملیں۔

دوسرے اس کے جواب میں کہنے والا بعینہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ایک طرف تو لوگ مسجد میں جا کر بڑے اجتماعات میں جمعہ کی نماز سے محروم ہو گئے، اور دوسری طرف ان کو اپنے مقام پر رہتے ہوئے فقہائے کرام کی بیان کردہ شرائط کے مطابق جمعہ کی مشروع جماعت کے اجرو ثواب، بلکہ اس کے وجوب و صحت کی ادائیگی سے بھی تکلف محروم کر دیا جائے۔

تیسرے شرعاً شہر میں جمعہ کے دن، نماز جمعہ پر ابھارا گیا ہے، نماز ظہر پر نہیں ابھارا گیا، بلکہ اس کی طرح طرح سے حوصلہ شکنی کی گئی، یہاں تک کہ بہت سے فقہائے کرام نے تو غیر معذور کی نماز ظہر کو سرے سے معتبر ہی نہیں سمجھا، اور بعض نے معتبر سمجھا، لیکن سخت مکروہ قرار دیا، اور معذورین کے حق میں بھی ظہر کی ادائیگی پر طرح طرح سے شرائط و پابندیاں عائد کیں، یہاں تک کہ معذورین کی جماعت ظہر کو بھی مطلقاً مکروہ قرار دے دیا۔

(8)..... جمعہ کے دن، شہر میں ظہر کی نماز باجماعت کو دوسرے دنوں کی پہنچا نہ نمازوں پر جو قیاس کیا گیا ہے، یہ بھی حنفیہ کی تصریحات کے خلاف اور قیاس مع الفارق ہے، اگرچہ بعض صورتوں میں دوسرے فقہاء کے موافق ہو۔

اور اگر حنفیہ کے علاوہ دوسرے فقہائے کرام کے قول پر فتویٰ دینا مقصود ہو، تو اس کی وضاحت و تفصیل ضروری ہے، تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو، اور بات پوری طرح صاف ہو جائے۔

(9)..... منسلکہ تحریر اور فتوے میں جو موقف اختیار کیا گیا ہے، نہ اس موقف سے اتفاق کی

گنجائش ہے، نہ ہی اس کے مشدلات سے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(10)..... منسلکہ فتوے میں جو دعویٰ کیا گیا ہے، اور جو دلیل پیش کی گئی ہے، وہ ناقابل قبول ہے، جس کی فقہائے کرام سے کوئی تصریح دستیاب نہیں، بلکہ اس کے خلاف کی تصریح در تصریح دستیاب ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

مذکورہ تحریر اور فتویٰ میں نہ صرف یہ کہ جمعہ کی اہمیت، نظر انداز ہو گئی ہے، اسی کے ساتھ کئی شدید تسامحات کا بھی صدور ہوا ہے، اس لیے اب مسئلہ لہذا کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

”امداد الاحکام“ کا حوالہ

منسلکہ تحریر اور فتوے میں ”امداد الاحکام“ کی جس عبارت کا ذکر کیا گیا ہے، شاید اس کو پوری طرح ملاحظہ کیا ہی نہیں جاسکا، ورنہ امداد الاحکام کی مکمل عبارت میں آگے پیچھے نہ صرف یہ کہ اذن عام کے مسئلے کو منسوخ اور صاف کر دیا گیا ہے، بلکہ منسلکہ تحریر و فتوے میں جن عبارات سے مجبوث فیہ حالت میں جمعہ کو ناجائز اور اس کے مقابلے میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز کے باجماعت پڑھنے کے مکروہ ہونے کی نفی سمجھی گئی ہے، ان کے بھی نہایت معقول جوابات ذکر کر دیے گئے ہیں۔

جس کے پیش نظر بحالات موجودہ امداد الاحکام کی عبارت اور فتوے سے مذکورہ حضرات کے مدعا کے برعکس شہروں میں کم از کم چار عاقل، بالغ مرد افراد کے حق میں جمعہ کا جواز، بلکہ غیر معذور ہونے کی صورت میں جمعہ کے وجوب کا حکم اور اس کے مقابلے میں شہر میں موجود لوگوں کے لیے مطلقاً باجماعت ظہر کا مکروہ ہونا، ظاہر ہوتا ہے۔

چنانچہ امداد الاحکام میں اذن عام اور جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمعہ ہو چکنے کے بعد چند لوگوں کے جمعہ پڑھنے کے متعلق متصلاً آگے پیچھے جواب ذکر کیا گیا ہے۔

ہم ذیل میں امداد الاحکام کے وہ دونوں جوابات اور عبارت مکمل طریقے پر نقل کر رہے ہیں،

جس کے ذیل میں بعض مقامات پر ہم نے مفید سمجھے گئے حواشی کا بھی اضافہ کیا ہے، تاکہ بات پوری طرح صاف ہو جائے، اور کوئی ابہام نہ رہے۔

اب ”امداد الاحکام“ کی وہ مفصل عبارت اور مسلسل فتاویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب من جامع امداد الاحکام

صورت مسئلہ میں صرف فلاں صاحب کے (مسجد میں جمعہ کے لیے) منع کرنے سے اذنِ عام فوت نہیں ہوا، اذنِ عام ایسے شخص کی ممانعت سے فوت ہوتا ہے، جس کی مخالفت پر عوام قادر نہ ہوں، مثلاً حاکم وقت منع کر دے، اور حاکم وقت کی ممانعت سے بھی اذنِ عام اس وقت فوت ہوتا ہے، جبکہ کسی بستی میں مطلقاً جمعہ پڑھنے سے منع کر دے، اور اگر کسی ایک جگہ سے منع کرے، اور دوسری جگہ سے منع نہ کرے، تو اذنِ عام فوت نہیں ہوتا، نماز جمعہ اس بستی کی ہر مسجد میں صحیح ہوگی۔ ۱۔

۱۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارے یہاں موجودہ حالات میں حاکم وقت نے شہروں میں مطلقاً جمعہ پڑھنے سے منع نہیں کیا، بلکہ محض بڑے مجالس کے انعقاد سے منع کیا ہے، اور اپنے اپنے مقامات پر وہ نمازیں ادا کرنے کا علی الاطلاق حکم دیا ہے۔ لہذا اس کا تقاضا یہ ہوا کہ اذنِ عام کی شرط فوت نہیں ہوئی، بلکہ تعدد جماعات و جمعات میں مزید توسع اور گنجائش نکل آئی، اور مندرجہ بالا عبارات میں مسجد کی قید استزائی نہیں، بلکہ اتفاقی یا امر واقعی ہے، جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے، ورنہ شہروں میں جمعہ کا جواز، مسجد اور غیر مسجد میں عند الحفیۃ برابر ہے۔

یہ طوطا رہنا بھی ضروری ہے کہ حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مسلمان حاکم وقت یا اس کے نائب اور مجاز شخص نے وہاں جمعہ قائم کرنے کی اجازت دی ہو، اور یہ اجازت جس طرح صراحتاً کافی ہے، اسی طرح دلائل بھی کافی ہے۔ اسی وجہ سے بعض حنفیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ جہاں حاکم وقت کو جمعہ قائم کرنا معلوم ہو، اور وہ اس پر سکوت و خاموشی اختیار کرے، تو یہ بھی دلائل اجازت سمجھا جاتا ہے۔

اور بعض حنفیہ نے فرمایا کہ اگر کسی جگہ مسلمان حاکم یا اس کا نائب موجود نہ ہو، تو وہاں کے لوگوں کو خود کسی امام کو مقرر کر کے جمعہ کی نماز قائم کرنا جائز ہے۔

جبکہ بعض حنفیہ نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لئے اجازت حاکم کی شرط، فی نفسہ عبادت جمعہ کی ادائیگی کے لیے ضروری نہیں، بجزگاہ نمازوں کی طرح، اور جمعہ، ظہر ہی کے قائم مقام، فرض عبادت ہے، اور اذنِ حاکم کی شرط اس مصلحت سے رکھی گئی تھی کہ جمعہ کی نماز ایک بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، جس میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور فتنہ و فساد کا خوف ہوتا ہے، لہذا اگر حاکم یا اس کا نائب و نمائندہ موجود ہوگا تو فتنہ کی روک تھام کر سکے گا اور انتظام

اور فلاں صاحب کی یہ حرکت خلاف شرع تھی کہ ان سے چندہ وصول کرنے پر ایسا جبر کیا، اور نمازیوں کو نماز سے روکا، اس کو علانیہ اپنی حرکت سے توبہ کرنی چاہیے، اور خدا تعالیٰ سے استغفار کرے، واللہ اعلم بالصواب، ظفر احمد عفا عنہ۔

الجواب من جامع تتمہ امداد الاحکام:

ظاہر یہی ہے کہ صرف زبان سے کہہ دینے کی وجہ سے اذن عام تفریح نہیں ہوتا، الاً آنکہ کہنے والا صاحب حکومت ہو، اور فعلاً منع کرنا، حاکم وغیر حاکم ہر دو کی جانب سے ہو سکتا ہے، یعنی اگر غیر حاکم بھی مسجد کا دروازہ بند کر دے، یا پہرہ زبردست دروازہ پر لگا دے، تو اذن عام فوت ہو جائے گا۔

اور یہ سب تفصیل جب ہے، جبکہ وہاں ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہے، اور اگر دوسری

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

درست رہے گا، ورنہ فی نفسہ یہ شرط جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے ضروری نہیں، لہذا اگر کسی علاقے کے لوگ کسی امام کی اقتداء میں مل کر جمعہ کی نماز پڑھیں، اور اس قسم کا فتنہ لازم نہ آئے، تو وہ بلاشبہ جائز اور درست ہے، اور ہمارے نزدیک یہ نہایت معقول توجیہ ہے۔

اور موجودہ دور میں جبکہ مسلمان بہت سے ایسے ملکوں میں آباد ہیں کہ جہاں مسلم حکمرانوں کا وجود نہیں، اور جہاں مسلم حکمران موجود ہیں، وہاں بھی بیشتر مقامات پر حکمرانوں کو اسلامی احکام سے وابستگی اور جمعہ کی نماز کے قیام اور اس کی اجازت دینے لینے سے دلچسپی، اور کوئی خاطر خواہ سروکار نہیں، اور نہ ہی حکمران کی اجازت کے بغیر جمعہ قائم کرنے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہوتا ہے، ان حالات میں مقامی لوگوں یا مسجد کی انتظامیہ کی طرف سے کسی کو امام بنا کر اس کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کرنا بلاشبہ درست ہے۔

اور یہ تفصیل حنفیہ کے نزدیک ہے، جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر اکثر و جمہور فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لیے حاکم وقت کی طرف سے باقاعدہ قیام جمعہ کی اجازت کا پایا جانا ہی ضروری نہیں۔ محمد رضوان خان۔

الأمرء أحق بإقامة الصلاة وهو قول علي كرم الله وجهه: أربع إلى الإمام الخ، وليس وجود الإمام شرطاً (حجة الله البالغة، ج ۲ ص ۴۲، باب حکایة حال الناس قبل المائة الرابعة وبعدها، العبدان) واما امامت خلیفہ یا نائب او، پس امر متروہ بود و منشاء آن امر است بمقدم والی در محل ولائمت خود، پس مخصوص باشد بحضور والی و بطریق استحباب باشد، چنانکہ تقدیم آقرء بر اعلم و سائر نظائر مسئلہ و اثر حضرت علی کہ اربع الی الامام، الخ، محمول بر ندب تقدم والی در محل ولائیت خود است (مصطفیٰ، ج ۱ ص ۱۵۲، باب التثدیة علی من ترک الجمعة بغیر عذر، مطبوعہ فاروقی، دہلی)

(تفصیل وحوالہ جات کے لیے ملاحظہ ہو، ہماری تالیف ”جمعہ مبارکہ کے فضائل و احکام“)

جگہ بھی جمعہ ہوتا ہو، تو بہر حال جمعہ جائز ہو جائے گا۔

فی الشامی ”قلت: وينبغي أن يكون محل النزاع ما إذا كانت لا تقام إلا في محل واحد، أما لو تعددت فلا لأنه لا يتحقق التفويت كما أفاده التعليل تأمل“
پس صورتِ مسئلہ میں جمعہ صحیح ہوتا رہا۔ اے

۱۔ علامہ مظہر احمد عثمانی اور مولانا مفتی عبدالکریم مگھتوی رحمہما اللہ کے مذکورہ مشترک فتوے سے معلوم ہوا کہ جب کسی ہستی میں ایک سے زیادہ مقامات پر جمعہ ہوتا ہو، تو اذن عام ہونے کی شرط ضروری نہیں رہتی، یہی بات علامہ ابن عابدین شامی نے بیان فرمائی ہے، اور اس کی وجہ انہوں نے فقہائے کرام کی بیان کردہ تعلیل کو قرار دیا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ علت پر ہی حکم کا مدار ہوا کرتا ہے۔

چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ:

قلت: وينبغي أن يكون محل النزاع ما إذا كانت لا تقام إلا في محل واحد، أما لو تعددت فلا لأنه لا يتحقق التفويت كما أفاده التعليل تأمل (رد المحتار

، ج ۲، ص ۱۵۲، کتاب الصلاة، باب الجمعة)

ملاحظہ فرمائیے کہ علامہ شامی کی مذکورہ بالا عبارت میں کتنی صراحت کے ساتھ یہ بات مذکور ہے کہ جب شہر کے مختلف مقامات پر جمعہ ہو، تو ”تفویت“ تحقق ہی نہیں ہوتی، پھر منسلک تحریر اور فتوے میں شہر کے اندر تعدد و جمعہ کو تسلیم کرنے کے باوجود ”اذا فاتتهم الجمعة“ کے بڑبڑیے سے جمعہ فوت ہونے اور اس پر بناء علی البناء کا کیسے تصور قائم کر لیا گیا؟ حالانکہ اوپر کی عبارت سے واضح ہو چکا کہ اس صورت میں تو جمعہ فوت ہونے کو تحقق اور وجود ہی نہیں ملتا، الٰہیہ کہ کوئی دوسری معقول و مؤثر وجہ، جمعہ فوت ہونے کی ہو۔

پس ہمارا زیر بحث مسئلہ اس صورت میں ہے، جبکہ شہر میں متعدد مقامات پر جمعہ کی نمازیں ادا کی جائیں، بلکہ اسی کے لئے ساری جدوجہد ہے، جس کی حاکم وقت کی طرف سے ممانعت بھی نہیں، بلکہ جہاں کہیں بھی شہروں میں پہلے سے جمعہ کی مختلف نمازیں جاری ہیں، وہاں بھی ممانعت نہیں، صرف تکثیر مجامع کی ممانعت ہے، لہذا اس صورت میں اذن عام کی شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے مساجد کے دروازے بند کر کے، یا گھروں میں جمعہ کو ناجائز قرار دینا راجح نہ رہا۔

یہ بھی یاد رہے کہ حنفیہ کی ”ظاہر الروایۃ“ میں ”اذن عام“ کی شرط کا ذکر نہیں پایا جاتا، البتہ ”نوادر“ کی ایک روایت میں ”اذن عام“ کی شرط کا ذکر پایا جاتا ہے، اور ائمہ مظلما غیر حنفیہ بھی اس شرط کا سرے سے اعتبار نہیں کرتے۔

باقی رہا بعض ناہنیں کا یہ فرمانا کہ اس قسم کے جمعہ کا اسلامی معاشرے میں رواج نہیں رہا، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ رواج کا کس نے دعویٰ کیا، اصل بات تو یہ ہے کہ اگر ایسے حالات پیش آجائیں کہ گھروں سے باہر نکلنا، دشوار ہو جائے، خواہ دشمنوں کے خوف کی وجہ سے، یا پھر حکم حاکم کی وجہ سے، اور گھر کے باشندوں میں وجوب جمعہ کی شرائط موجود ہوں، تو کیا ان پر کسی دوسرے طریقے سے جمعہ واجب، یا جائز نہ ہوگا، یا ان کے لیے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ نہ رہے گا، یا مستحب ہو جائے گا۔
﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

واللہ اعلم . احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۱۰/ جمادی الاخریٰ 1348ھ۔

سوال:

یہاں جمعہ کی نماز ایک ہی جامع مسجد میں ہوتی ہے، گاہ گاہ بعض بعض نمازیوں کے پہنچنے سے قبل ہی نماز جمعہ ختم ہو جاتی ہے، اب وہ لوگ دوسری مسجد میں جا کر اذان و اقامت کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا جمعہ کی نماز ادا کریں، یا فرادی فرادی ظہر کی نماز پڑھیں، جو کچھ شریعت کا حکم ہو، اس سے اطلاع دیجیے؟

الجواب:

فی الدر المختار: (و کذا أهل مصر فاتتهم الجمعة) فإنهم يصلون الظهر بغير اذان ولا إقامة ولا جماعة.

وقال الشامي: الظاهر أن الكراهة هنا تنزيهية لعدم التقليل والمعارضة المذكورين ويؤيده ما في القهستاني عن المضمرات

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اس کا ثبوت ہمیں فقہائے کرام اور بطور خاص فقہ حنفی سے درکار ہے، جو کہ نادر ہے، الا یہ کہ کسی ایسی شرط کو لازم کیا جائے، جو موجودہ دور میں ہمارے یہاں مفہمٰی یہ نہیں، مثلاً تعدد جمعہ کا عدم جواز، یا سلطان یا اس کے نائب کی موجودگی، یا تعدد جمعہ کے وقت بھی اذن عام کا شرط ہونا، وغیرہ وغیرہ۔

جیسا کہ مفہوم میں اتصال کا بھی نصوص میں حکم ہے، اور اس طرح تفریق و تقسیم کے ساتھ کچھ فاصلہ پر کھڑے ہو کر نماز باجماعت کا معروف طریقہ نہیں، بلکہ عام حالات میں مکروہ ہے۔

اور اس کے بعد بھی عند الحنفیہ شہر میں جمعہ کے دن، نماز ظہر کے باجماعت پڑھنے کے مکروہ ہونے کی نفی اور اس کے مقابلے میں استحباب کا ثبوت پھر بھی ضروری ہوگا، جو کہ موجود نہیں، بلکہ عند الحنفیہ کراہت علی الاطلاق ہے، جو کہ اہل حنفیہ سے تو کم نہیں، اور کراہت تحریمی کی طرف ہی حنفیہ کے ایک بڑے طبقہ کا رجحان ہے۔ محمد رضوان خان۔

ولم يشترط غير الحنفية هذين الشرطين، فلا يشترط إذن الإمام لصحة الجمعة، ولا حضوره (الفرق الاسلامي وادلته، ج ۲، ص ۲۹۸، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب الخامس) واعلم أن هذا الشرط لم يذكر في ظاهر الرواية ولذا لم يذكره في الهداية بل هو مذکور في النوادر ومشى عليه في الكنز والوقاية والنقاية والملتقى وكثير من المعتمبات (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۱۵۲، باب باب الجمعة)

یصلون و حدانا استحبابا اھ (ج ۱ ص ۸۵۶)

وفی البحر الرائق (ج ۲ ص ۱۵۴) قال فی الظہیریۃ جماعۃ فاتتہم
الجمعة فی المصر فإنہم یصلون الظہر بغير أذان، ولا إقامة، ولا
جماعۃ اھ۔

وہكذا فی الخلاصۃ، ج ۱ ص ۲۱۱۔

تو اعد سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مصر میں کم از کم چار شخص جمعہ سے رہ جاویں، تو وہ
جمعہ کی نماز دوسری مسجد میں پڑھ لیں۔

اور ان سب میں وجوب جمعہ کی شرطیں پائی جاتی ہوں، تو جمعہ واجب ہو۔

اور اگر فقط صحت کی شرطیں ہوں، تو واجب نہ کہا جاوے، لیکن پڑھیں، تو صحیح ہو۔ ۱۔

مگر جزئیہ کوئی نہیں ملا۔ ۲۔

بلکہ روایات مذکورہ بالا سے بظاہر اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں تنہا

۱۔ امدالاحکام کی اس عبارت سے ہمیں صد فیصد اتفاق ہے کہ حنفیہ کے قواعد کے مطابق اگر کم از کم چار،
عاقل، بالغ مرد ایسے ہوں، جن پر حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز واجب ہو، مثلاً وہ مقیم ہوں، اور مصر، یا قریہ
مخصوصہ میں موجود ہوں، اور مریض نہ ہوں، وغیرہ وغیرہ، ان پر جمعہ کی نماز واجب ہے، یعنی ان کا نماز جمعہ کو
ترک کرنا، گناہ ہے۔

اور اگر وہ چار افراد، مسافر، یا مریض وغیرہ ہوں، جن پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، لیکن وہ جمعہ کی نماز پڑھیں، تو
ان کی نماز جمعہ درست ہے، اور اس کی وجہ سے ان کے ذمہ سے وقت کا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے، اور کوئی
کراہت بھی لازم نہیں آتی، رہا مسجد کی قید کا معاملہ، تو وہ قید سوال میں مذکور ہونے کی وجہ سے واقعی ہے،
احترازی نہیں، حنفیہ نے بھی مسجد کو جمعہ کے لیے شرط قرار نہیں دیا۔ محمد رضوان خان۔

۲۔ جو بات قواعد اور اصول سے واضح ہو، اس کی حیثیت جزئیہ سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے، کیونکہ قواعد
اپنی جزئیات پر بھی محیط ہوتے ہیں، ورنہ ان کو قواعد کیوں کہا جائے، اور حنفیہ کے قواعد سے یہ بات واضح ہے،
کہ کم از کم چار عاقل، بالغ، صحت مند، مقیم، مرد کسی جگہ شہر میں موجود ہوں، ان پر جمعہ واجب ہے، اور اگر
مریض یا مسافر ہوں، تو ان کا جمعہ پڑھنا صحیح ہے۔

جہاں تک تعدد جمعہ اور اذان عام کی شرط کا تعلق ہے، تو اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، اور کچھ ذکر آگے آتا ہے۔
محمد رضوان خان۔

تنہا ظہر پڑھیں۔ ۱

۱ مگر یہ بھی بظاہر ہی خلاف معلوم ہوتا ہے، حقیقت میں وہ بھی خلاف نہیں، جیسا کہ آگے آنے والی تاویلات و توجیہات اور پھر اس کے بعد کی تفصیلات سے معلوم ہوگا، اور کچھ پہلے بھی معلوم ہو چکا، اور اگر ان میں سے کوئی توجیہ یا تاویل اختیار نہ کی جائے، تو پھر قواعد سے معارضہ لازم آئے گا، جس کو کسی دوسری تاویل سے دور کرنا پھر بھی ضروری ہوگا۔ اور ہمارے نزدیک اس قسم کی عبارات کا اصل مقصود، یہ بتلانا ہے کہ ان لوگوں کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ ان عبارات میں ”فاتھم الجمعة“ کے الفاظ ہیں، اور جمعہ فوت ہونے کے مفہوم میں وہی لوگ داخل ہیں، جن کو جمعہ کی ادائیگی کی قدرت نہ ہو، خواہ اس وجہ سے کہ ان میں خود سے جمعہ قائم ہونے کی شرائط نہ پائی جائیں، مثلاً وہ چار عاقل، بالغ افراد سے کم ہوں، یا تعدد جمعہ کو ناجائز قرار دیا جائے، یا سلطان یا اس کے نائب کو ضروری قرار دیا جائے۔

رہی وہ صورت کہ جس میں ان کا نماز جمعہ سرے سے فوت ہی نہ ہو، بلکہ اس کو ادا کرنے کی قدرت اور شرائط صحت موجود ہوں، اس سے یہ عبارات خاموش ہیں، جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حنفیہ میں اس مسئلہ کی بنیاد معذور اور غیر معذور، ہر قسم کے لوگوں کے لیے، شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنے کی کراہت کو بیان کرنا ہے، اسی کی ایک صورت جمعہ فوت ہو جانے والوں کی ہے کہ وہ بھی جمعہ فوت ہونے کی وجہ سے معذورین میں شامل ہو جاتے ہیں، چنانچہ فقہائے کرام نے یہ مسئلہ اسی ضمن میں بیان فرمایا ہے، اور اصحاب مذہب حنفیہ سے بھی اس کا ثبوت اپنے اطلاق کے ساتھ ہی مروی ہے، بہت سے حضرات نے اس کی تعبیر صراحتاً وہی اختیار فرمائی ہے، جس کا ہم نے ذکر کیا، اس کی تفصیل تو آگے حنفیہ کی مختلف عبارات کے ضمن میں آتی ہے، بطور نمونہ چند عبارات، اس موقع پر ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ محمد رضوان خان۔

ویکروہ أن یصلی الظہر فی جماعة یوم الجمعة فی سجن وغیر سجن (الجامع الصغیر، ص ۱۱۲، باب فی صلاة الجمعة)

ویکروہ أن یصلی الظہر یوم الجمعة فی المصر جماعة فی سجن أو فی غیر سجن (المبسوط، لشمس الأئمة السرخسی، ج ۲، ص ۳۵، باب صلاة الجمعة)

ویکروہ أن یصلی المعذرون الظہر بجماعة یوم الجمعة وکذلک أهل السجن (مختصر القدوری، ص ۴۰، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

یکروہ للمعذور أن یصلی الظہر یوم الجمعة فی جماعة. (التجريد للقنوری، ج ۲، ص ۴۹۸، کتاب الصلاة، یکروہ للمعذور أن یصلی الظہر یوم الجمعة فی جماعة)

ویکروہ لأصحاب الأعذار أن یصلوا الظہر یوم الجمعة جماعة فی المصر (المختار، معالاًختیار، ج ۱ ص ۸۴، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

ویکروہ لاهل السجن وغیرهم ان یصلوا الظہر بجماعة یوم الجمعة (کتاب التجنیس والمزید، جزء ۲، صفحہ ۲۰۹، باب الجمعة، ادارة القرآن، کراتشی، الباکستان)

"ویکروہ أن یصلی المعذرون الظہر بجماعة یوم الجمعة فی المصر وکذا أهل السجن (الهدایة فی شرح بداية المبتدی، ج ۱، ص ۸۳، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

لیکن خلاف قواعد ہونے کی وجہ سے ان روایتوں میں تاویل کی جاوے گی۔ ۱
 اور میرے نزدیک ان روایتوں میں کئی تاویلیں ہو سکتی ہیں:
 اول تو یہ کہ ان روایتوں کو مثنیٰ کہا جاوے، تعدد جمعہ کے عدم جواز پر۔
 اور جب مفتیؒ یہ جواز تعدد ہے، تو یہ روایت بھی مفتیؒ یہ نہ رہے گی۔
 ”وہذا ماقالہ سیدی، وهو وجه وجہ“ ۲

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وكره للمعدور والمسجون أداء الظهر بجماعة في المصر (كنز الدقائق، ص ۱۹۰،
 كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)
 (قوله وكره للمعدور والمسجون أداء الظهر بجماعة في المصر)؛ لأن المعدور، وقد
 يقتدى به غيره فيؤدى إلى تركها (البحر الرائق، ج ۲ ص ۱۶۶، كتاب الصلاة، باب صلاة
 الجمعة)
 ومن لا تجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبادى لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم
 الجمعة بأذان وإقامة والمسافرون إذا حضروا يوم الجمعة في مصر يصلون فرادى
 وكذلك أهل المصر إذ فاتتهم الجمعة وأهل السجن والمرضى، يكره لهم الجماعة
 (فتاوى قاضيخان، ج ۱ ص ۱۳۹، كتاب الصلاة)
 ”وكره للمعدور“ كمرضى ورقيق ومسافر ”والمسجون أداء الظهر بجماعة في
 المصر يومها“ ای الجمعة (مراقى الفلاح شرح نورالایضاح، ص ۱۹۹، كتاب الصلاة،
 باب الجمعة)

۱۔ بلکہ قواعد و اصول سے معارضہ شتم کرنے کے لئے اس طرح کی تاویل واجب ہوگی، اور یہ کوئی مبالغہ نہیں، بلکہ حقیقت
 ہے، کیونکہ قواعد کی حیثیت، کسی جزئیہ سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتی ہے، اور اگر جزئیہ یا جزئیات سے قواعد کا معارضہ
 کیا جاتا رہے، اور اس سے بڑھ کر ان جزئیات کو قواعد پر ترجیح دی جاتی رہے، تو قواعد کی کوئی حیثیت ہی باقی نہ رہے، بلکہ
 قواعد کو قواعد، اور جزئیات کو جزئیات کہنا بھی درست نہ رہے، اور اس کے برعکس قواعد کو جزئیات اور جزئیات کو قواعد کہنے کی
 ضرورت پیش آئے، واللازم باطل فالملزوم ایضا باطل۔ محمد رضوان خان۔

۲۔ مطلب یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک تعدد جمعہ کا جواز مفتیؒ یہ ہے، لہذا جب ”البحر الرائق“ اور ”خلاصۃ
 الفتاویٰ“ کی روایات کو اس کے برعکس، تعدد جمعہ کے عدم جواز کے قول پر محمول کیا جائے گا، تو ان روایات کی رُو سے، کسی
 جگہ سے جو نفوت ہونے والے لوگوں کے لیے، جمعہ کے بجائے، ظہر پڑھنے کا حکم لگانا بھی غیر مفتیؒ یہ ہوگا۔
 چنانچہ امداد الاحکام میں ہی ہے:

امام صاحب علیہ الرحمۃ کا مذہب صحیح، جو متون معتبرہ میں موجود ہے، اس کی بناء پر تعدد جمعہ علی الاطلاق

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

دوسرے یہ کہ جماعت کے لفظ کو محمول کیا جائے، چار سے کم پر، یعنی دو یا تین آدمی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

درست ہے (امداد الاحکام، ج ۱ ص ۹۳، کتاب الصلاة، فصل فی الجمعة والعیدین، مطبوعہ:

مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: محرم ۱۴۳۰ھ، جنوری ۲۰۰۹ء)

پھر فقہائے کرام نے جوازِ تعدد و جمعہ کا مسئلہ بیان کرتے وقت، جماعت کے ایک سے زیادہ ہونے کی کوئی حد بندی نہیں فرمائی، جس کی رُو سے اگر شہر میں چار، چار عاقل، بالغ افراد جگہ جگہ جمعہ قائم کریں گے، خواہ وہ جمعہ قائم کرنے کے متعدد مقامات سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں کیوں نہ ہوں، اصولی طور پر ان کو درست قرار دیا جائے گا، وہ الگ بات ہے کہ عام حالات میں اس طریق عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی، لیکن اصولی طور پر، ان کے غیر درست ہونے کا حکم لگانا بھی، درست نہ ہوگا، بالخصوص مجبوری و معذوری کے حالات میں۔

اور مندرجہ بالا تاویل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی بیان کردہ ہے، جس کو عمدہ توجیہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ اوپر کی عبارت میں تصریح ہے۔

اور اس تاویل یا توجیہ کے راجح ہونے کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ جب تعدد و جمعہ جائز ہوگا، تو ایک جگہ جمعہ ہونے کے بعد، دوسری جگہ جمعہ کا ادا کرنا ممکن ہوگا، ورنہ تو یہ کہنا لازم آئے گا کہ ایک جگہ جمعہ ہو جانے کے بعد سب لوگوں کا جمعہ فوت ہو جاتا ہے، اور اس کو ادا کرنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔

حالانکہ مفتی یہ قول کے مطابق، جب ایک جگہ جمعہ ہو گیا، تو دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنا ممکن ہے، اور ادا نیگی جمعہ و اعتقاد جمعہ کا جو حکم شہر کی مسجد میں ہے، وہی شہر کے غیر مسجد والے حصے میں بھی ہے۔

جس کی رُو سے منسلک تحریر و فتوے میں فقہائے کرام کی وہ عبارات، جن سے جمعہ کے درست نہ ہونے اور اس کے بجائے ظہر کی نماز کے راجح ہونے پر استدلال کیا گیا ہے، یہ مدعی اس صورت میں ثابت ہی نہیں ہوتا، جب تعدد و جمعہ کو جائز قرار دیا جائے، اور مفتی یہ قول چونکہ تعدد و جمعہ کے جواز کا ہے، اس لئے مفتی یہ قول کی رُو سے شہر میں موجود مقیم، صحت مند کم از کم چار عاقل، بالغ، مرد حضرات پر جمعہ کی نماز واجب ہوئی، اور درست ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں، اور غیر مجوزین کا استدلال ان ہی عبارات سے تھا، پس وجوب جمعہ اور صحت جمعہ کا حکم اپنی جگہ برقرار رہا، پھر جمعہ کو درست نہ کہنے کے ثبوت کے لئے کسی دوسرے استدلال کی ضرورت ہوگی، اور نہ ہونے کی صورت میں مدعی، دلیل کے بغیر کہلائے گا۔

سلف کے زمانے میں چونکہ عموماً شہر میں ایک جگہ ہی جمعہ ہوتا تھا، وہاں جمعہ ہونے کے بعد، جمعہ فوت ہو جاتا تھا، اور پھر اس کو ادا کرنے کی کوئی صورت نہ رہتی تھی، اس لیے اس زمانے کے اعتبار سے فوت ہونا کہا گیا، بعد میں تعدد و جمعہ کو جائز قرار دیا گیا، تو اب اگر چار، یا زیادہ، جمعہ کے اہل افراد، شہر میں جمعہ سے رہ جائیں، ان کو جمعہ پڑھنا، جائز ہوگا، اور اس صورت میں جب تک وقت ختم نہ ہو، اور اجازتِ حاکم بھی حائل نہ ہو، تو جمعہ فوت ہونا نہ کہلائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ تعدد و جمعہ کے بعد ہی ”احتیاط الظہر“ کا مسئلہ بھی وجود میں آیا، جس کے متعدد محققین حنفیہ اب بھی قائل ہیں، اور بعض عوام کو مفسدہ کی وجہ سے منع کرتے ہیں، ہمارے یہاں اردو فتاویٰ میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے آج اس پر فتویٰ دینا معیوب سمجھا جانے لگا، مگر ہمیں اس پر کلام ہے، جس کی کچھ تفصیل آگے آتی ہے۔ محمد رضوان خان۔

رہ جاویں، تو وہ جمعہ نہیں پڑھ سکتے، بوجہ فوت ہونے، شرط جماعت کے، بلکہ تنہا تنہا ظہر پڑھیں، کیونکہ جمعہ کے دن مصر میں ظہر کی جماعت مکروہ ہے۔

اور یہ تاویل گو خلاف ظاہر ہے، لیکن زیادہ بعید بھی نہیں، تطبیق روایات میں اس سے زیادہ بعید کا تحمل کر لیا جاتا ہے۔ ۱

اور یہ دو تاویلیں لکھنے کا ارادہ تھا، کیونکہ اور کوئی تاویل ذہن میں نہ تھی۔

لیکن عین لکھنے کے وقت ایک تیسری تاویل بھی سمجھ میں آئی، احقر کے نزدیک وہ تنہا کافی وافی ہے، اس لیے اسی پر اکتفاء کا ارادہ ہوا تھا، لیکن تتمیم فائدے کے واسطے یہ دونوں بھی درج کر دیں، ممکن ہے کہ کسی اہل علم کے نزدیک، ان میں سے کسی کو ترجیح ہو۔ ۲

وہ یہ ہے کہ یہ روایت محمول ہے، اس جگہ پر، جہاں حکومت اسلامیہ کی طرف سے قاضی وغیرہ مقرر ہو۔

۱۔ اس تاویل کے قوی ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب حنفیہ کے نزدیک، جمعہ کے لیے امام سمیت چار عاقل، بالغ افراد کا ہونا کافی ہے، اور تعدد جمعہ جائز ہے، تو پھر شہر میں کسی جگہ جمعہ ہونے کے بعد ان کا نماز جمعہ پڑھنا، اصول و قواعد کی رُو سے درست ہے، جیسا کہ مسجد یا جامع مسجد میں اس طرح کے چار افراد کا جمعہ پڑھنا، درست ہے، اور حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے لیے مسجد ہونا، شرط نہیں، تو دوسری جگہ بھی درست ہے۔

پس اگر کسی جگہ، جامع مسجد میں جمعہ ہو جائے، یا کسی دوسری مسجد میں جمعہ ہو جائے، تو جس طرح غیر جامع مسجد میں، یا کسی بھی مسجد میں چار افراد کو جمعہ پڑھنا جائز قرار دیا جاتا ہے، اسی طرح غیر مسجد کے لوگوں کے لیے بھی جائز ہوگا، اور اگر غیر مسجد میں اس لیے جمعہ کو ناجائز قرار دیا جائے کہ مسجد یا جامع مسجد میں جمعہ ہو چکا ہے، تو پھر جامع مسجد یا ایک مسجد میں جمعہ ہونے کو بھی، دوسری مسجد میں جمعہ ہونے کے لیے ناجائز قرار دینا چاہیے، جس کا کوئی بھی قائل نہیں، الا یہ کہ تعدد جمعہ کو ناجائز قرار دیا جائے، جو کہ غیر مفہمی یہ قول ہے۔

”فکذا هذا“

محمد رضوان خان۔

۲۔ جیسا کہ حکیم الامت مولانا شرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی کاراج ہونا گرا۔ محمد رضوان خان۔

اگر وہاں جمعہ فوت ہو جاوے، تو بدو ن اذنِ حاکم دوسرا جمعہ نہیں ہو سکتا۔ ۱

۱ یعنی یہ روایت اس پر محمول ہے جس کے مطابق جمعہ وعیدین کے قیام کے لئے سلطان یا اس کے نائب کا ہونا، یا اس کی اجازت کا ہونا شرط ہے، چنانچہ جمعہ وعید کی نماز فوت ہونے کے بعد اس کی ادائیگی نہ ہونے کا حکم بیان کرتے ہوئے، فقہائے کرام نے اس کی علت خود ہی مخصوص امام و سلطان وغیرہ کے نہ ہونے کے ساتھ بیان کی ہے، بلکہ بعض نے تو فوت ہونے کو مع الامام کے ساتھ مقید کیا ہے۔

خلاصہ وغیرہ میں بھی اس شرط کا ذکر ہے۔

بلکہ امام محمد نے کتاب الاصل میں اس چیز کی تصریح فرمائی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر امیر کی اجازت کے بغیر کوئی آدمی لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائے، تو ان کی جمعہ کی نماز درست نہیں ہوتی۔

ملاحظہ ہوں، مندرجہ ذیل عبارات:

قلت: أرأيت الرجل الذي لا يريد أن يشهد الجمعة، وليس له عذر من مرض ولا غيره، متى يصلي الظهر؟ قال: يصليها حين ينصرف الإمام من الجمعة. قلت: فإن صلى قبل ذلك؟ قال: يجزيه.

قلت: أرأيت الإمام يمر بمصر من الأمصار أو بمدينة من المدائن فيجمع يوم الجمعة بأهلها وهو مسافر هل يجزيهم؟ قال: نعم. قلت: لم؟ قال: لأن الإمام في هذا لا يشبه غيره؛ ألا ترى أنه لا يكون جمعة إلا بإمام.

قلت: أرأيت رجلا صلى بالناس يوم الجمعة ركعتين من غير أن يأمره الأمير؟ قال: لا يجزيهم، وعليهم أن يستقبلوا الظهر. قلت: فإن كان الأمير أمره بذلك أو كان خليفة الأمير أو صاحب شرطة أو القاضي؟ قال: تجزيهم صلاتهم (الأصل، لمحمد بن الحسن، ج ۱، ص ۳۱۰، باب صلاة الجمعة)

ومنها السلطان.....، ولو اجتمعت العامة على تقديم رجل لم يأمره القاضي، لم يجز، ولم يكن جمعة (خلاصة الفتاوى، ج ۱، ص ۲۰۸، كتاب الصلاة، الفصل الثالث والعشرون في صلاة الجمعة)

(ولا يقوم بها إلا ذو سلطان) وذلك لقول النبي صلى الله عليه وسلم " صلوا كما رأيتموني أصلي"، وكان فعله لها بإمام، فهو سلطان (شرح مختصر الطحاوى، للجصاص، ج ۲، ص ۱۲۵، باب صلاة الجمعة)

ولا تجوز إقامتها إلا بالسلطان أو من أمره السلطان (المختصر للقندوري، ص ۷۱، باب صلاة الجمعة)

والسلطان من شرائط الجمعة عندنا خلافاً للشافعي (المبسوط، لشمس الأئمة السرخسي، ج ۲، ص ۲۵، باب صلاة الجمعة)

رجل صلى الجمعة بالناس بغير إذن الإمام أو خليفته أو صاحب الشرط أو القاضي لم يجزئهم لما بيننا أن السلطان شرط لإقامتها وقد عدم (المبسوط، لشمس الأئمة السرخسي، ج ۲، ص ۳۳، باب صلاة الجمعة)

﴿بقیہ حاشیہ گلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

باقی ہمارے ملک میں چونکہ تقریباً امام کا مدار، تراویحی مسلمان پر ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إقامة الجمعة والعيدین (إليه) المبسوط، لشمس الأئمة السرخسی، ج ۲، ص ۶۲، دفن المیت قبل الصلاة علیه)

جعلنا - السلطان شرطاً فی الجمعة (المبسوط، لشمس الأئمة السرخسی، ج ۲، ص ۱۲۰، باب الجمعة)

ولا یصح افتتاح الجمعة ممن لا یكون مستجعماً لشرائطها ومن شرائطها السلطان فلهذا لا یجزیهم إلا أن یكون المتقدم ذا سلطان (المبسوط، لشمس الأئمة السرخسی، ج ۲، ص ۱۲۲، باب الجمعة)

فحاصله أن شروطه شروط الجمعة غیر الخطبة والسلطان (تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۱، ص ۲۲۷، باب صلاة العیدین)

صلاة العید إذا فاتت لا تقضى عندنا لأنها لم تشرع إلا بجماعة وسلطان، والمنفرد عاجز عن تحصيلها (المحیط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج ۱، ص ۱۵۰، الفصل الخامس فی التیمم)

ولا شیء علی من فاتته صلاة العید مع الإمام، وقال الشافعی: یصلی وحده كما یصلی مع الإمام، وهذا بناء علی أن المنفرد هل یصلی صلاة العید؟ عندنا لا یصلی، وعنده یصلی؛ لأن الجماعة والسلطان لیس بشرط عنده، فكان له أن یصلی وحده، فإذا فاتته مع الإمام لم یعجز عن قضائها.

فقال بالقضاء كالتراویح إذا فاتت بالجماعة فی رمضان یقضیها وحده؛ لأنه قادر علی قضائها، لأنه یجوز الأداء منفرداً كما یجوز بجماعة كذا هنا. وعلمائنا رحمهم الله قالوا: لا یجوز إقامتها إلا بشرائط مخصوصة منها الإمام، فإذا فاتت مع الإمام فقد عجز عن قضائها، فلا یلزمه القضاء (المحیط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج ۲، ص ۱۱۲، الفصل السادس والعشرون فی صلاة العیدین)

وإن فسدت بخروج الوقت أو فاتت عن وقتها مع الإمام سقطت، ولا یقضیها عندنا (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۱، ص ۲۷۹، فصل صلاة العیدین)

ومن فاتته صلاة العید مع الإمام لم یقضها لأن الصلاة بهذه الصفة لم تعرف قرابة إلا بشرائط لا تتم بالمنفرد (الهدایة فی شرح بداية المبتدی، ج ۱، ص ۸۵، باب: صلاة العیدین)

(لم تعرف قرابة إلا بشرائط لا تتم بالمنفرد) ش: أراد بالشرائط هی الشرائط المخصوصة بها، نحو الجماعة والسلطان والمصر والمنفرد عاجز عن ذلك، فلا یجب علیه صلاحها (البنایة شرح الهدایة، ج ۳، ص ۱۲۰، باب: صلاة العیدین)

وقوله (ومن فاتته صلاة العید مع الإمام) أى أدى الإمام صلاة العید ولم یؤدها هو (لم

﴿بقیہ حاشیہ گلی صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لیے یہ باقی ماندہ لوگ، کسی کو امام بنا سکتے ہیں، اور جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔ ۱
 كما قال صاحب الخلاصة (ص ۲۰۸): ولو اجتمعت العامة على
 تقديم رجل، لم يامرہ القاضي، لم يجز، ولم يكن جمعة، وان لم
 يكن ثمه قاضي، ولا خليفة الميت، فاجتمعت العامة على تقديم
 رجل للضرورة.

وفى الدرالمختار: (ونصب العامة) الخطيب (غير معتبر مع
 وجود من ذكر) أما مع عدمهم فيجوز للضرورة.
 وفيه ايضاً: وفى النجعة فى تعداد الجمعة لا بن جرباش
 إنما يشترط الإذن لإقامتها عند بناء المسجد، ثم لا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

يقضها) عندنا خلافاً للشافعي فإنه قال: يصلى وحده كما يصلى مع الإمام لأن الجماعة
 والسلطان ليس بشرط عنده فكان له أن يصلى وحده.
 وعندنا هي صلاة لا تجوز إقامتها إلا بشرائط مخصوصة من الجماعة والسلطان، فإذا
 فاتت عجز عن قضائها (العناية شرح الهداية، ج ۲، ص ۷۹، باب: صلاة العيدين)
 (ولا تقضى) صلاة العيد (إن فاتت مع الإمام) كلمة مع متعلقة بالضمير المستتر فى
 فاتت لا بفاتت والمعنى أن الإمام لو صلاها مع جماعة وفاتت عنه الصلاة بالجماعة لا
 يقضيهما من فاتته وعند الأئمة الثلاثة تقضى (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى
 الأبحر، ج ۱، ص ۷۲، باب صلاة العيدين)

اور یہ بات معلوم ہے کہ اس باب میں جمعہ و عیدین کا حکم حنفیہ کے نزدیک یکساں ہے۔
 چنانچہ آج بھی اردو قوائمی میں یہی مسئلہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اگر چار، یا زیادہ عاقل، بالغ افراد کی نماز عید، امام کے ساتھ رہ
 جائے، تو وہ شہر میں دوسری جگہ عید کی نماز باجماعت پڑھ سکتے ہیں، پس جہاں اس کے خلاف مجاز حاکم کا حکم نہ ہو، جیسا کہ
 موجودہ حالات میں، وہاں ممانعت نہ ہوگی۔ محمد رضوان خان۔

۱۔ باقی ماندہ لوگوں سے مراد، وہی ہیں، جو جامع مسجد میں امام کے ساتھ شریک نہ ہوں، خواہ عذر سے
 یا بغیر عذر کے، اور وہ کم از کم چار عاقل، بالغ مرد ہوں، وہ اپنے میں سے کسی کو امام بنا کر جمعہ پڑھ سکتے ہیں،
 اور حنفیہ کے نزدیک عیدین کی طرح جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں، اور موجودہ حالات میں نہ اذان حاکم شرط
 ہے، اور نہ ہی حاکم وقت کی طرف سے ممانعت ہے، پھر ممانعت کی کون سی وجہ باقی رہی ”ومن ادخل فعلیه
 البیان، بالبرهان“۔ محمد رضوان خان۔

یشترط بعد ذلک. ۱

غرضیکہ اہل مصر کو تنہا تنہا ظہر کا حکم جب ہے کہ جمعہ سے کوئی مانع ہو۔ ۲

و يؤيد هذا ما في العالمگیریة، ونصه: وكره جماعة الظهر لاهل

المصر اذا لم يجمعوا المانع (ج ۱ ص ۹۵)

اب اس ”بحر“ وغیرہ کی روایت متقدمہ کی وجہ سے تو کوئی خلجان نہیں۔ ۳

”والحمد لله على ذلك“

الا ان وجوب الجمعة في هذا الصورة في ديارنا، يقتضى وجوب

طلب الاذن في دار الاسلام، وهو غير منصوص في كتب الفقه

ايضا، ويمكن الفرق بالتعذر في طلب الاذن من السلطان

وغیرہ، دون نصب امام الجمعة، فليتأمل. ۴

۱۔ اور جب کسی جگہ قانوناً منحصر بڑے اجتماعات منعقد کرنے کی پابندی ہو، کم افراد کی، اور اہل خانہ کے جمع ہونے کی پابندی نہ ہو، اور مثلاً چار، پانچ جمعہ کے اہل افراد، اپنے میں سے کسی کو امام مقرر کر کے جمعہ پڑھیں، تو وہ بھی اصولی اعتبار سے جائز ہوگا۔ محمد رضوان خان۔

۲۔ اور شہر میں موجود، چار یا اس سے زیادہ جمعہ کے اہل افراد کے لیے موجودہ حالات میں کوئی معقول چیز مانع نہیں۔

محمد رضوان

۳۔ مطلب یہ ہے کہ بحر کی وہ عبارت جو شروع میں ذکر کی گئی، جس سے مصر میں جمعہ فوت ہونے والوں

کے لئے جمعہ کے بجائے، ظہر کی نماز پڑھنے پر شبہ وارد ہوتا ہے، اور خلاصہ میں بھی اس کا ذکر ہے، مذکورہ

تاویلات و توجیہات سے وہ شبہ یا خلجان رفع ہو گیا۔

لیکن حیرت ہے کہ امداد الاحکام کے اس مفصل و مدلل فتوے میں جن عبارات کے شبہ کا شافی جواب دے دیا

گیا، اور اس بات میں کوئی شبہ نہ رہا کہ شہر کے اندر متعدد مقامات پر چار اہل افراد کے لئے جمعہ قائم کرنا، نہ

صرف یہ کہ درست ہے، بلکہ عاقل، بالغ اور متمم ہونے کی صورت میں واجب بھی ہے، جس کی خلاف ورزی

گناہ ہے، لیکن بعض اہل علم حضرات کی طرف سے، اسی امداد الاحکام کے حوالے سے جمعہ کا نادرست ہونا

سمجھا جا رہا ہے۔ محمد رضوان خان۔

۴۔ ہمارے دیار میں تو آج کل یہی حالت ہے، باقی دوسرے ممالک، جہاں جمعہ وغیرہ کے لیے امام کو حکومت کی طرف

سے، متعین کیا جاتا ہے، اور وہاں پر ہر کس ونا کس کو جمعہ پڑھنے پڑھانے کی اجازت نہیں ہوتی، وہاں کا معاملہ جدا ہو سکتا

ہے، اور وہاں دوسرے فقہائے کرام کے راجح اقوال کو بھی مد نظر رکھنے کی ضرورت ہوگی۔ محمد رضوان خان۔

لیکن حالتِ مسئلہ کے متعلق جزئیہ نہ ملنے کے باعث بہتر ہے کہ دوسری جگہ بھی تحقیق کر لیا جاوے، اور اس جواب کو بھی وہاں بھیج دیں، تاکہ کسی قدر سہولت کا باعث ہو سکے۔ ۱

یہ دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنا، تو جب ہے کہ چار آدمی جمعہ سے رہ جاویں۔ ۲
اور اگر چار سے کم یعنی دو تین آدمی رہ جاویں، تو وہ ظہر پڑھیں، اور الگ الگ پڑھیں، جماعت نہ کریں۔ ۳

اس کے بعد 'مجموعۃ الفتاویٰ' میں مولانا عبدالحی صاحب کا فتویٰ بھی اس تحریر مذکور کے مطابق پایا۔

۱۔ لیکن چونکہ مذکورہ فتویٰ، قواعد کے مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ بعض جزئیات کے متعلق عمدہ تاویلات و توجیہات پر بھی مشتمل ہے، اس لیے جب تک اس کے برخلاف اصولی، یا جزئی طور پر ثبوت نہ ہو، حنفیہ کے نزدیک اس تحقیق کو کافی وافی سمجھنے میں کوئی مانع نہ ہوگا۔ محمد رضوان خان۔

۲۔ اور ہم بھی ان ہی لوگوں کے حق میں وجوب جمعہ اور صحت جمعہ کے قائل ہیں، جو کم از کم چار جمعہ کے اہل عاقل بالغ مرد ہوں، جبکہ مسجد کی قید احترازی نہیں، واقعی ہے، جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے، حنفیہ نے بھی مسجدیت کو جمعہ کے لیے شرط قرار نہیں دیا۔ کما ہو۔ محمد رضوان خان۔

۳۔ اس صورت میں بھی ہم جمعہ کو تو جائز نہیں کہتے، اور عند الحنفیہ بہر حال شہر میں جماعت ظہر کو مکروہ قرار دیتے ہیں، لیکن یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ کراہت کا حکم اور وہ بھی ظہر کی جماعت سے متعلق ان لوگوں کے بارے میں ہے، جن پر جمعہ فرض نہ ہو، برخلاف ان لوگوں کے، جن پر جمعہ فرض ہے، ان کے لیے عند الحنفیہ، ترک جمعہ مکروہ تنزیہی نہیں، بلکہ فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے حرام یا مکروہ تحریمی کہلائے جانے کا مستحق ہے، جبکہ امام زفر اور ائمہ ثلاثہ غیر حنفیہ کے نزدیک غیر معذورین عن الجمیعہ کا نماز ظہر کا انفرادی اجتماعاً پڑھنا، کالعدم ہے، اور ان کے نزدیک، وہ عاصی ہونے کے ساتھ ساتھ فریضہ کے تارک بھی شمار ہوتے ہیں۔ اور اس کے برخلاف جن جزئیات سے کراہت پر بحث کی جاتی ہے، اولاً تو ان کا تعلق وجوب جمعہ اور صحت جمعہ کی شرائط پائی جانے والے لوگوں سے نہیں، دوسرے ان میں جماعت ظہر کے مکروہ ہونے نہ ہونے اور کراہت کے درجہ سے بحث ہے، ان سے صحت جمعہ اور وجوب جمعہ کے لوگوں کے ترک جمعہ پر استدلال کسی طرح راجح معلوم نہیں ہوتا۔

البتہ اگر مخصوص حالات میں غیر حنفیہ کے قول کے مطابق، کسی مصلحت سے فتویٰ دیا جائے، تو الگ بات ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ محمد رضوان خان۔

کتبۃ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ۔ خانقاہ امدادیہ، ۹/ ربیع الاول/ ۱۳۳۵ھ۔

(امداد الاحکام، ج ۱ ص ۸۲ تا ۸۵، کتاب الصلاة، فصل فی الجمعة والعیدین، مطبوعہ: مکتبہ

دارالعلوم کراچی، طبع جدید، محرم ۱۴۳۰ھ، جنوری ۲۰۰۹ء)

ہمارے نزدیک ”امداد الاحکام“ کا مذکورہ بالا مفصل ومدلل فتویٰ، قواعد حنفیہ اور متاخرین کے مفتی بہ اقوال کے عین مطابق ہے، جس میں ان عبارات کا بھی معقول جواب موجود ہے، جن سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے، یا یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر شہر میں چار، یا زیادہ افراد، جمعہ سے رہ جائیں، تو ان کو جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ”امداد الاحکام“ کا مذکورہ مفصل ومدلل فتویٰ، جس کی بنیاد پر، یا اس میں مذکورہ عبارات کی بناء پر، بحالات موجودہ، شہر میں جگہ جگہ جمعہ کی نماز کو ناجائز و نادرست قرار دیا جا رہا ہے، اگرچہ وہ افراد، چار، یا اس سے زیادہ عاقل، بالغ اور متمم وصحت مند کیوں نہ ہوں، اور ان کے لیے جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز کو، اور اس سے بھی بڑھ کر، باجماعت ظہر کی نماز کو، افضل و بہتر قرار دیا جا رہا ہے۔

یہ مدعا ”امداد الاحکام“ کے مذکورہ مفصل ومدلل فتویٰ سے ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس فتویٰ سے خود، اُن روایات اور عبارات کا بھی شافی و کافی جواب معلوم ہوتا ہے، جن سے مذکورہ صورت میں بظاہر جمعہ کے عدم جواز کا شبہ ہوتا ہے۔

لہذا یہ بات نہایت قابل حیرت معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ صورت میں جمعہ کے عدم جواز کی نسبت ”امداد الاحکام“ کے مذکورہ فتویٰ کی طرف کی جائے۔

اور جب ”امداد الاحکام“ کے مذکورہ فتویٰ سے اُن عبارات سے پیدا ہونے والے ظاہری شبہ کا بھی جواب ہو گیا، تو اب جمعہ کے عدم جواز کے لیے کسی دوسری مستند فقہی دلیل کا پایا جانا ضروری ہے، یا ان توجیہات کی تردید اور قواعد کا معقول و شافی جواب ضروری ہے۔

پس منسلکہ تحریر اور فتوے میں جمعہ کے دن، وجوب جمعہ اور صحت جمعہ کی شرائط پائے

جانے کے باوجود، نہ صرف یہ کہ جمعہ کے واجب ہونے کی جو نفی کی گئی ہے، بلکہ اس کی صحت کی نفی کی طرف بھی رجحان ظاہر کیا گیا ہے، حنفیہ کے قواعد کی رو سے اُس سے اتفاق ممکن نہیں۔

یہ ملحوظ رہنا بھی ضروری ہے کہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک معذورین کے لیے جس قدر برائی اور کراہت ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کی صورت میں ہے، اس سے زیادہ برائی، وجوب جمعہ کے باوجود، ترک جمعہ کی ہے، اسی وجہ سے فقہائے حنفیہ نے غیر معذور کے لیے جمعہ کی نماز ترک کر کے، ظہر کی نماز پڑھنے کو حرام یا مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، اور اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کا قول کسی نے بھی نہیں کیا، جبکہ امام زفر اور ائمہ ثلاثہ غیر حنفیہ نے تو غیر معذور کی نماز ظہر کو سرے سے معتبر ہی نہیں سمجھا، اور کالعدم قرار دیا۔

لہذا اس موقع پر چند متوہم یا غیر اہم باتوں کی بنیاد پر جمعہ جیسے فریضے کو ساقط کرنے کرانے کی کوشش کرنا، جبکہ فقہائے کرام کی بیان کردہ شرائط کے مطابق، جمعہ واجب اور صحیح بھی ہو رہا ہو، یہ طرز عمل استہسان کی نظر سے دیکھنے کا مستحق نہ کہلائے گا۔

اور ہم افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ بعض اہل علم حضرات، کا زور قلم اسی پر صرف ہو رہا ہے کہ ایک طرف تو وجوب جمعہ کے باوجود، اس فریضہ کو ساقط کیا جا رہا ہے، اور دوسری طرف صحت جمعہ کی نفی کی جا رہی ہے، اور تیسری طرف باجماعت ظہر کی نماز پڑھنے کے مکروہ ہونے کو بھی گوارا کیا جا رہا ہے، بلکہ اس کی خاطر کراہت میں تخفیف اور پھر اس کی تعدیم کی جدوجہد کی جا رہی ہے، اور اس کی خاطر صریح عبارات فقہاء میں بھی غیر مؤثر تاویلات کی جا رہی ہیں۔

اور جہاں تک مذکورہ تحریر اور فتوے میں جمعہ کے بجائے، علی الاطلاق ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ ہونے کی نفی کر کے، اس کو افضل قرار دیا گیا ہے، یہ فقہائے حنفیہ کی تصریحات کے واضح طور پر خلاف ہے، جس کی وجہ سے اس سے بھی اتفاق مشکل، بلکہ بعید تر ہے۔

چنانچہ یہ بات فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے واضح ہے کہ جمعہ کے دن شہر میں، اصحاب اعذار کے لیے بھی، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مکروہ ہے۔

البتہ غیر حنفیہ کے نزدیک، جن کا جمعہ، عذر کی وجہ سے فوت ہو جائے، یا جن پر جمعہ واجب نہ ہو، ان کو جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مکروہ نہیں، بلکہ بعض قیود کے ساتھ جائز یا مستحب ہے۔ ۱

۱ نائشا۔ صلاة الظهر جماعة من أصحاب الأعداء: قال الحنفية: يكره تحريما أن يصلى المعذورون من مسافر ومسجون ومريض وغيرهم الظهر بجماعة يوم الجمعة في موطن إقامة الجمعة (في المصنوع) قبل الجمعة وبعدها؛ لما فيه من الإخلال بالجمعة، إذ هي جامعة للجماعات، وربما يتطرق غير المعذور إلى الاقتداء بهم، ولما فيه من صورة معارضة الجمعة بإقامة غيرها. أما أهل القرى ممن لا جمعة عليهم فلهم صلاة الظهر بجماعة، ويكره أيضا لمن فاتتهم الجمعة من أهل المصر صلاة الظهر جماعة، وإنما يصلونها فرادى بغير جماعة ولا أذان ولا إقامة، ويستحب للمريض تأخير الظهر إلى فراغ الإمام، وكره إن لم يؤخر على الصحيح.

وقال الجمهور غير الحنفية: يجوز لمن فاتتهم الجمعة لعذر أو لمن لا تجب عليه الجمعة أن يصلوها ظهرا في جماعة، تحصيلًا لثواب الجماعة المذكور في الحديث: صلاة الجماعة تفضل صلاة الفرد بخمس وعشرين درجة وروى عن ابن مسعود أنه فاتته الجمعة، فصلى بعلقمة والأسود.

لكن قال المالكية: تكره صلاة الظهر جماعة يوم الجمعة لغیر أرباب الأعداء الكثيرة الوقوع، والأولى الجماعة لأرباب الأعداء الكثيرة الوقوع.

ورأى الحنابلة أنه: لا يستحب إعادتها جماعة في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم، ولا في مسجد تکره إعادة الجماعة فيه، وتكره أيضا في المسجد الذي أقيمت فيه الجمعة؛ لأنه يؤدي إلى التهمة كالرغبة عن الجمعة، أو أنه لا يرى الصلاة خلف الإمام، أو يعيد الصلاة معه فيه، وربما أفضى إلى فتنة أو لحوق ضرر به وبغيره، وإنما يصلها في منزله أو في موضع لا تحصل هذه المفسدة بصالحها فيه.

وانفق الجمهور مع الحنفية على أنه يستحب لمن يرجو زوال عذره أن يؤخر الظهر إلى اليأس عن إدراك الجمعة؛ لأنه قد يزول عذره، فإن زال عذره بعد الفراغ من الظهر كأن قدم من السفر، أو شفى من المرض، أو انفك من وثاقه، أعاد الجمعة إن أدرکها. كذلك الصبي يعيد الجمعة إذا بلغ بعد أن صلى الظهر (الفقه الاسلامي وادلته للزحيلي، ج ۲ ص ۱۳۳۲، ۱۳۳۵، القسم الاول، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب التاسع)

دیگر فقہائے کرام کے اقوال کی تفصیل تو ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کی جائے گی۔
 فی الحال حنفیہ کے نزدیک شہر میں موجود، جمعہ سے معذور وغیر معذور لوگوں کو باجماعت ظہر کی
 نماز پڑھنے اور وجوب جمعہ کی صورت میں اس کے ترک کرنے کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔
 منسلکہ تحریر و فتوے میں جن تین تعلیلات کا ذکر کیا گیا ہے، اور موجودہ حالات میں ان کے نہ
 پائے جانے کی وجہ سے جمعہ کے دن شہر میں موجود عاقل، بالغ لوگوں کے لیے، ظہر کی نماز
 باجماعت کے مکروہ ہونے کی نفی کی گئی ہے، اور اس کے مقابلے میں استحباب کا حکم لگایا
 گیا ہے۔

ہمیں فقہائے حنفیہ کی عبارات و حوالہ جات کے پیش نظر، ان تعلیلات اور ان کے بحالات
 موجودہ، مفقود ہو کر شہروں میں جماعتِ ظہر کی کراہت مرتفع ہونے، اور اس کے بجائے،
 استحباب ثابت ہو جانے سے بالکل بھی اتفاق نہیں۔

چنانچہ منسلکہ تحریر میں پہلی تعلیل یہ ذکر کی گئی ہے کہ جمعہ کے دن شہر میں لوگوں کے ظہر کی نماز
 باجماعت کے نتیجے میں مسجد جامع سے معارضہ ہوگا، جبکہ معارضہ، موجود نہیں۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ یہ تعلیل متقدمین نے بیان کی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض
 اوقات معذورین کے ساتھ غیر معذورین بھی جماعتِ ظہر میں شامل ہو جائیں گے، اور جامع
 مسجد میں ہونے والے جمعہ میں شریک نہ ہوں گے، اور اس کی بنیاد اس پر ہے کہ شہر میں تعددِ
 جمعہ جائز نہیں، اور جامع مسجد سے مراد، شہر کی ایک جامع مسجد یا ایک مقام ہے، جس میں تمام
 اہل شہر کے لیے جمعہ کا انعقاد ہوتا تھا، اور اس وقت شہر میں تعددِ جمعہ جائز نہیں تھا، لیکن بعد
 میں تعددِ جمعہ کو جائز و مفتیٰ بہ قرار دے دیا گیا، جس کی وجہ سے یہ علت مؤثر ہی نہیں رہی۔

اور جہاں تک دوسری تعلیل کا تعلق ہے کہ اس کی وجہ سے تقلیلِ جماعت ہوگی، جبکہ وہ بھی
 موجود نہیں۔

تو اس سے بھی اتفاق نہیں، کیونکہ اس تعلیل کا مطلب خود فقہائے کرام نے یہ بیان فرمایا ہے

کہ معذورین کے جماعت کرنے کی صورت میں بعض اوقات، ان کے ساتھ غیر معذور بھی شریک ہو جائیں گے، اور اس طرح وہ جمعہ کو ترک کر بیٹھیں گے، اور جمعہ پڑھنے والوں کی تعداد میں تقلیل پیدا ہوگی، لہذا معذورین کا ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، اس مفسدہ کی طرف مفضی ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس تعلیل کا مقصود بھی ایسے طرزِ عمل سے روکنا ہے، جو غیر معذورین کے لیے جمعہ کی نماز میں رکاوٹ کا باعث ہو، جبکہ منسلکہ تحریر و فتوے میں خود ہی جمعہ سے منع کرنے کا تکلف اختیار کیا جا رہا ہے، اور ان کو ظہر کی جماعت کی دعوت دی جا رہی ہے، جو غیر معذورین کو جمعہ سے ہی روکنے کا باعث ہے، لہذا مذکورہ اہل علم حضرات کا یہ استدلال واضح تسامح پر مبنی ہے۔

اور جہاں تک منسلکہ تحریر و فتوے میں مذکور، تیسری تعلیل کا تعلق ہے کہ بعض غیر معذور لوگ بھی دیکھا دیکھی، اس میں شامل ہو جائیں گے۔

یہ بھی تعلیلات میں التباس و اختلاط پر مبنی ہے، کیونکہ دوسری تعلیل سے یہ معلوم ہو چکا کہ یہ کوئی مستقل تعلیل نہیں، بلکہ مذکورہ دوسری تعلیل ہی کی عملی شکل ہے۔

جبکہ منسلکہ تحریر میں ایک مستقل اہم، بلکہ نہایت اہم تعلیل کا ذکر نہیں، جو یہ ہے کہ شہروں میں ظہر کی نماز باجماعت کرنا ہی جمعہ کے ساتھ معارضہ ہے، جو کسی حال میں قابل قبول نہیں۔

جس کی تفصیل عبارات فقہ و تصریحات فقہاء کی روشنی میں آگے آتی ہے، اور اس سے معلوم ہوگا کہ منسلکہ تحریر و فتوے میں جو مذکورہ استدلال کیا گیا ہے، وہ سخت تسامحات پر مبنی ہے۔

فقہائے حنفیہ نے جمعہ کے دن شہر میں موجود ہر طرح کے لوگوں کے لیے، جماعتِ ظہر کو مکروہ قرار دے دیا ہے، جن میں بطور خاص معذور افراد کی تصریح فرمائی ہے، اور اکثر فقہائے کرام نے شہر میں جماعتِ ظہر کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے، غیر معذورین کے لیے تو جماعتِ ظہر کے مکروہ تحریمی، بلکہ حرام ہونے میں شبہ ہی نہیں، اور معذورین کا جماعتِ ظہر کرنا بھی اکثر حنفیہ

کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، البتہ بعض حضرات کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے، جبکہ بعض حضرات کے نزدیک ایک مخصوص صورت کے علاوہ باقی تمام صورتیں مکروہ تحریمی ہیں۔

اور جب حنفی فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق، معذور کے لیے بھی شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت مکروہ ہوئی، تو اس پر یہ شبہ وارد ہی نہیں کیا جاسکتا کہ جب وہ جمعہ کی شرکت سے معذور ہے، تو اس کے لیے ظہر کی نماز باجماعت کو کیوں مکروہ قرار دیا گیا، کیونکہ دراصل فقہائے کرام نے خود ہی معذور کی تصریح کے ساتھ اس حکم کو بیان فرمایا ہے۔

نیز جب حنفیہ نے جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت کو دوسری باجماعت نمازوں سے مستثنیٰ ہونے کی بھی تصریح کر دی ہو، تو اس کو دوسری نمازوں پر قیاس کرنے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، یہ قیاس تو دراصل غیر حنفیہ کا پیش کردہ ہے، وہ بھی جمعہ سے حقیقی معذورین کے حق میں، جس کو حنفیہ نے قبول کرنے کے بجائے، رد کر دیا ہے، جیسا کہ آگے باحوالہ آتا ہے۔

اور اگر کچھ لوگوں پر فقہائے کرام کے قواعد کی رُو سے، جمعہ کی نماز واجب ہو، اور وہ جمعہ کی نماز کو فقہائے کرام کی بیان کردہ شرائط کے مطابق، جمعہ کی نماز قائم کرنے پر قادر بھی ہوں۔ پہلے تو خود ان سے اس واجب کی نفی کی جائے، اور ان کے جمعہ کو غیر درست قرار دیا جائے۔ اور پھر یہ تصور قائم کیا جائے کہ ان سے جمعہ چھوٹ گیا ہے۔

اور پھر مزید براں ان کے حق میں جو عمل مکروہ تھا، اس کی نفی کر کے اس کو مبدل بمستحب کر دیا جائے۔

یہ ایک فرضی و خیالی تصور ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ قابلِ تعجب امر ہے۔

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ فقہائے حنفیہ نے غیر معذور کے لئے جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمی اور حرام قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جس پر جمعہ کی نماز فرض ہو، اس کا اس فرض کو چھوڑنا، جو کہ ظہر سے زیادہ مؤکد ہے، یہ کراہتِ تحریمی یا حرام کا باعث ہے۔

جبکہ دیگر جمہور فقہائے کرام یعنی امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک بلکہ امام زفر کے نزدیک جس پر جمعہ کی نماز فرض ہو، اس کا بلا عذر جمعہ، ترک کر کے ظہر کی نماز پڑھنا سرے سے معتبر ہی نہیں ہوتا، اور اس کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوتا، ان جملہ ائمہ کرام و فقہائے عظام کے نزدیک جمعہ کی نماز مستقلاً فرض ہے، اور وہ ظہر کا بدل نہیں۔ ۱

اور فقہائے حنفیہ نے جا بجا اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ معذور کے لئے بھی جمعہ کے دن باجماعت ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، یعنی حنفی فقہائے کرام نے معذورین کے لئے ہی جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت کو مکروہ قرار دیا ہے، اور غیر معذورین کے لئے بدرجہ اولیٰ مکروہ بلکہ حرام ہے، بہت سے حضرات نے غیر معذورین کے ذکر کی ضرورت اس لیے نہیں سمجھی کہ

۱۔ ذهب الأئمة الثلاثة - مالک والشافعی فی مذہبہ الجدید وأحمد - إلى أن الجمعة فرض مستقل، فليست بدلا من الظهر، وليست ظهرا مقصورا. واستدل الرملي لكونها صلاة مستقلة: بأنه لا يفتى الظهر عنها لقول عمر -رضي الله عنه -: الجمعة ركعتان، تمام غير قصر على لسان نبيكم صلى الله عليه وسلم وقد خاب من افتري.

وقال أبو حنيفة وأبو يوسف: إن فرض وقت الجمعة في الأصل إنما هو الظهر، إلا أن من تكاملت فيه شرائط الجمعة الآتي ذكرها فإنه مأمور بإسقاطه وإقامة الجمعة في مكانه على سبيل الحتم، أما من لم تتكامل فيه شرائطها، فيبقى على أصل الظهر إلا أنه يخاطب بأداء الجمعة في مكانها على سبيل الترخيص، أي إذا أدى الجمعة رغم عدم تكامل شروط وجوبها عليه سقط عنه الظهر بذلك على أن لكل من محمد وزفر أقوالا أخرى في كيفية فرضية الجمعة.

وفائدة الخلاف تظهر فيما لو صلى الظهر في بيته وحده قبل فوات الجمعة - وهو غير معذور، فعند أبي حنيفة وأبي يوسف يصح ظهره ويقع فرضا؛ لأنه أدى فرض الوقت الأصلي فيجزئه. قال السمرقندي: من صلى الظهر في بيته وحده - وهو غير معذور - فإنه يقع فرضا في قول أصحابنا الثلاثة -أبي حنيفة وصاحبيه - خلافا لزفر فإن عنده لا يجوز الظهر.

وفى المذاهب الأخرى لا تجزئه صلاة الظهر ويلزمه حضور الجمعة، فإن حضرها فذاك وإلا بأن فاتته لزمه قضاء الظهر حينئذ. قال أبو إسحاق الشيرازي في المهدب: وأما من تجب عليه الجمعة، ولا يجوز له أن يصلي الظهر قبل فوات الجمعة، فإنه مخاطب بالسعي إلى الجمعة، فإن صلى الظهر قبل صلاة الإمام ففيه قولان: قال في القديم: يجزئه؛ لأن الفرض هو الظهر. . . وقال في الجديد: لا تجزئه، ويلزمه إعادتها وهو الصحيح.

وقال ابن قدامة في المغني: من وجبت عليه الجمعة إذا صلى الظهر قبل أن يصلي الإمام الجمعة لم يصح، ويلزمه السعي إلى الجمعة إن ظن أنه يدر كها؛ لأنها المفروضة عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۱۹۵، مادة: صلاة الجمعة)

ان کا حکم بدرجہ اولیٰ یا اولویت کے ساتھ اسی سے سمجھ آ رہا تھا۔
 اور غیر معذورین سے مراد وہ افراد ہیں، جن پر بذات خود جمعہ کی نماز واجب ہو، جیسا کہ شہر
 میں موجود، صحت مند، عاقل، بالغ، کم از کم چار افراد، جو نماز جمعہ پر قادر ہوں۔
 اور معذورین سے مراد وہ ہیں، جن پر بذات خود جمعہ کی نماز واجب نہ ہو، جیسا کہ مریض اور
 مسافر وغیرہ۔

نیز فقہائے حنفیہ نے جمعہ کی نماز کی اتنی اہمیت بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن گھر
 میں ظہر کی نماز پڑھ لے، اور پھر وہ مسجد میں آئے، جہاں جمعہ کی نماز قائم و جاری ہو، تو امام
 ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، نماز جمعہ میں شامل ہوئے بغیر، اس کی ظہر باطل ہو جاتی ہے، اور
 صاحبین کے نزدیک شامل ہونے سے ہی ظہر باطل ہوتی ہے۔

برخلاف جمعہ کے علاوہ دوسری نمازوں کے، جن میں ظہر کی نماز بھی داخل ہے۔
 جبکہ منسلکہ تحریر اور فتوے میں تقریباً ان سب چیزوں کو نظر انداز کر کے ایک ایسا حکم صادر کیا گیا
 ہے، جس کی خاص کر فقہائے حنفیہ سے نظیر نہیں ملتی، اور ساتھ ہی اس کو فقہائے حنفیہ کی طرف
 منسوب کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔

”کتابُ الأصل“ اور ”الجامعُ الصغیر“ کا حوالہ

چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے ”کتابُ الأصل“ میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ جو شخص
 جمعہ کے دن، ظہر کی نماز پڑھ کر، جمعہ کی سعی کرے، تو اس کی ظہر باطل ہو جاتی ہے، البتہ امام
 ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جمعہ میں شرکت سے باطل ہوتی ہے۔ ۱

۱ قلت: أرأیت رجلاً صلی الظهر أو العشاء ثم أتى المسجد فأقیمت الصلاة أیصلی معهم
 ویجعل الذی صلی تطوعاً؟ قال: لا

قلت: أرأیت رجلاً صلی الظهر یوم الجمعة ثم أتى المسجد فأقیمت الصلاة أیصلی معهم الجمعة
 ویجعل النی صلی تطوعاً؟ قال: نعم. قلت: من أين اختلف هذا والباب الأول؟ قال: لأن هذا یجب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام محمد رحمہ اللہ نے ”الجامع الصغير“ میں بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ۱
جس سے معلوم ہوا کہ حنفیہ نے جمعہ کے دن، نماز جمعہ کو، نماز ظہر پر فوقیت دی ہے، جبکہ دیگر
فقہائے کرام نے معذور و غیر معذور کی تقسیم کی ہے، اور غیر معذور کی نماز ظہر کو معتبر ہی نہیں
سمجھا، خواہ بغیر جماعت کے پڑھے یا جماعت سے، جس سے جمعہ کی نماز ظہر پر فوقیت مزید
ظاہر ہوتی ہے۔

جبکہ مسلک تخریر اور فتوے میں جمعہ کی اہمیت کے بجائے، ظہر اور اس کی جماعت کی اہمیت پر زور
دیا جا رہا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے ”کتاب الأصل“ میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

قلت: رأيت القوم أتكروهم أن يصلوا الظهر في جماعة يوم
الجمعة؟

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عليه أن يصلي الجمعة مع الناس، ولا ينبغي له أن يصلي الظهر في بيته يوم الجمعة من غير عذر.
والباب الأول إذا صلى الظهر في بيته فهي الفريضة، ولا ينبغي له أن يجعل الفريضة نافلة. والفريضة
ها هنا هي الجمعة (الأصل، لمحمد بن الحسن، ج ۱، ص ۱۵۲، باب الحدث في الصلاة وما يقطعها)
قلت: رأيت رجلاً مريضاً لا يستطيع أن يشهد الجمعة، فصلى في بيته الظهر، ثم وجد خفة فأتى
الجمعة فصلى مع الإمام، أيتها الفريضة؟ قال: الجمعة هي الفريضة. قلت: فإن وجد خفة حين
صلى الظهر في بيته، فخرج وهو يريد أن يشهد الجمعة، فجاء وقد فرغ الإمام من الجمعة؟
قال: عليه أن يصلي الظهر أربع ركعات قلت: لم وقد صلى في بيته؟ قال: لأنه حين خرج ونوى أن
يشهد الجمعة فقد بطل ما صلى، فإذا لم يدرك مع الإمام الجمعة كان عليه أن يصلي الظهر أربع
ركعات. وهذا قول أبي حنيفة. وقال أبو يوسف ومحمد: لا تنتقض صلاته إلا أن يدخل في
الجمعة (الأصل، لمحمد بن الحسن، ج ۱، ص ۳۰۷، باب صلاة الجمعة)

قلت: رأيت رجلاً صحيحاً صلى الظهر في أهله ولم يشهد الجمعة، فلما فرغ من صلاته بدا له أن
يشهد الجمعة، فجاء فدخل مع الإمام فصلى معه، أيتها الفريضة؟ قال: التي أدرك مع الإمام هي
الفريضة. قلت: فإن جاء وقد فرغ الإمام من صلاته؟ قال: عليه أن يصلي الظهر أربع ركعات. وهذا
قول أبي حنيفة. وقال أبو يوسف ومحمد: صلاته الأولى تامة ما لم يدخل في الجمعة، فإذا دخل في
الجمعة بطلت الظهر التي صلى (الأصل، لمحمد بن الحسن، ج ۱، ص ۳۰۸، باب صلاة الجمعة)

۱۔ رجل صلى الظهر يوم الجمعة ثم خرج يريد الجمعة انتقض الظهر وقال لا ينتقض حتى يدخل
في الجمعة (الجامع الصغير، ص ۱۱۲، باب في صلاة الجمعة)

قال: نعم، أكره لهم ذلك إذا كانوا في مصر .

قلت: وكذلك إذا كانوا في سجن أو محبس؟

قال: نعم، وإن صلوا أجزأهم (الأصل، لأبي عبد الله محمد بن الحسن بن

فرقد الشيباني، ج ١، ص ٣١٢، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

ترجمہ: میں نے امام ابوحنیفہ سے عرض کیا کہ کیا لوگوں کے لیے، جمعہ کے دن ظہر

کی نماز باجماعت پڑھنے کو آپ مکروہ سمجھتے ہیں؟

تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جی ہاں! میں لوگوں کے لیے ظہر کی نماز باجماعت

پڑھنے کو مکروہ سمجھتا ہوں، جبکہ وہ شہر میں ہوں۔

میں نے عرض کیا کہ کیا یہی حکم اس صورت میں بھی ہے، جبکہ وہ قید خانے میں یا

محبوس ہوں؟

امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جی ہاں! البتہ اگر وہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھ لیں گے، تو

ان کی نماز کا فریضہ ادا ہو جائے گا (کتاب الأصل)

نیز امام محمد رحمہ اللہ نے ”الجامع الصغير“ میں جمعہ کے دن قید خانہ اور اس سے باہر کے

سب لوگوں کو ظہر کی نماز، جماعت سے پڑھنا مکروہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

ويكره أن يصلى الظهر في جماعة يوم الجمعة في سجن وغير

سجن فإن صلى قوم أجزأهم (الجامع الصغير، ص ١١٢، باب في صلاة الجمعة)

ترجمہ: اور جمعہ کے دن ظہر کی نماز، جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، چاہے

قید خانے میں پڑھے، یا قید خانے کے بغیر، البتہ وہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھ لیں

گے، تو ان کی نماز ادا ہو جائے گی (الجامع الصغير)

مذکورہ عبارات چونکہ حنفیہ کے نزدیک ”ظاہر الرواية“ پر مبنی ہیں، جن میں علی الاطلاق

معذور اور غیر معذور سب کے لیے کسی طرح کی شرط و قید کے بغیر، جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد، جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت کو مکروہ قرار دیا گیا ہے، اس لیے حنفیہ کا اصل مذہب یہی ہے، اور تمام حنفیہ نے اس کی پیروی کی ہے، اور انہوں نے جمعہ کی نماز سے معذور لوگوں کے لیے بھی، شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، اور غیر معذورین کو اولیت کے ساتھ اس حکم میں داخل و شامل مانا ہے۔

البتہ بعد کے مشائخ حنفیہ کا اس میں اختلاف ہوا ہے کہ معذور لوگوں کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کی کراہت، تحریمی درجے کی ہے، یا تنزیہی درجے کی۔

چونکہ امام محمد رحمہ اللہ کے حوالے سے، حنفیہ کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، جس چیز کو مکروہ قرار دیں، اس سے کراہت تحریمی مراد ہوا کرتی ہے، اس لیے بہت سے مشائخ حنفیہ نے دوسرے کئی مسائل کی طرح اس کے مکروہ تحریمی ہونے کو ہی ترجیح دی ہے۔

اور انہوں نے اس سلسلے میں غیر معذورین کی اقتداء کر لینے کے نتیجے میں، جمعہ کے فریضہ اور وجوب کو ترک کرنے کا ذریعہ ہونے اور صورتاً جمعہ کے ساتھ معارضہ کی علتوں کو کراہتِ تحریمی کے لیے کافی قرار دیا۔

اور بعض متقدمین حنفیہ نے جامع مسجد میں تقلیل ہونے کی علت بھی بیان کی ہے، لیکن متاخرین محققین حنفیہ نے فرمایا کہ یہ اس روایت کے مطابق ہے، جس کی رُو سے شہر میں تعددِ جمعہ جائز نہیں، لیکن بعد میں اہل علم حضرات کی طرف سے تعددِ جمعہ کو جائز و مفتیٰ یہ قرار دینے کے بعد، یہ علت مؤثر نہیں رہی، کیونکہ انہوں نے تعددِ جمعہ کو جائز قرار دے کر ایک طرح سے تقلیلِ جماعت فی مکان واحد کو گوارا کر لیا، اور متعدد مقامات پر اجتماعات کو تقسیم کر کے بظاہر تو ایک جگہ تقلیل کو گوارا فرمایا، لیکن دوسری طرف تلخیر جماعت کی شکل میں، دراصل تلخیر کو ہی اختیار فرمایا، تاکہ علاقے کے لوگ بآسانی اس شعارِ اسلام کو قائم کر کے اسلامی شان و شوکت کا مظاہرہ کر سکیں، اور کوئی دشواری و سستی، جمعہ میں شرکت کے لیے حائل و مانع نہ ہو۔

تاہم بعض مشائخ حنفیہ کی عبارات سے، جماعتِ ظہر للمعذورین کا کراہتِ تنزیہی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

جس کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ معذورین کے حق میں باجماعتِ ظہر کی نماز پڑھنے میں شریعت کی طرف سے کوئی منصوص و متعین و عید وارد نہیں ہوئی، یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام نے اس کو مکروہ قرار نہیں دیا، اور اس سلسلے میں بعض آثار سے استدلال بھی کیا ہے۔

کراہتِ تنزیہی قرار دینے والوں کے نزدیک اس کی بنیاد اسی چیز پر ہے کہ اگرچہ کسی چیز کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے مکروہ قرار دیا ہو، تب بھی اس کا اس اصول کے تناظر میں جائزہ لے کر کراہت کے درجہ کو متعین کرنے کی ضرورت ہوگی، اور دیکھا جائے گا کہ وہ فعل کسی منصوص و عید کو متضمن ہے، یا نہیں، اثبات کی صورت میں کراہتِ تحریمی کو، اور عدم اثبات کی صورت میں کراہتِ تنزیہی کو ترجیح دی جائے گی، جس کا مال خلافِ اولیٰ ہونا ہوتا ہے۔ ۱

۱۔ مطلب فی تعریف المکروہ، وأنه قد يطلق على الحرام والمکروہ تحریمًا وتنزیہًا. (قولہ: ومکروہہ) هو ضد المحبوب؛ قد يطلق على الحرام كقول القدوری فی مختصره: ومن صلی الظھر فی منزله یوم الجمعة قبل صلاة الإمام ولا عذر له کره له ذلك. وعلى المکروہ تحریمًا: وهو ما كان إلى الحرام أقرب، ويسمیه محمد حراما ظنیا. وعلى المکروہ تنزیہًا: وهو ما كان ترکہ أولى من فعله، ويرادف خلاف الأولى كما قدمناه.

وفی البحر: من مکروہات الصلاة المکروہ فی هذا الباب نوعان: أحدهما ما کره تحریمًا، وهو المحمل عند إطلاقهم الکراهة كما فی زکاة فتح القدير، وذكر أنه فی رتبة الواجب لا یثبت إلا بما یثبت به الواجب یعنی بالظنی الثبوت. ثانيهما المکروہ تنزیہًا، ومرجه إلى ما ترکه أولى، وكثیرًا ما یطلقونه كما فی شرح المنية، فحینئذ إذا ذکرنا مکروها فلا بد من النظر فی دلیله، فإن كان نهیا ظنیا یحکم بکراهة التحريم إلا لصارف للنهی عن التحريم إلى النذب، فإن لم یکن الدلیل نهیا بل كان مفیدًا للترك الغير الجازم فهی تنزیهية. اهـ (رد المحتار على الدر المختار، ج ۱، ص ۱۳۲، کتاب الطهارة، سنن الوضوء)

مطلب فی الکراهة التحريمية والتنزیهية

(قولہ هذه تعم التنزیهية الخ) قال فی البحر: والمکروہ فی هذا الباب نوعان. أحدهما: ما یکره تحریمًا وهو المحمل عند إطلاقهم كما فی زکاة الفتح، وذكر أنه فی رتبة الواجب لا یثبت إلا بما

لیکن جمہور حنفیہ کا رجحان، کراہتِ تحریمی کی طرف ہے، سوائے ایک مخصوص صورت کے کہ اس میں کراہتِ تنزیہی کی طرف ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ جن عبارات میں جمعہ فوت ہونے والوں سے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کی کراہت منقول ہے، وہ اس مسئلے کی ایک مخصوص صورت ہے، جس میں ان کو بھی جماعتِ ظہر سے روکنا مقصود ہے، ورنہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ اس قسم کی عبارات سے معذور و غیر معذور حضرات و افراد سب کے لیے ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنے کے مکروہ ہونے کو ہی بیان کرنا ہے، چونکہ معذوریٰ میں ایک قسم ان لوگوں کی ہے، جن کا جمعہ فوت ہو گیا ہو، اس لیے ان کا حکم الگ سے بیان کرنے کے لیے، اس تعبیر کو اختیار کیا گیا۔

اسی وجہ سے فقہائے کرام نے جب بھی اور جہاں بھی، یہ مسئلہ بیان فرمایا، ان کو شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی جماعت سے منع کرنے کے لیے ہی بیان فرمایا، اپنی شرائط کے ساتھ جمعہ منعقد کرنے اور جمعہ میں شرکت سے منع کرنے کے لیے بیان نہیں فرمایا، بلکہ فقہائے کرام

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

یثبت به الواجب؛ یعنی بالنہی الظنی الثبوت أو الدلالة، فإن الواجب یثبت بالأمر الظنی الثبوت أو الدلالة.

ثانیہما: المکروہ تنزیہیہا، ومرجعہ الی ما ترکہ أولى، وکثیرا ما یطلقونہ کما ذکرہ فی الحلیۃ، فحینئذ إذا ذکرنا مکروہا فلا بد من النظر فی دلیلہ، فإن کان نہیا ظنیاً یحکم بکراہۃ التحریم إلا لصارف للنہی عن التحریم الی الندب، وإن لم یکن الدلیل نہیا بل کان مفیداً للترک الغیر الجازم فہی تنزیہیۃ اہ۔

قلت: ویعرف أیضاً بلا دلیل نہی خاص، بأن تضمن ترک واجب أو ترک سنة. فالأول مکروہ تحریماً، والثانی تنزیہاً؛ ولكن تتفاوت التنزیہیۃ فی الشدة والقرب من التحریمیۃ بحسب تأکید السنۃ؛ فإن مراتب الاستحباب متفاوتة کمراتب السنۃ والواجب والفرض، فکذا أضحدها کما أفاده فی شرح المنیۃ وسیاتی فی آخر المکروہات تمام ذلك (قوله والا فتزیہیۃ) راجع الی قوله فإن نہیا أی وإن لم یکن نہیا بل کان مفیداً للترک الغیر الجازم، والی قوله ولا صارف: أی وإن کان نہیا ولكن وجد الصارف له عن التحریم فہی فیہما تنزیہیۃ کما علمتہ من عبارة البحر فافہم (قوله تحریماً للنہی) الأولى تأخیرہ عن المضاف الیہ ط(رد المحتار علی الدر المختار، ج ۱، ص ۶۳۹، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا، فروع مشی المصلی مستقبل القبلة هل تفسد صلاحہ)

نے تو مسافر، غلام اور مریض سب کے جمعہ پڑھنے کی صورت میں فرض کی ادائیگی، درست ہونے کا حکم لگایا، حنفیہ نے ان کے جمعہ میں امامت کو بھی درست قرار دیا، اور ان کے لیے جمعہ کے دن، ظہر کے بجائے، جمعہ پڑھنے کو بمقابلہ رخصت، عزیمت اور زیادہ باعثِ اجر و ثواب قرار دیا۔

لہذا اس قسم کی عبارات سے یہ سمجھ لینا کہ جمعہ فوت ہونے والے لوگوں کے لیے، جمعہ کی نماز کا پڑھنا جائز نہیں، اگرچہ ان میں جمعہ کی شرائط و جوہ و صحت بھی موجود ہوں، یہ سخت غلط فہمی ہے، جس کے متعلق بعض معقول جوابات، امداد الاحکام کے حوالے سے ذکر کیے جا چکے ہیں، اور ہم نے اُس موقع پر یہ بھی وضاحت کر دی ہے کہ اس قسم کی عبارات کا اصل مقصود، جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کے مکروہ ہونے کو بیان کرنا ہے، اور ان عبارات کا مقصود صحیح یا واجب نہ ہونے کو بیان کرنا نہیں ہے، وہ مسئلہ دوسرے قواعد و جزئیات سے اپنے مقام پر الگ سے ثابت اور مذکور ہے۔

اور زمانہ سلف میں چونکہ جمعہ کا قیام اذنِ حاکم کے ساتھ، بلکہ اس کی اقتداء میں، اور عموماً شہر میں ایک ہی مقام پر ہوتا تھا، اس لیے اس وقت جمعہ فوت ہونے کا تصور بھی محدود تھا، برخلاف آج کے موجودہ حالات و زمانے کے، جیسا کہ ”امداد الاحکام“ کے حوالے سے مفصلاً گزرا۔

”المبسوط للسرخسی“ کا حوالہ

شمس الائمہ سرخسی نے ”المبسوط“ میں فرمایا کہ:

”شہر کے اندر قید خانہ میں اور اس کے باہر، نمازِ ظہر کو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ ایک تو آج تک، ہر دور میں جمعہ کے دن ظہر کے وقت میں (جامع مسجد کے علاوہ) مساجد کے دروازے بند کرنے کا رواج رہا ہے، جو اس بات کی دلیل

ہے کہ جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی جائے گی۔
دوسرے شہر میں موجود شخص کو جمعہ کے وقت دو چیزوں کا حکم ہے، اولاً تو ظہر کی
جماعت ترک کرنے کا، اور ثانیاً جمعہ میں حاضر ہونے کا۔

اور قید خانہ کے لوگ ان میں سے ایک چیز پر قادر ہیں، جو کہ ترک جماعت ہے،
لہذا ان کو اس کا بہر حال حکم ہوگا (اور اس کی خلاف ورزی مکروہ ہوگی)
تیسرے معذور لوگوں کے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کی صورت میں غیر معذور
لوگ بھی اس میں شریک ہو سکتے ہیں، جس سے جامع مسجد میں (یا جہاں شہر میں
تمام لوگوں کا کسی ایک جگہ اجتماع ہوتا ہے، وہاں) لوگوں کا جمعہ کی نماز کو کم تعداد
میں پڑھنا، لازم آئے گا۔“ انتہی۔ ۱

مذکورہ عبارت میں بھی ظہر کے دن معذور و غیر معذور کے لیے ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ
ہونے کو بیان کرنا مقصود ہے، جس کی تعبیر بعض حضرات نے دوسری اختیار کی ہے، لیکن ان کا
مقصود بھی، درحقیقت اسی مسئلہ کو بیان کرنا ہے۔

اور اس عبارت سے یہ بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن شہر کے لوگوں کو ایک تو ظہر کی
نماز باجماعت کو ترک کرنے کا حکم ہے، اور دوسرے جمعہ کو قائم کرنے کا حکم ہے۔

غیر معذور تو دونوں چیزوں کا مکلف ہے، اور معذور ترک جماعت ظہر کا مکلف ہے۔
لیکن مسئلہ تحریر اور فتوے میں جن پر جمعہ کی نماز واجب اور صحیح ہے، ایک تو ان کے لیے جمعہ کی

۱ (قال) ويكره ان يصلى الظهر يوم الجمعة في المصر جماعة في سجن أو في غير سجن هكذا
روى عن علي -رضي الله عنه -ولأن الناس أغلقوا أبواب المساجد في وقت الظهر يوم الجمعة في
الأمصار فدل أنه لا يصلى جماعة فيها ولأن الأمور به في حق من يسكن المصر في هذا الوقت
شيتان: ترك الجماعة وشهود الجمعة وأصحاب السجن قدروا على أحدهما وهو ترك الجماعة
فيأتون بذلك ولو جوزنا للمعذور إقامة الظهر بالجماعة في المصر ربما يقتدى بهم غير المعذور
وفيه تغليل الناس في الجامع وهذا بخلاف القرى فإنه ليس علي من يسكنها شهود الجمعة فكان
هذا اليوم في حقهم كسائر الأيام (المبسوط، لشمس الأئمة السرخسي، ج ۲، ص ۳۵، باب صلاة
الجمعة)

نماز کو غیر واجب وغیر درست قرار دے کر ایک اہم شرعی حکم کی مخالفت کی جا رہی ہے، اور دوسرے ظہر کی نماز باجماعت کو مستحب قرار دے کر، دوسرے حکم کی بھی مخالفت کی جا رہی ہے۔

اور اگر کچھ لوگ جمعہ سے معذور ہوں، تو ان کو ظہر کی نماز باجماعت مستحب قرار دے کر، دوسرے حکم کی پھر بھی مخالفت کی جا رہی ہے، اور صورتاً نماز جمعہ کا معارضہ کیا جا رہا ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ جامع مسجد یا تمام اہل شہر کو جمع کرنے والے مجمع یا جامع میں تقلیل کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات، معذورین کے ساتھ غیر معذورین بھی جماعت ظہر میں شرکت کر لیتے ہیں، اور اس طرح وہ ایک فریضہ کے تارک بن جاتے ہیں، اور جمعہ کے اجتماع میں شریک نہیں ہو پاتے، لیکن آگے علامہ ابن ہمام وغیرہ کے حوالہ سے آتا ہے کہ یہ علت اس قول پر مبنی ہے۔

جس کے مطابق تعدد جمعہ جائز نہیں، اور متاخرین کا مختار قول، یا روایت تعدد جمعہ کے جواز کی ہے، لہذا قول یا اس روایت کے مطابق، غیر معذورین کے جماعت میں شرکت سے جمعہ سے محرومی، اور جمعہ سے معارضہ کی علت پھر بھی پائی جاتی ہے، اسی آخری علت کی تعبیر مندرجہ بالا عبارت میں جمعہ کے مقابلہ میں جماعت ظہر قائم کرنے کے ترک سے فرمائی گئی ہے۔

”المحیط البرہانی“ کا حوالہ

صاحب ”المحیط البرہانی“ نے بھی اسی قسم کی تفصیل بیان فرمائی ہے، جو علامہ سرنہسی کے حوالے سے گزری، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ:

”امام محمد نے فرمایا کہ جمعہ کے دن شہر میں باجماعت ظہر کی نماز پڑھنا، مکروہ ہے، خواہ جیل خانے میں ہو، یا اس سے باہر، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے وقت، شہر میں موجود شخص کو دو

چیزوں کا حکم ہے، ایک تو ترکِ جماعتِ ظہر کا، دوسرے جمعہ میں حاضر ہونے کا، اور قیدی و معذور لوگ ان میں سے ایک چیز پر قادر ہیں، جو کہ ترکِ جماعتِ ظہر ہے، لہذا وہ بہر حال اس حکم کے مکلف ہوں گے۔

علاوہ ازیں اگر ہم معذورین کو ظہر کی نماز باجماعت کی اجازت دیں گے، تو بعض اوقات ان کی اقتداء میں ایسے لوگ بھی شامل ہو جائیں گے، جو جمعہ سے معذور نہیں، اور اس میں جامع مسجد کے اندر جمعہ کی جماعت میں کم لوگوں کے شریک ہو جانے کا مفسدہ لازم آئے گا۔

برخلاف اہلِ قرئی کے کہ وہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں گے، کیونکہ ان کے ذمہ، جمعہ میں حاضری لازم نہیں، لہذا ان کے حق میں جمعہ کا دن، دوسرے ایام کی طرح شمار ہوگا۔

اور مسافر لوگ اگر جمعہ کے دن، شہر میں آجائیں، وہ بھی نمازِ ظہر کو بغیرِ جماعت کے تنہا ہی پڑھیں گے، اور اسی طرح سے شہر کے جن لوگوں سے جمعہ فوت ہو جائے، اور اسی طرح سے قیدی اور بیمار لوگ، ان سب کے لیے جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔

اور جو مریض، جمعہ میں حاضر ہونے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، جب وہ اپنے گھر میں ظہر کی نماز، اذان و اقامت کے بغیر پڑھے، تو جائز ہے، لیکن اذان و اقامت کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے۔

اور ”قدوری“ میں ہے کہ جس سے جمعہ فوت ہو جائے، تو وہ ظہر کی نماز، اذان و اقامت کے بغیر پڑھے گا، اور اسی طرح قیدی اور بیمار اور غلام اور مسافر بھی۔“ انتہی۔ ۱

۱۔ قال محمد رحمہ اللہ: ويكره أن يصلي الظهر يوم الجمعة في المصر بجماعة في سجن وغير سجن، هكذا روى عن علي رضي الله عنه، والمعنى فيه: أن المأمور به في حق من يسكن المصر في هذا الوقت شيان، ترك الجماعة وشهود الجمعة، فأصحاب السجون قدروا على أحدها وهو ﴿يقه حاشيا گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ عبارت میں مدعا پر واضح دلالت پائی جاتی ہے، اور عند الحنفیہ جمعہ کے دن شہر میں ہر کسی کے لیے جماعت ظہر کا مکروہ ہونا، ثابت ہوتا ہے، جس سے کوئی فرد بھی خارج نہیں۔ جہاں تک جامع مسجد میں تقلیل کی علت کا تعلق ہے، تو اس کے متعلق پہلے عرض کیا جا چکا، اور آگے بھی آتا ہے کہ یہ تعدد جمعہ کے عدم جواز کے قول پر مبنی ہے، جو تعدد جمعہ کے جواز اور اس کے مفتی بہ ہونے کی صورت میں مؤثر نہیں۔

”مختصر القدوری“ کا حوالہ

امام قدوری نے ”مختصر القدوری“ نے فرمایا کہ:

”غیر معذور شخص کو جمعہ کے دن اپنے گھر میں ظہر پڑھنا مکروہ ہے، اور جمعہ کے دن، معذور لوگوں کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا بھی مکروہ ہے۔“ انتہی۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ترک الجماعة، فیأتون بذلک ولو جوزنا للمعذور إقامة الظہر بالجماعة ربما يقتدى بهم غیر المعذور، وفيه تقلیل الناس فی الجامع۔
بخلاف القرى حيث يصلى أهلها الظہر بالجماعة؛ لأنه ليس على من يسكنها شهود الجمعة، فكان هذا اليوم في حقهم كسائر الأيام، والمسافرون إذا حضروا يوم الجمعة في مصر يصلون فرادى، وكذلك أهل المصر إذا فاتتهم الجمعة، وأهل السجن والمرضى تکره لهم الجماعة والمرضى الذي لا يستطيع أن يشهد الجمعة، إذا صلى الظہر في بيته بغير أذان وإقامة أجزأه، وإن صلاها بأذان وإقامة فهو حسن؛ لأن هذا اليوم في حق المريض كسائر الأيام، من صلى الظہر في بيته إن صلاها بغير أذان وإقامة، فهو جائز وإن صلاها بأذن وإقامة فحسن كذا ها هنا۔
وفي القدوری ومن فاتته الجمعة صلى الظہر بغير أذان ولا إقامة، وكذلك أهل السجن والمرضى والعيبد والمسافرون، ذکر الحاكم في المسافر مثلاً مسافر أدرك الإمام يوم الجمعة في التشهد صلى أربعاً بالتكبير الذي دخل به معه (المحيط البرهاني، ج ۲ ص ۹۲، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة)

۱۔ ومن صلى الظہر في منزله يوم الجمعة قبل صلاة الإمام ولا عذر له كره له ذلك وجازت صلاته فإن بدا له أن يحضر الجمعة فتوجه إليها بطلب صلاة الظہر، عند أبي حنيفة بالسعي وقال أبو يوسف ومحمد: لا تبطل حتى يدخل مع الإمام۔

ويكره أن يصلى المعذرون الظہر بجماعة يوم الجمعة وكذلك أهل السجن (مختصر القدوری، ص ۴۰، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

اس عبارت میں بھی معذورین کے لیے شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت کو مکروہ قرار دیا گیا ہے، اور مذکورہ کتاب، حنفیہ کے متون سے تعلق رکھتی ہے۔

”التجريد للقدوری“ کا حوالہ

امام قدوری نے ”التجريد“ میں فرمایا کہ:

”ہمارے اصحاب کے نزدیک معذور کے لیے جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں، جبکہ وہ مخفی طور پر پڑھیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آج تک تمام زمانوں میں جمعہ کے دن مساجد کو بند رکھا جاتا ہے، سوائے جامع مسجد کے، اور دوسری مساجد میں ظہر کی نماز کے لیے لوگ جمع نہیں ہوتے، حالانکہ شہر میں ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں، جن پر جمعہ فرض نہیں ہوتا، تو اگر معذورین کے لیے جماعت کی نماز جائز ہوتی، تو یہ طرز عمل اختیار نہ کیا جاتا۔

اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ معذورین کے لیے جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت کو مباح قرار دینے میں، ترکِ جمعہ کے لیے تسہیل پائی جاتی ہے، کیونکہ معذورین کے ظہر کی جماعت کرنے کی وجہ سے اس میں بعض اوقات وہ لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں، جن پر جمعہ واجب ہے، لہذا اس مادہ کو ختم کیا جائے گا۔

اور جمعہ کے دن، جب ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، غیر معذورین کے لیے مکروہ ہے، تو معذور کے لیے بھی مکروہ ہوگا (صورتاً مشابہت کی وجہ سے)

اور ایک وجہ ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ جب (شافعیہ کے نزدیک) جمعہ کے دن شہر میں معذورین کے لیے ظہر کی جماعت کا اظہار مکروہ ہے، تو اس فعل کا اظہار کے بغیر کرنا بھی مکروہ ہونا چاہے، جیسا کہ غیر رمضان میں

تطوع کی جماعت مطلقاً مکروہ ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، جو جماعت کی ترغیب منقول ہے، وہ اُن نمازوں کے لیے ہے، جن کو عام لوگ جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے مخاطب ہیں، اور ہمارے اس جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت کے مسئلے میں یہ چیز نہیں پائی جاتی، یعنی اس دن شہر کے لوگ جماعتِ ظہر کے مخاطب نہیں۔

اور یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ جن پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، وہ دوسری عام نماز والوں کی طرح شمار ہوتے ہیں، لہذا ان کے لئے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ نہیں ہونا چاہئے۔

کیونکہ جمعہ کے علاوہ دوسری نمازوں کو تو عائتہ الناس کے لئے جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے، برخلاف جمعہ کے دن ظہر کی نماز کے کہ اس میں عامتہ الناس کے لیے ترکِ جماعت کا حکم ہے، لہذا اقل (یعنی معذور لوگ) اکثر (یعنی وجوبِ جمعہ والے حضرات) کے تابع ہوں گے۔ انتہی۔ ۱

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ اگر غیر معذورین کے لیے جمعہ کے قیام کا حکم ہے، تو

۱۔ قال أصحابنا: يكره للمعذور أن يصلي الظهر يوم الجمعة في جماعة. وقال الشافعي: لا يكره. وقال في الأم: يخفونها حتى لا يظن بهم أنهم رغبوا عن الصلاة مع الإمام. لنا: أن الناس في سائر الأعصار يغلغون المساجد يوم الجمعة ولا يجمعوا فيها الظهر ولا تخلو ممن لا يلزمه الفرض، فلو جاز الجمع لم يترك. ولأن في إباحة فعلها في جماعة تسهيل لترك الجمعة؛ لأنهم يتبعهم من ليس بمعذور فيصلي معهم، فحسنت المادة في ذلك. (ولأنهم صلوا الظهر في المصر يوم الجمعة جماعة فيكره ذلك لمن ليس بمعذور). ولأنه لما كره إظهار الجماعة كره فعلها، كالتوافل في غير رمضان. وما روى عن النبي -صلى الله عليه وسلم- من الحث على الجماعة منصرف إلى الصلوات التي خوطب العامة بفعلها في جماعة، وهذا لا يوجد في مسائلنا. ولا يقال لمن لم يلزمهم الجمعة: صاروا كأهل الصلوات كلها؛ وذلك لأن تلك الصلوات خوطب العامة بفعلها في جماعة، وهذه خوطب العامة بتركها، فكان الأقل تابعاً للأكثر (التجريد للقدوري، ج ۲، ص ۲۹۸، كتاب الصلاة، يكره للمعذور أن يصلي الظهر يوم الجمعة في جماعة)

معذورین کے لیے ترکِ جماعتِ ظہر کا حکم ہے، وہ بہر حال اس کے مکلف ہیں۔ اور اس بات کی بھی تصریح ہے کہ جمعہ کے دن شہر میں جماعتِ ظہر کو دوسری نمازوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

امام قدوری نے عند الحنفیۃ، جمعہ کے دن معذورین کے لیے نمازِ ظہر کے باجماعت ہونے کی جو علتیں بیان فرمائیں، ان ہی علتوں کو دیگر حنفیہ نے اپنے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا، اور جامع مسجد کے علاوہ دوسری مساجد کو بند رکھنے کی علت، اس زمانے سے متعلق ہے، جب جمعہ صرف ایک مقام پر ہوتا تھا، بعد میں جب تعددِ جمعہ کو جائز قرار دیا گیا، تو دوسری بہت سی مساجد بھی، جمعہ کے دن ظہر کے وقت کھلنے لگیں، لیکن وہ بھی جمعہ کی نماز کے لیے، نہ کہ ظہر کی جماعت کے لیے، اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

لہذا منسلکہ تحریر و فتوے میں جو استدلال و قیاس کیا گیا ہے کہ جس طرح اور دنوں میں ظہر و عصر وغیرہ کی نماز ترک ہو جانے کی صورت میں، گھر کے اندر باجماعت پڑھنا افضل ہے، اسی طرح اہل شہر کے ان لوگوں کے لیے بھی افضل ہونا چاہیے، جو جمعہ میں شریک نہ ہو سکیں، یہ قیاس بھی عند الحنفیۃ درست نہیں، اور قیاس مع الفارق کے قبیل میں داخل ہے۔

”المختار“ کا حوالہ

”المختار“ میں ہے کہ:

”جو شخص بغیر عذر کے جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھے، تو کراہت کے ساتھ جائز

ہے، اور اصحابِ اعذار کے لیے شہر کے اندر، جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت

پڑھنا مکروہ ہے۔“ انتہی۔ ۱

۱۔ ومن صلی الظهر يوم الجمعة بغیر عذر جاز (ز) ویکرہ، فإن شاء أن یصلی الجمعة بعد ذلك یبطل ظہرہ بالسعی (سم) ، ویکرہ لأصحاب الأعذار أن یصلوا الظهر يوم الجمعة جماعة فی المصر (المختار، معالختیار، ج ۱ ص ۸۴، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

”الإختیار لتعلیل المختار“ کا حوالہ

”الإختیار لتعلیل المختار“ میں ہے کہ:

”جس شخص نے جمعہ کے دن، بغیر عذر کے ظہر کی نماز پڑھی، تو وہ درست ہے، مگر مکروہ (تحریمی) ہے، اور امام زفر نے فرمایا کہ درست اور معتبر ہی نہیں (ائمہ ثلاثہ کا بھی یہی قول ہے)

اور اصحابِ اعذار کے لیے شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں جمعہ کے اندر خلل ڈالنا پایا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ بعض اوقات ان کی اقتداء غیر معذور بھی کر لیتا ہے (اور وہ جمعہ سے محروم ہو جاتا ہے) اور آج تک تمام زمانوں اور شہروں میں جمعہ کے وقت عام مساجد کو بند کرنے کا تعامل جاری رہا ہے، حالانکہ شہر میں اصحابِ اعذار بھی موجود ہوتے ہیں، اور اگر یہ عمل مکروہ نہ ہوتا، تو مساجد کو بند نہ کیا جایا کرتا۔“ - انتہی۔ ۱

۱ (ومن صلی الظهر يوم الجمعة بغیر عذر جاز ویکرہ) وقال زفر: لا يجوز، وأصله الاختلاف فی فرض الوقت.

قال أبو حنیفة وأبو یوسف: هو الظهر، لكن العبد مأمور بإسقاطه عنه بأداء الجمعة. وقال محمد: هو الجمعة لأنه مأمور بها، والفرض هو المأمور به، وله أن يسقطه بالظہر رخصة. وعنه أن الفرض أحدهما لا بعينه وبتعيين بأدائه؛ لأن أيهما أدى سقط عنه الفرض، فدل أن الواجب أحدهما. وعند زفر هو الجمعة، والظہر بدل عنها في حق غير المعذور لأنه مأمور بالجمعة منهي عن الظہر، فإذا فاتت الجمعة أمر بالظہر، وهذا آية البدلية.

ولنا أن التكليف يعتمد القدرة، والعبد إنما يقدر على أداء الظہر بنفسه دون الجمعة لأنها تتوقف على شرائط تتعلق باختیار الغير، ولهذا لو فاتته الجمعة أمر بقضاء الظہر لا الجمعة، ويجوز أن يكون الفرض الظہر، ويؤمر بتقديم غيره كإتجاه الفريق آخر الوقت قبل الصلاة.....

قال: (ويكره لأصحاب الأعدار أن يصلوا الظہر يوم الجمعة جماعة في المصر) لأن فيه إخلالا بالجمعة، فربما يقتدى بهم غيرهم، بخلاف القرى لأنه لا جمعة عليهم، وقد جرى التوارث في جميع الأمصار والأعصار بغلق المساجد وقت الجمعة مع أنها لا تخلو عن أصحاب الأعدار، ولولا الكراهة لما أغلقوها (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱ ص ۸۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

اس کے متعلق پہلے عرض کیا جا چکا، اور آگے بھی آتا ہے۔

”کتاب التجنیس والمزید“ کا حوالہ

علامہ مرغینانی یعنی صاحب ہدایہ ”کتاب التجنیس والمزید“ میں فرماتے ہیں کہ:

اهل مصر ترکوا صلاة الجمعة بعد ذکرہ لهم اداء الظهر
بجماعة، ويستحب لهم ان يصلوا الظهر وحدانا، لعموم قول
محمد رحمه الله.

وبكره لاهل السجن وغيرهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم
الجمعة (كتاب التجنیس والمزید، جزء ۲، صفحہ ۲۰۹، باب الجمعة، ادارة
القرآن، کراتشی، الباكستان)

ترجمہ: شہر کے لوگوں نے کسی عذر کی وجہ سے، جمعہ کی نماز کو ترک کر دیا، تو ان کو ظہر
کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، اور ان کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز
تہا، بغیر جماعت کے پڑھیں، امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے عموم کی وجہ سے۔
اور قیدیوں وغیرہ کے لیے جمعہ کے دن، ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ ہے

(کتاب التجنیس والمزید)

صاحب ہدایہ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر شہر کے سب لوگ، کسی مانع کی وجہ سے جمعہ
کی نماز نہ پڑھ سکیں، مثلاً سخت بارش، یا طوفان، یا سیلاب، یا دشمنوں کے حملے اور خطرے
وغیرہ کی وجہ سے، یا پھر سلطان، یا اس کے نائب کو شرط قرار دینے کی صورت میں، اس کے کسی
عذر سے، حاضر نہ ہونے کی وجہ سے، تو ایسی صورت میں بھی اہل شہر کو ظہر کی نماز باجماعت
پڑھنا، مکروہ ہے، لیکن اس صورت میں مکروہ تنزیہی ہے، جس کی وجہ اگرچہ کسی کراہت کی
علت کا پایا جانا نہ ہو، لیکن اس میں امام محمد کے بیان کردہ قول کے عموم کی مخالفت، پھر بھی پائی
جاتی ہے۔

اور صاحبِ ہدایہ کی مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیدیوں اور معذوروں کے لیے جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

مذکورہ عبارت سے یہ تو واضح طور پر معلوم ہوا کہ اگر شہر کے لوگ، کسی مانع کی وجہ سے مطلقاً، جمعہ کی نماز نہ پڑھ سکیں، تو اس صورت میں ان کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مکروہ تزیہی ہے۔

لیکن مذکورہ عبارت میں قیدیوں اور معذوروں کے لیے کراہتِ تزیہی یا تحریمی ہونے کی صراحت نہیں کی گئی۔

اگر اس سے بھی کراہتِ تزیہی مراد لی جائے، تو پھر یہ کہا جائے گا کہ یہ اس قول پر مبنی ہے، جس کے مطابق شہر میں ہر طرح کے معذورین کے لیے، ظہر کی جماعت مکروہ تزیہی ہے۔

لیکن صاحبِ ہدایہ کے اس مسئلہ کو الگ سے ذکر کرنے اور کراہت کو مطلق بیان کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی کراہت، پہلی صورت کی کراہت سے زیادہ شدید ہے، جو کہ تحریمی ہی ہو سکتی ہے، یا اس میں اختلاف ہے، اس لیے اس کو علیحدہ اور مطلق کراہت کے ساتھ بیان کیا۔

اور آگے ”النسفیة“ اور علامہ شامی، اور قہستانی، اور ”المصمرات“ وغیرہ کے حوالہ سے آتا ہے کہ جب کسی مانع کی وجہ سے تمام اہل شہر کا جمعہ فوت ہو جائے، اس صورت میں شہر میں ظہر کی جماعت کرنا خلافِ اولیٰ، یا مکروہ تزیہی ہے۔

اور علامہ شامی نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ اس صورت میں اہل شہر کے، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے میں کراہت کی کوئی علت نہیں پائی جاتی، نہ تو لوگوں کو جمعہ میں شرکت سے محروم ہونے کا سبب بننے، اور اس کی وجہ سے جمعہ میں خلل ڈالنے کی علت پائی جاتی، اور نہ ہی شہر میں جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ کی علت پائی جاتی، اس لیے اس میں کراہتِ شدیدہ یا تحریمہ لازم نہیں آتی۔

اور اگر شہر میں فی الجملہ جمعہ قائم ہو، تو اس صورت میں مذکورہ دونوں علتیں پائی جاتی ہیں، اور وہ کراہتِ تحریمی یا کراہتِ تنزیہی دونوں کا احتمال رکھتی ہیں، لیکن جمہور حنفیہ اور خود علامہ شامی وغیرہ کا رجحان ان تمام صورتوں میں کراہتِ تحریمی کی طرف ہے۔

جبکہ منسلکہ تحریر اور فتوے میں شہر کے اندر فی الجملہ، جمعہ قائم ہونے کے باوجود، نہ صرف یہ کہ ظہر کی جماعت کے مکروہ ہونے کی نفی کی گئی ہے، بلکہ اسی کے ساتھ اس کے استحباب کا بھی حکم لگا دیا گیا ہے، جس کا حنفیہ میں کہیں بھی کوئی ثبوت اور بنیاد نہیں ملتی ”ومن ادعیٰ فعلیہ البیان“

اگر کوئی ثبوت اور وجود ملتا ہے، تو اپنی شرائط کے ساتھ، جمعہ کی جماعت قائم کرنے کا ہی ملتا ہے، اسی جمعہ کے قیام کے لیے اہل شہر کو، ہر اس طرزِ عمل سے منع کیا گیا، جو جمعہ کے قیام میں خلل کا باعث ہو، ایسی صورت میں اُن اہل شہر کو، جن میں صحتِ جمعہ اور وجوبِ جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہیں، اور ان کو جمعہ قائم کرنے میں کوئی مانع بھی نہ ہو، اُن سے جمعہ کے وجوب کی نفی کرنے کے ساتھ ساتھ، ان کے جمعہ کی صحت کی بھی نفی کرنا، اور پھر مزید کراہتِ در کراہت کی طرف مسئلے کو ترقی کر کے لے جانا، یہ طرزِ عمل فقہائے کرام کے مقصود سے، مطابقت نہیں رکھتا۔

”الهدایة فی شرح بدایة المبتدی“ کا حوالہ

علامہ مرغینانی نے ”الهدایة فی شرح بدایة المبتدی“ میں فرمایا کہ:

”غیر معذور کے لئے اپنے گھر میں جمعہ کے دن امام کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگرچہ اس کی ظہر کی نماز ادا ہو جاتی ہے، برخلاف امام زفر (اور ائمہ ثلاثہ غیر حنفیہ) کے کہ ان کے نزدیک ظہر کی نماز سرے سے ادا ہی نہیں ہوتی۔

اور معذور لوگوں اور اسی طرح قیدیوں کے لیے جمعہ کے دن، شہر میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں جامع مسجد میں ہونے والے جمعہ میں خلل ڈالنا پایا جاتا ہے، کیونکہ بعض اوقات معذور کی اقتداء غیر معذور بھی

کر لیتا ہے (جس کے نتیجے میں یہ جماعت ظہر، بعض ایسے لوگوں کے لیے جمعہ کے ترک کا باعث بن جاتی ہے، جن پر جمعہ واجب تھا) بخلاف گاؤں والوں کے کہ ان پر جمعہ واجب ہی نہیں۔ انتہی۔ ۱

صاحب ہدایہ نے شہر میں جمعہ کے دن، معذورین کی جماعت کے مکروہ ہونے کی یہ علت بیان فرمائی ہے کہ اس کی وجہ سے جامع مسجد کے جمعہ میں خلل ڈالنا پایا جاتا ہے، وہ اس طرح سے کہ بعض اوقات معذور کی غیر معذور بھی اقتداء کر لیتا ہے، جس پر کہ جامع مسجد میں جا کر جمعہ پڑھنا واجب تھا، اور اس طرح سے اس کے ذمہ ایک وجوب رہ کر وہ گناہ گار ہو جاتا ہے، لہذا شہر میں معذورین کا جماعت کرنا، دوسرے لوگوں کے لیے، گناہ کا سبب بن سکتا ہے۔

صاحب ہدایہ نے شہر میں جمعہ کے دن، معذورین کی جماعت کرنے کی جو علت بیان فرمائی ہے، یعنی غیر معذور کے اس کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے، جامع مسجد میں ہونے والے جمعہ کی نماز میں خلل ڈالنا، تو یہ علت، تعدد جمعہ کے عدم جواز کے قول پر مبنی ہے، جو متاخرین حنفیہ کا مختار و مفتی بہ قول نہیں، اس لیے تعدد جمعہ کے جواز کے قول کے بعد، اب کراہت کی دوسری علتیں ہوں گی، جیسا کہ علامہ ابن ہمام کے حوالہ سے ابھی آتا ہے۔

۱۔ ومن صلی الظهر فی منزله یوم الجمعة قبل صلاة الإمام ولا عدل له کرہ له ذلك وجازت صلاته "وقال زفر رحمه الله لا یجزئہ لأن عنده الجمعة هی الفریضة أصالة والظہر کالبدل عنها ولا مصیر إلى البدل مع القدرة علی الأصل ولنا أن أصل الفرض هو الظہر فی حق الکافة هذا هو الظاهر إلا أنه مأمور بإسقاطه بأداء الجمعة وهذا لأنه متمکن من أداء الظہر بنفسه دون الجمعة لتوقفها علی شرائط لا تتم به وحده وعلی التمكن بدور التکلیف "فإن بداله أن یحضرها فتوجه إليها والإمام فیها یطل ظہره عند أبی حنیفة رحمه الله بالسعی وقالوا لا یطل حتی یدخل مع الإمام " لأن السعی دون الظہر فلا ینقضه بعد تمامه والجمعة فوقها فینقضها وصار کما إذا توجه بعد فراغ الإمام وله أن السعی إلى الجمعة من خصائص الجمعة فینزل منزلتها فی حق ارتفاض الظہر احتیاطا بخلاف ما بعد الفراغ منها لأنه لیس بسعی إليها.

"ویکره أن یصلی المعذورون الظہر بجماعة یوم الجمعة فی المصر وكذا أهل السجن "لما فیہ من الإخلال بالجمعة إذ هی جامعة للجماعات والمعذور قد یقتدی به غیره بخلاف أهل السواد لأنه لا جمعة علیهم "ولو صلی قوم أجزأهم "لاستجماع شرائطه "(الهدایة فی شرح بدایة المبتدی، ج ۱، ص ۸۳، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

”فتح القدیر“ کا حوالہ

علامہ ابن ہمام نے ”فتح القدیر“ میں صاحب ہدایہ کی مذکورہ عبارت کی تشریح میں فرمایا کہ: ”جمعہ کے دن غیر معذورین عن الجمعة کے گھر میں ظہر کی نماز پڑھنے کے مکروہ ہونے سے مراد، حرام ہونا ہے، کیونکہ اس میں جمعہ کے متفق علیہ فرضِ قطعی کا ترک کرنا پایا جاتا ہے، جو کہ ظہر سے زیادہ مؤکد ہے، لہذا اس کا مرتکب، حرام کا مرتکب کیونکر نہیں ہوگا؟

اور معذورین کے لیے ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا، جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد، بہر دو صورت مکروہ ہے۔

اور جن لوگوں کا جمعہ فوت ہو گیا، پھر وہ ظہر کی نماز پڑھیں، تو ان کے لیے بھی جماعتِ ظہر کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس کی علت یہ ہے کہ اس کی بناء پر جامع (یعنی ایک مقام پر جمع ہو کر ہونے والے جمعہ) میں خلل ڈالنا پایا جاتا ہے، جو کہ تمام جماعتوں کو جمع کرنے والا ہے۔

مگر یہ علت اس قول پر مبنی ہے، جس کے مطابق ایک شہر میں تعددِ جمعہ جائز نہیں، اور سرحدی وغیرہ کے نزدیک، جو مختار روایت ہے، اس کے مطابق تعددِ جمعہ جائز ہے، لہذا اس مختار روایت کے مطابق، کراہت کی علت یہ ہوگی کہ بعض اوقات، غیر معذور بھی معذور کی اقتداء کر لیتا ہے (جو غیر معذور لوگوں کے واجب جمعہ کے حکم کو ترک کرنے کا باعث بنتا ہے) اور ایک علت یہ بھی ہے کہ اس میں جمعہ کے علاوہ دوسری نماز کو باجماعت قائم کر کے صورتاً جمعہ کا معارضہ پایا جاتا ہے“ انتہی۔ ۱

۱ (قولہ: کرہ لہ ذلک إلخ) لا بد من كون المراد حرم عليه ذلك، وصحت الظہر؛ لأنه ترك الفرض القطعی باتفاقهم الذی هو آكد من الظہر فكيف لا يكون مرتكباً محرماً، غير أن الظہر تقع صحیحة وإن كان مأموراً بالإعراض عنها. وقال زفر: لا يجوز؛ لأن الفرض في حقه الجمعة والظہر ﴿بقية حاشيا گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ اور اس جیسی عبارات کی فقہ حنفی میں کمی نہیں ہے کہ جن میں غیر معذور کے جمعہ کے دن،

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بدل عنہا؛ لأنه مأمور بأداء الجمعة معاقب بتركها، ومنهى عن أداء الظهر مأمور بالإعراض عنها ما لم يقع اليأس عن الجمعة، وهذا هو صورة الأصل والبدل، ولا يجوز أداء البدل مع القدرة على الأصل.

قلنا: بل فرض الوقت الظهر بالنص، وهو قوله - صلى الله عليه وسلم - وأول وقت الظهر حين تزول الشمس مطلقا في الأيام ودلالة الإجماع أعني الإجماع على أن بخروج الوقت يصلي الظهر بنية القضاء، فلو لم يكن أصل فرض الوقت الظهر لما نوى القضاء، والمعقول إذ أصل الفرض في حق الكل ما يتمكن كل من أدائه بنفسه، فما قرب إلى وسعه فهو أحق والظهر أقرب؛ لتكفنه منه كذلك بخلاف الجمعة؛ لتوقفها على الشرائط لا تتم به وحده، وتلك ليس في وسعه، وإنما يحصل له ذلك اتفاقا باختیار آخرين كاختيار السلطان وقدرته في الأمر، واختيار آخر وآخر ليحصل به مهمما الجماعة وغير ذلك، فكان الظهر أولى بالأصلية، وعلى الأول أن يقال مفاده أن كل وقت ظهر يدخل حين تزول والمطلوب أن كل ما زالت دخل وقت الظهر، وإنما يفاد بعكس الاستقامة لها وهو لا يثبت كليا. سلمناه، لكن خروج الزوال يوم الجمعة من تلك الكلية أعني العكس معلوم قطعاً من الشرع للقطع بوجود الجمعة فيه والنهي عن تركها إلى الظهر، ولا يخفى ضعف الوجه الثالث، إذ لو تم استلزام عدم وجوب الجمعة على كل فرد والمتحقق وجوبها على كل واحد فيحصل من الامتثال توفر الشروط، والمعول عليه الوجه الثاني، وهو يستلزم عدم تخصيص الأول، فيلزم أن وجهه حينئذ وجوب الظهر أولاً ثم يجب إسقاطه بالجمعة، وفائدة هذا الوجوب حينئذ جواز المصير إليه عند العجز عن الجمعة إذ كانت صحتها تتوقف على شرائط ربما لا تتحصل فتأمل.

وإذا كان وجوب الظهر ليس إلا على هذا المعنى لم يلزم من وجوبها كذلك صحتها قبل تعذر الجمعة، والفرض أن الخطاب قبل تعذرها لم يتوجه عليه إلا بها.

(قوله: بطلت ظهره عند أبي حنيفة بالسعي) هذا إذا كان الإمام في الصلاة بحيث يمكنه أن يتركها، وإن لم يتركها أو كان لم يشرع بعد لكنه لا يرجو إدراكها للبعد ونحوه لا تبطل عند أبي حنيفة عند العراقيين، وتبطل عنده في تخريج البلخييين وهو الأصح، ثم المعتمر في السعي الانفصال عن داره فلا تبطل قبله على المختار، وقيل إذا خطا خطوتين في البيت الواسع تبطل (قوله: حتى يدخل مع الإمام) وفي رواية حتى يتمها معه حتى لو أفسدها بعد الشروع فيها لا يبطل الظهر، ولا فرق على هذا الخلاف بين المعذور كالعبد وغيره، وحتى لو صلى المريض الظهر ثم سعى إلى الجمعة بطل على ظهره على الخلاف.

وقال زفر: لا يبطل ظهر المعذور؛ لأن الجمعة ليست فرضاً عليه. قلنا إنما رخص له تركها للعذر، وبالاتزام التحق بالصحيح (قوله: لأن السعي دون الظهر)؛ لأنه حسن لمعنى في غيره بخلاف الظهر، ونقض الظهر وإن كان مأموراً به لكنه لضرورة أداء الجمعة؛ إذ نقض العبادة قصداً بلا

ترکِ جمعہ کرنے پر کراہتِ تحریمی اور حرمت کا حکم لگایا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن، جس شخص میں وجوبِ جمعہ کی شرائط موجود ہوں، اس کا نمازِ جمعہ نہ پڑھنا، کس قدر برائی رکھتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جب وجوبِ جمعہ کی شرائط پائی جائیں، تو سقوطِ جمعہ، یا عدمِ صحتِ جمعہ کی کوشش کرنا بھی کوئی مستحسن فعل شمار نہیں ہوگا۔

علامہ ابنِ ہمام کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صاحبِ ہدایہ نے جمعہ کے دن شہر میں، معذورین کے جماعت کرنے کی صورت میں، جو غیر معذورین کے، معذورین کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے جامع مسجد میں ہونے والے جمعہ میں خلل ڈالنے کی علت کا ذکر فرمایا ہے، یہ علت شہر میں تعددِ جمعہ کے عدمِ جواز کے قول پر مبنی ہے، لیکن حنفیہ کی مختار

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ضرورة حرام فلا تنقض دون أدائها وليس السعي الأداء، وحاصل وجه قول أبي حنيفة أن الاحتياط في الجمعة نقض الظهر للزوم الاحتياط في تحصيلها، وهو به فينزل ما هو من خصائصها منزلتها لذلك؛ لأنه المحقق للاحتياط في تحصيلها، وإنما كان السعي من خصائصها؛ لأنه أمر به فيها ونهى عنه في غيرها، قال الله تعالى {فاسعوا إلى ذكر الله} [الجمعة: 9] وقال - صلى الله عليه وسلم - إذا أتيتم الصلاة فلا تأتوها وأنتم تسعون الحديث. فكان الاشتغال به كالاشتغال بها، فالنقض بها إقامة للسبب العادي مقام المسبب احتياطا ومكنا الوصول ثابتة نظرا إلى قدرة الله، وهي تكفي لتكليف، بخلاف ما إذا كان السعي بعد الفراغ منها؛ لأنه ليس إليها ولا إمكان للوصول، هذا التقرير بناء على أن المراد بالسعي ما يقابل المشي وليس كذلك، وكذا البطلان غير مقتصر على السعي بل لو خرج ما شيا أقصد مشي بطلت؛ ألا يرى أنهم أوردوا الفرق بين السعي إلى الجمعة وتوجه القارن إلى عرفات حيث لم تبطل به عمرته حتى يقف بأنه منهي عنه لا مأمور به فلا ينزل منزلته مع أنه ليس هناك جامع السعي منصوبا ليطلب وجه الفرق في الحكم بعد وجود الجامع. فالحق في التقرير أنه مأمور بعد إتمام الظهر بنقضها بالذهاب إلى الجمعة، فذهابها مشروع في طريق نقضها المأمور به فيحكم بنقضها به احتياطا لترك المعصية.

(قوله: ويكره أن يصلي المعذور الظهر بجماعة) قبل الجمعة، وكذا بعدها. ومن فاتتهم الجمعة فصلاوا الظهر تكره لهم الجماعة أيضا (قوله: لما فيه من الإخلال بالجمعة إذ هي جامعة للجماعات) هذا الوجه هو مبني على عدم جواز تعدد الجمعة في المصير الواحد. وعلى الرواية المختارة عند السرخسي وغيره من جواز تعددها، فوجهه أنه ربما يتطرق غير المعذور إلى الاقتداء بهم.

وأيضا فيه صورة معارضة الجمعة بإقامة غيرها. (فتح القدير، ج ۲ ص ۶۳ إلى ۶۵، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

روایت، تعدد جمعہ کے جواز کی ہے، لہذا جب مختار روایت کے مطابق تعدد جمعہ کو جائز قرار دیا جائے گا، اور شہر میں ایک جامع مسجد کے علاوہ، کئی مقامات پر جمعہ کی جماعتیں جائز ہوں گی، تو پھر جامع مسجد میں ہونے والے جمعہ میں، خلل ڈالنے کی علت نہیں پائی جائے گی۔

لیکن تعدد جمعہ کے جواز کی اس مختار روایت کے مطابق، پھر بھی جمعہ کے دن شہر میں نماز ظہر باجماعت پڑھنے میں، کراہت کی دو علتیں بہر حال ہوں گی۔

ایک تو علت یہی ہوگی کہ بعض اوقات، غیر معذور بھی معذور کی اقتداء کر سکتا ہے، اور وہ پھر شہر میں ہونے والے کسی بھی مقام کے جمعہ میں، شریک نہیں ہوگا، حالانکہ اس پر جمعہ کی نماز کا پڑھنا واجب تھا، اور معذورین کے جماعت ظہر کے مکروہ ہونے کی دوسری علت یہ ہوگی کہ شہر کے اندر جب جمعہ کی نماز واجب ہے، جو کہ جماعت کے ساتھ ہی ہوتی ہے، ایسی صورت میں شہر کے اندر جمعہ کے مقابلے میں، ظہر کی جماعت قائم کر کے، جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ پایا جائے گا، اور ظہر کے عوض میں ہی اہل شہر کے لیے جمعہ کی نماز کو واجب و مقرر کیا گیا تھا۔

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ شریعت کی طرف سے معذورین کو جمعہ میں شریک ہونے، یا جمعہ کی جماعت سے تو منع نہیں کیا گیا، حالانکہ ان پر جمعہ واجب نہیں، لیکن ایسے طرز عمل سے بہر حال منع کیا گیا ہے، جو غیر معذور لوگوں کے لیے، جمعہ کے واجب کو ترک کرنے کا ذریعہ بنے، اسی وجہ سے معذورین کے ظہر کی جماعت کرنے کو مکروہ قرار دیا گیا، تاکہ کوئی بھی غیر معذور ان کے ساتھ شریک جماعت نہ ہو، جس پر جمعہ واجب تھا۔

اس کے علاوہ اگر کوئی غیر معذور، معذور کے ساتھ جماعت ظہر میں شریک نہ بھی ہو، اور اس کی وجہ سے کسی غیر معذور کا جمعہ فوت نہ بھی ہو، تب بھی شہر کے اندر ہونے والے جمعہ کی جماعت سے، ظہر کی جماعت کا صورتاً معارضہ پایا جاتا ہے، جس کو ختم کرنے کا راستہ یہی ہے کہ شہر میں جمعہ کے دن کسی صورت بھی، ظہر کی جماعت سے کراہت مرتفع نہ ہو، اس لیے معذور لوگ، جن

پر جمعہ واجب نہیں، بلکہ ظہر کی نماز واجب ہے، وہ یا تو بغیر جماعت کے ظہر کی نماز پڑھیں، اور اگر جماعت کا زیادہ ہی شوق ہو، تو وہ جمعہ کی نماز ادا کریں، خواہ وہ شرعی اصولوں کے مطابق، خود جمعہ کی نماز قائم کریں، یا جہاں شرعی اصولوں کے مطابق، جمعہ کی نماز قائم ہے، اس میں شرکت کریں، کیونکہ اہل شہر کے لیے جمعہ کے دن، اصل جماعت، جمعہ کی ہی ہے۔

”البنایۃ شرح الہدایۃ“ کا حوالہ

علامہ عینی نے ”البنایۃ“ میں ”الہدایۃ“ کی مذکورہ عبارت کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”قیدیوں اور معذورین کے لیے جمعہ کے دن شہر میں، ظہر کی جماعت کرنے کے نتیجے میں بعض اوقات غیر معذور بھی اقتداء کر لیتا ہے، اور وہ جمعہ کی نماز ادا نہیں کرتا، جس کی وجہ سے، اس کا جمعہ رہ جاتا ہے“۔ انتہی۔ ۱

اس عبارت سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن شہر میں معذورین کے باجماعت

۱ م: (و کذا أهل السجن) ش: أى وكذا يكره لأهل السجن إذا صلوا الظهر يوم الجمعة بجماعة، و رخص مالك - رحمه الله - لأهل السجن والمسافرين والمرضى أن يجمعوا، واختلف قوله في القديم: فتوتهم الجمعة، فحكى ابن القاسم عنه أنهم يصلون أفراداً أربعا. وفي "جوامع الفقه": "أصحاب الأعذار، ومن لا تجب عليه الجمعة إذا صلوا الظهر بلا أذان ولا إقامة فرادى من غير جماعة كان أحسن. وفي "خزانة الأكمل": "يصلى المعذور بأذان وإقامة في بيته. وفي "الولوالجى": "لا يؤذن ولا يقيم في السجن وغيره كصلاة الظهر. وفي "المبسوط": "لو صلى الإمام الظهر بأهل المصر جازت صلاتهم وقد أسأتوا. وفي "المرغينانى": "إذا منع الإمام أهل المصر أن يجمعوا لا يجمعون، وقال أبو جعفر: هذا إذا منعهم باجتهاد، وأراد أن يخرج تلك البقعة أن تكون مصراً، فأما إذا نهاهم تعنتاً أو إضراراً بهم، فلمن أن يجمعوا على من يصلى بهم، وزعم أبو إسحاق المروزي من الشافعية - رحمهم الله - أنها تصح على كلا القولين ولم يوافقوا عليه.

م: (لما فيه) ش: أى لما فى الفعل المذكور وهو صلاة المعذورين الظهر بجماعة، وصلاة أهل السجن كذلك. م: (من الإخلال بالجمعة إذ هي جامعة للجماعات) ش: كلمة إذ للتعليل، وهي ترجع إلى الجمعة.

م: (والمعذور قد يقتدى به غيره) ش: أى غير المعذور فلا يذهب إلى الجمعة فيخل بالجمعة (البنایۃ شرح الہدایۃ للعینی، ج ۳ ص ۷۸، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

نمازِ ظہر پڑھنے کے مکروہ ہونے کی ایک علت یہ ہے کہ بعض اوقات ان کی اقتداء میں ایسا شخص بھی شریک ہو جاتا ہے، جو معذور نہیں، یعنی اس پر جمعہ کی نماز واجب ہے، اور وہ اپنا یہ واجب چھوڑ بیٹھتا ہے، گویا کہ معذورین، جن پر جمعہ واجب نہیں، ان کا جماعت کرنا، ایسے لوگوں کے ترک جمعہ کی سہولت کاری کا ذریعہ اور وسیلہ بن جاتا ہے، جن پر جمعہ واجب ہے۔ یہ علت، اس صورت میں بھی مؤثر ہے، جبکہ تعدد جمعہ کو جائز قرار دیا جائے، اور ایک مستقل علت، جمعہ کے ساتھ صوری معارضہ بھی ہے، جبکہ جمعہ فی الجامع کی تقلیل کی علت اس روایت پر مبنی ہے، جس کے مطابق تعدد جمعہ جائز نہیں، اور اس روایت پر پہلے عمل تھا، مگر وہ روایت اب مفتی بہ نہیں، لہذا وہ تعلیل خاص بھی مفتی بہ نہیں، جیسا کہ علامہ ابن ہمام کے حوالہ سے گزرا۔

”بدائع الصنائع“ کا حوالہ

علامہ کاسانی نے ”بدائع الصنائع“ میں فرمایا کہ:

”جس کی جمعہ کے دن ظہر کی نماز فوت ہو جائے، تو وہ ظہر کی نماز اذان و اقامت اور جماعت کے بغیر پڑھے گا، کیونکہ اذان و اقامت اس نماز کے لئے ہوتی ہے، جس کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے، اور جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔“ انتہی۔ ۱

نیز علامہ کاسانی نے دوسرے مقام پر فرمایا کہ:

”جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، جیل خانہ میں اور اس سے باہر ہر جگہ مکروہ ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔

اور آج تک توارث و تعامل بھی اسی کے مطابق ہے کہ شہروں میں جامع مسجد کے

۱ وإن فاتته صلاة الجمعة صلى الظهر بغير أذان ولا إقامة؛ لأن الأذان والإقامة للصلاة التي تؤدى بجماعة مستحبة، وأداء الظهر بجماعة يوم الجمعة مكروه في المصر، كذا روى عن علي - رضی اللہ عنہ (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۵۴، کتاب الصلاة، فصل بیان محل وجوب الأذان)

علاوہ تمام مساجد کو جمعہ کے دن تالا لگا دیا اور مقفل کر دیا جاتا ہے، جس سے اس بات پر دلالت ہوئی کہ جمعہ کے دن، ظہر کی جماعت، ہر ایک کے حق میں مکروہ ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر ہم شہر میں معذور کے لیے نماز ظہر باجماعت ادا کرنے کو جائز قرار دیں گے، تو بعض اوقات غیر معذور بھی اقتداء کر لے گا، جو جمعہ کے مجمع کی تقلیل کا باعث بنے گا، اور یہ چیز جائز نہیں۔

اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مصر کے باشندوں کو اس وقت، دو چیزوں کا حکم ہے، ایک تو ظہر کی جماعت ترک کرنے کا، اور دوسرے جمعہ میں شریک ہونے کا، اور معذور ان میں سے ایک چیز پر قادر ہے، یعنی ظہر کی جماعت ترک کرنے پر، لہذا معذور کو ظہر کی جماعت کو ترک کرنے کا بہر حال حکم ہوگا۔۔۔ انتہی۔۔۔

علامہ ابن ہمام کے حوالے سے پیچھے گزر چکا ہے، اور علامہ ابن نجیم وغیرہ کے حوالے سے آگے آتا ہے کہ جامع کے مجمع میں تقلیل کی علت، شہر میں ایک ہی جگہ جمعہ جائز ہونے کی روایت پر محمول ہے۔

اور تعدد جمعہ کی روایت، چونکہ متاخرین حنفیہ کے نزدیک مختار و مفتی بہ ہے، اور اس پر آج تمام اطراف عالم کے شہروں میں عمل بھی ہے، اس صورت میں معذورین کے جمعہ کے دن، شہر میں جماعت ظہر کے مکروہ ہونے کی ایک علت تو یہ ہوگی کہ جن لوگوں پر جمعہ واجب ہے، بعض اوقات ایسے لوگ بھی معذورین کی جماعت میں شریک ہو جائیں گے، اور اس کے نتیجے

۱۔ تکرہ صلاة الظہر یوم الجمعة بجماعة فی المصر فی سجن وغیر سجن ہکذا روی عن علی - رضی اللہ عنہ -، وهکذا جرى التوارث یاغلاق أبواب المساجد فی وقت الظہر یوم الجمعة فی الأمصار فدل ذلك علی کراهة الجماعة فیها فی حق الكل؛ ولأننا لو أطلقنا للمعذور إقامة الظہر بالجماعة فی المصر فربما یقتدی به غیر المعذور فیؤدی إلى تقلیل جمع الجمعة، وهذا لا یجوز؛ ولأن ساکن المصر مأمور بشئین فی هذا الوقت بترک الجماعات وشهود الجمعة، والمعذور قدر علی أحدهما وهو ترک الجماعات فیؤمر بالترک.

وأما أهل القرى فإنهم یصلون الظہر بجماعة بأذان وإقامة؛ لأنه لیس علیهم شهود الجمعة ولأن فی إقامة الجماعة فیها تقلیل جمع الجمعة فكان هذا الیوم فی حقهم کسائر الأيام (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۷۰، کتاب الصلاة، فصل بیان ما یستحب فی یوم الجمعة وما یکره فیہ)

میں وہ فریضہ جمعہ کے تارک شمار ہو کر گناہ گار ہوں گے۔
اور دوسری علت یہ ہوگی کہ شہروں میں جمعہ کے بجائے، ظہر کی جماعت کا قائم کرنا ہی بذات
خود جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ ہے۔

”کنز الدقائق“ کا حوالہ

”کنز الدقائق“ میں ہے کہ:

”جمعہ واجب ہونے کی شرط، مقیم ہونا اور مرد ہونا اور صحت مند ہونا، اور آزاد ہونا،
اور آنکھوں اور پاؤں سے سلامت ہونا ہے۔

اور جس پر جمعہ واجب نہیں، اگر وہ جمعہ کی نماز ادا کر لے، تو وقت کا فرض جائز ہو جاتا
ہے، اور مسافر اور غلام اور مریض کے لیے جمعہ میں امامت کرنا جائز ہے، اور ان
کے ذریعے سے جمعہ منعقد بھی ہو جاتا ہے، اور غیر معذور کے لیے جمعہ سے پہلے ظہر
کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، پھر اگر وہ جمعہ کی سعی کرے، تو اس کا جمعہ باطل ہو جاتا ہے،
اور معذور اور قیدی، سب کے لیے شہر میں ظہر کی جماعت مکروہ ہے“۔ انتہی۔ ۱

”شرح العینی علی الكنز“ کا حوالہ

”شرح العینی علی الكنز“ میں ہے کہ:

”غیر معذور سے مراد، صحیح، مقیم اور آزاد ہے، ایسے شخص کے لیے جمعہ کی نماز سے
پہلے ظہر کی نماز مکروہ ہے، اور امام زفر اور دیگر تینوں فقہائے کرام (یعنی امام شافعی،
امام مالک اور امام احمد بن حنبل) کے نزدیک، اس صورت میں نماز ظہر جائز اور

۱۔ و شرط وجوبها الإقامة والذکورة والصحة والحرية وسلامة العینین والرجلین.
ومن لا جمعة علیه إن أداها جاز عن فرض الوقت. وللمسافر، والعبد والمریض أن یؤم فیها، وتنعقد
بهم. ومن لا عذر له لو صلى الظهر قبلها کره، فإن سعی إليها بطل، وکره للمعدور والمسجون أداء
الظهر بجماعة فی المصر (کنز الدقائق، ص ۱۹۰، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

معتبر ہی نہیں۔

اور معذور، مثلاً مریض اور قید خانے میں محبوس کے لیے جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مکروہ ہے، خواہ امام کے فارغ ہونے سے پہلے پڑھے، یا

اس کے بعد میں پڑھے۔“ انتہی۔ ۱

مذکورہ عبارات سے بھی معلوم ہوا کہ عند الحنفیہ جمعہ کے دن، شہر میں ہر ایک کے لیے جمعہ سے پہلے اور بعد میں ظہر کی نماز، باجماعت مکروہ ہے۔

یعنی حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے دن، شہر میں جماعت ظہر سے کسی صورت، کراہت مرتفع نہیں ہوتی۔

”تبیین الحقائق علی الكنز“ کا حوالہ

”کنز الدقائق“ کی شرح ”تبیین الحقائق“ میں ہے کہ:

”معذور اور قیدی کے لیے، شہر میں ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، حضرت

علی رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے، اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جمعہ سے پہلے، اور

جمعہ کے بعد، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے میں جامع مسجد کی جماعت کی تکلیل پائی

جاتی ہے، اور جمعہ کی مخالفت کے طریقے پر معارضہ پایا جاتا ہے، بخلاف گاؤں

والوں کے کہ وہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، لہذا وہاں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، نہ

تکلیل کا باعث ہے، اور نہ معارضہ کا“۔ انتہی۔ ۲

۱ (ومن لا عذر له) وهو الصحيح المقيم الحر (لو صلى) صلاة (الظہر قبلها) أى قبل صلاة الجمعة (كروه) ما صلى، وقال زفر والثلاثة، لا يجوز..... (و كره للمعذور) مثل المريض (والمسجون) فى الحبس (أداء الظہر بجماعة) يوم الجمعة (فى المصر) سواء كان قبل فراغ الامام، أو بعده (شرح العینی علی الكنز، ج ۱ ص ۱۰۰، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

۲ (و كره للمعذور والمسجون أداء الظہر بجماعة فى المصر) يروى ذلك عن على -رضى الله عنه -؛ ولأن فى أداء الظہر بجماعة قبل الجمعة وبعدها تكليل الجماعة فى الجامع ومعارضته على وجه المخالفة بخلاف أهل السواد؛ لأنه لا جمعة هناك فلا يفضى إلى التكليل، ولا إلى المعارضة (تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۱ ص ۲۲۲، باب صلاة الجمعة)

جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ کا مطلب پہلے گزر چکا ہے کہ شہر میں ظہر کو باجماعت پڑھنا، بذات خود صورتاً جمعہ سے معارضہ ہے، اور یہ علت ہر ایک کے حق میں پائی جاتی ہے، جو بھی شہر میں ہو، خواہ جمعہ کی نماز سے پہلے جماعت کرے، یا بعد میں کرے، پہلے پڑھنے میں زیادہ شدت ہے، اس لیے بعض نے پہلے کی قید لگائی، اور بعد میں بھی علت موجود ہے، اس لیے بعض نے اس کی بھی تصریح فرمائی۔

اور واحد جامع مسجد کی جماعت میں تکفیل کی علت پر کلام گزر چکا ہے کہ یہ تعدد جمعہ کے عدم جواز پر مبنی ہے، جس پر پہلے زمانوں میں عمل و فتویٰ رہا ہے، اب یہ روایت مفتی یہ نہیں، لہذا یہ علت بھی مفتی یہ اور موثر نہیں۔

لیکن بعض اہل علم اس حقیقت کو نہیں سمجھتے، اور وہ جمعہ کی نماز میں ہی بذات خود تکفیل کو، جواز جمعہ و صحت جمعہ میں قاصر سمجھتے ہیں، جبکہ اب دنیا بھر میں تقریباً تمام شہروں میں اس علت خاص پر عمل متروک ہے۔

اور اگر اس علت کو موثر ہی ماننا ہے، تو پھر معذورین کے ظہر کی نماز باجماعت کے لیے ہی ماننا چاہیے، جس کے متعلق فقہاء نے یہ مسئلہ بیان فرمایا۔

فقہاء نے یہ تو کہیں نہیں فرمایا کہ اگر جمعہ کی نماز میں شہر کے کم لوگ شریک ہوں، تو جمعہ کی نماز مکروہ ہوگی، اور اب بعض اہل علم، مکروہ کے بجائے، جمعہ کو معدوم ہی سمجھے ہوئے ہیں، یعنی وہ جواز و صحت ہی کی نفی کر رہے ہیں۔

”البحرُ الرائق“ کا حوالہ

علامہ ابن نجیم نے ”البحرُ الرائق“ میں فرمایا کہ:

”جمعہ کے دن شہر میں، غیر معذور کے لئے اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، جس سے حرام ہونا مراد ہے، اور یہ حرمت فرض کے ترک کرنے کی وجہ سے

ہے، کیونکہ ہمارے اصحاب نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے، کہ جمعہ کی فرضیت

ظہر سے زیادہ مؤکد ہے، جس کا انکار کفر ہے۔ انتہی۔ ل

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ غیر معذور، یعنی جس پر جمعہ کی نماز واجب ہو، اس کو جمعہ کی نماز ترک کر کے، ظہر کی نماز پڑھنا، چہ چائیکہ ظہر کی جماعت کرنا، حرام ہے، نہ تو جائز ہے، اور نہ ہی مکروہ تنزیہی۔

پس جمعہ کے دن شہر میں موجود، وہ کم از کم چار عاقل، بالغ افراد، جو مسافر و مریض اور غلام وغیرہ نہ ہوں، جب اصولی طور پر ان پر نماز جمعہ واجب ہوگا، اور ان کو جمعہ کا اہتمام ضروری ہوگا، خواہ وہ مسجد میں کریں، یا غیر مسجد میں، تو ان کا جمعہ ترک کرنا حرام ہوگا، اور ان کو جمعہ سے روکنا یا منع کرنا بھی درست نہ ہوگا، پھر اس سے بڑھ کر عند الحنفیہ، جماعت ظہر کی ترغیب دینا، مزید کراہت اور جمعہ کے ساتھ معارضہ کی دعوت کا باعث و مترادف ہوگا۔

نیز ”البحرُ الرائق“ میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

”الهدایة اور ”غایة البیان“ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام اور مسافر وغیرہ کے لیے جمعہ کے دن شہر میں ظہر کے بجائے، جمعہ کی نماز کا پڑھنا افضل ہے، کیونکہ فقہاء نے یہ بات ذکر فرمائی ہے کہ جمعہ کے دن، مسافر اور غلام وغیرہ کو ظہر پڑھنا رخصت ہے، اور جمعہ پڑھنا عزیمت ہے۔

اور جس پر نماز جمعہ واجب ہو، یعنی وہ معذور نہ ہو، اس کو جمعہ ختم ہونے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا، قطعاً حرام ہے، کیونکہ اس نے متفق علیہ فرض قطعاً کو ترک کر دیا،

ل ومن صلی الظهر فی منزله یوم الجمعة، ولا عذر له کره وجازات صلاته، وإنما أراد حرم علیہ.

وصحت الظهر فالحرمة لترك الفرض، وصحة الظهر لما سذكروه، وقد صرح أصحابنا بأنها فرض أكد من الظهر وياكفار جاحدها اهل البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲، ص ۱۵۱، باب صلاة الجمعة

جو کہ نمازِ ظہر سے زیادہ مؤکد ہے، لہذا وہ حرام کا مرتکب شمار ہوگا۔“ انتہی۔ ۱
 جمعہ سے پہلے کی قید، اس لیے لگائی گئی کہ پہلے زمانے میں جمعہ کا قیام ہر شخص کے بس میں نہ
 تھا، اور جب جمعہ اپنی مخصوص ہیبت سے ادا ہو جاتا تھا، تو اس کے ادا ہونے سے ایک طرح کا
 عذر لاحق ہو جاتا تھا، اور حکم اس کے متبادل ظہر کی طرف لوٹ آتا تھا۔
 لیکن بحالات موجودہ جب تک جمعہ ادا کرنے کی قدرت ہو، اس وقت تک جمعہ واجب
 ہونے والے شخص کا ترکِ جمعہ جائز نہیں ہوگا، جبکہ وہ اس کو ادا کرنے پر قادر ہو۔

”البحرُ الرائق و منحة الخالق“ کا حوالہ

علامہ ابنِ نجیم نے ”البحرُ الرائق“ میں ایک مقام پر فرمایا کہ:
 ”معدور اور قیدی کے لئے جمعہ کے دن شہر میں، ظہر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا
 مکروہ ہے، کیونکہ معدور کی بعض اوقات، غیر معدور بھی اقتداء کر لیتا ہے، جو اس
 کے لئے ترکِ جمعہ کا باعث بنتا ہے۔

اور ”الہدایة“ میں اس کی یہ علت بیان کی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے جمعہ میں خلل
 لازم آتا ہے، کیونکہ جمعہ، جامع مسجد میں تمام لوگوں کو جمع کرتا ہے، تو یہ اس قول پر
 مبنی ہے، جس کی رو سے شہر میں تعددِ جمعہ جائز نہیں، اور یہ روایت اور روایت کے

۱۔ ولم أر نقلا صريحا هل الأفضل لمن لا جمعة عليه صلاة الجمعة أو صلاة الظهر لكن ظاهر
 الهداية والعناية وغاية البيان أن الأفضل لهم صلاة الجمعة؛ لأنهم ذكروا أن صلاة الظهر لهم يوم
 الجمعة رخصة فدل أن العزيمة صلاة الجمعة وينبغي أن يستثنى منه المرأة فإن صلاتها في بيتها
 أفضل والله سبحانه وتعالى أعلم..... (قوله، ومن لا عذر له لو صلى الظهر قبلها كره) أي حرم
 قطعاً، وإنما ذكر الكراهة اتباعاً للقدوري مع أنه مما لا ينبغي فإنه أوقع بعض الجهلة في ضلالة من
 اعتقاد جواز تركها، وقد قدمنا أن من أنكر فريضتها فهو كافر بالله تعالى قال في فتح القدير لا بد من
 كون المراد حرم عليه ذلك وصحت؛ لأنه ترك الفرض القطعي باتفاقهم الذي هو أكد من الظهر
 فكيف لا يكون مرتكباً محرماً غير أن الظهر تقع صحيحة اهـ. (البحر الرائق شرح كنز
 الدقائق، ج ۲، ص ۶۲، باب صلاة الجمعة)

اعتبار سے خلاف منصوص ہے (لہذا یہ علت مؤثر نہ ہوگی)

اور مصر کی قید سے یہ بات معلوم ہوئی کہ گاؤں والوں کے حق میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ نہیں، کیونکہ ان پر جمعہ کی نماز واجب ہی نہیں۔

اور ”فتاویٰ الولوالجی“ میں ہے کہ جن لوگوں پر، دور مقام پر ہونے کی وجہ سے، جمعہ میں حاضر ہونا واجب نہیں، وہ اپنے یہاں ظہر کو جماعت کے ساتھ پڑھ لیں گے، کیونکہ ان کا یہ طرز عمل جمعہ میں تقلیل جماعت کا باعث نہیں بنتا۔

اور معذور اور مسجون کی قید کا حذف کرنا اولیٰ ہے، کیونکہ جمعہ کے دن ظہر کی جماعت کرنا، مطلقاً مکروہ ہے، چنانچہ ”الظہیریۃ“ میں ہے کہ جن لوگوں کا شہر میں جمعہ فوت ہو گیا، تو وہ ظہر کی نماز کو جماعت کے ساتھ نہیں پڑھیں گے، اور نہ اذان و اقامت کہیں گے، خواہ قید خانے میں ہوں، یا کہیں اور ہوں۔

اور اگر یہ زیادہ کیا جاتا، تو بہتر تھا کہ اگر معذور لوگ، انفرادی طور پر بھی امام سے پہلے ظہر کی نماز پڑھیں گے، تو بھی مکروہ ہے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے کہ مریض کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز کو امام کی نماز جمعہ سے فراغت تک مؤخر کرے، اگر وہ مؤخر نہیں کرے گا، تو مکروہ ہوگا، یہی صحیح ہے۔

اور مصنف نے قیدی کی تصریح کی ہے، باوجودیکہ یہ معذور میں داخل ہے، اور اس کو الگ سے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی، مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل سجن کے بارے میں بعض کا کچھ اختلاف ہے کہ وہ قید خانہ میں مظلوم کی حیثیت سے قید ہے، یا ظالم کی حیثیت سے؟

اور جماعت کی قید سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ معذور کے لیے نماز ظہر بغیر جماعت پڑھنے کی صورت میں اذان و اقامت مستحب ہے، اگرچہ جماعت مستحب نہ ہو۔

اور ظہر کی قید اس لیے لگائی کہ جمعہ کے دن، شہر میں جمعہ کے وقت، ظہر کے علاوہ

کسی اور نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ نہیں (جیسا کہ قضاء نماز کو جماعت سے پڑھنا)

اور فقہائے کرام کے ظاہر کلام کا تقاضا یہ ہے کہ جمعہ کے دن شہر میں باجماعت ظہر پڑھنے میں کراہت تحریمی مراد ہے، کیونکہ شہر میں ظہر کی جماعت حرام کا ذریعہ ہے، اور جو حرام کا ذریعہ ہو، تو وہ مکروہ تحریمی ہوا کرتا ہے۔ انتہی۔ ۱

۱ (قوله وكره للمعذور والمسجون أداء الظهر بجماعة في المص)؛ لأن المعذور، وقد يقتدى به غيره فيؤدى إلى تركها.

وما علل به في الهداية أولا بقوله لما فيه من الإخلال بالجمعة إذ هي جامعة للجماعات مبنى على عدم جواز تعددها في مصر واحد، وهو خلاف المنصوص عليه رواية ودراية.

قيد بالمصر؛ لأن الجماعة غير مكروهة في حق أهل السواد؛ لأنه لا جمعة عليهم. وأفاد بالكراهة أن الصلاة صحيحة لاستجماع شرائطها.

وفى فتاوى الولوالجي قوم لا يجب عليهم أن يحضروا الجمعة لبعدها الموضع صلوا الظهر جماعة؛ لأنه لا يؤدي إلى تقليل الجماعة في الجمعة.

فإن كانوا في السواد فظاهر، وإن كانوا في مصر فهي مستثناة من كلام المصنف.

ولو حذف المصنف المعذور والمسجون لكان أولى فإن أداء الظهر بجماعة مكروه يوم الجمعة مطلقا قال في الظهيرية جماعة فاتتهم الجمعة في المصر فإنهم يصلون الظهر بغير أذان، ولا إقامة، ولا جماعة.

وذكر الولوالجي، ولا يصلى يوم الجمعة جماعة في مصر، ولا يؤذن، ولا يقيم في سجن وغيره لصلاة، ولو زاد أو أداؤه منفردا قبل صلاة الإمام لكان أولى لما في الخلاصة ويستحب للمريض أن يؤخر الصلاة إلى أن يفرغ الإمام من صلاة الجمعة وإن لم يؤخره يكره هو الصحيح.

ولعله إما لاحتمال أن يقتدى به غيره فيؤدى إلى تركها أو يعافى فيحضرها وقد اقتصر في المجتبى على الثاني، وإنما صرح بالمسجون مع دخوله في المعذور للاختلاف في أهل السجن فإن في السراج الوهاج أن المسجونين إن كانوا ظلمة قدروا على إرضاء الخصوم، وإن كانوا مظلومين أمكنهم الاستغاثة وكان عليهم حضور الجمعة.

وقيد بالجماعة لما في التفاريق أن المعذور يصلى الظهر بأذان وإقامة وإن كان لا تستحب الجماعة.

وقيد بالظہر؛ لأن في غيرها لا بأس أن يصلوا جماعة.

وأشار المصنف إلى أن المساجد تغلق يوم الجمعة إلا الجامع لتلا يجتمع فيها جماعة كذا في السراج الوهاج.

وظاهر كلامهم أن الكراهة في مسألة الكتاب تحريرية؛ لأن الجماعة مؤدية إلى الحرام وما أدى إليه فهو مكروه (البحر الرائق، ج ۲ ص ۱۶۶، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

علامہ ابن نجیم نے کراہت کی جملہ تعلیلات کا ذکر نہیں کیا، بطورِ خاص، جمعہ کے ساتھ صوری معارضہ کی علت کا، اور حنفیہ کے نزدیک یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت، ہر حال میں مکروہ ہے، معذور کے لیے بھی، غیر معذور کے لیے بھی، جمعہ سے پہلے بھی، اور بعد میں بھی، کراہت کی صورت مرتفع نہیں ہوتی، البتہ کراہت کی شدت و خفت میں فرق و اختلاف کی گنجائش ہے، علامہ ابن نجیم، کراہت تحریمی کا رجحان رکھتے ہیں۔

اور علامہ ابن نجیم نے ”الظہیریۃ“ کے حوالے سے جو جزئیہ ذکر کیا، وہ بھی اسی اصول کا حصہ ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ جمعہ کے دن، شہر میں مریض و معذور سب کو جماعتِ ظہر مکروہ ہے، یہاں تک کہ جن لوگوں کا جمعہ فوت ہو جائے، خواہ وجہ کوئی بھی ہو، ان کو بھی جماعتِ ظہر، مکروہ ہے، لہذا اس سے جو بعض اہل علم حضرات کو شبہ پیدا ہوا، جیسا کہ منسلکہ تحریر و فتوے میں ذکر ہے، وہ درست نہیں، ہم اس کے متعلق پہلے وضاحت کر آئے ہیں، اور آگے بھی آتی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے ”منحۃ الخالق“ میں صاحب ”البحر الرائق“ کے کلام کے ضمن میں فرمایا کہ:

”انفرادی طور پر امام سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنے کے مکروہ ہونے کا اضافہ، اس

لیے نہیں کیا، تاکہ یہ شبہ نہ پڑ جائے کہ اس میں بھی کراہت پہلے (یعنی معذورین

کے جماعت سے ظہر کی نماز پڑھنے) کی طرح تحریمی ہے، جبکہ خلاصہ کے ظاہر کا

تقاضا یہ ہے کہ اس صورت میں کراہت، تنزیہی ہے۔“ انتہی۔ ۱

مطلب یہ ہے کہ معذورین کے لیے تو جمعہ کے دن، شہر میں ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ

تحریمی ہے، لیکن جمعہ کے دن معذور کے لیے جمعہ سے فراغت سے پہلے ظہر کی نماز بغیر

۱ (قولہ: ولو حذف المصنف وقوله الآتی، ولو زاد أو أداؤه إلخ) قال فی النہر أما الحذف كما ذکر فی غیر محتاج الیہ؛ لأنه معلوم بالأولی، وأما الزیادة فلأنہا توهم أن الکراهة فیہا کالتی قبلہا تحریمیة وظاہر الخلاصۃ یقتضی أنها تنزیہیة (منحۃ الخالق علی البحر الرائق، ج ۲ ص ۱۶۶، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

جماعت کے پڑھنا، مکروہ تحریمی نہیں، بلکہ مکروہ تنزیہی ہے، اس لیے انفراداً پڑھنے کے مسئلہ کا دوسرے مسئلے کے ساتھ اضافہ نہیں کیا، تاکہ دونوں کی کراہت ایک درجہ کی نہ سمجھی جائے۔

”مجمع الأنهر“ کا حوالہ

”مجمع الأنهر“ میں ہے کہ:

”معدور اور مسجون کے لیے شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز، جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، خواہ امام کے جمعہ سے فارغ ہونے سے پہلے پڑھے، یا فارغ ہونے کے بعد پڑھے، اور معدور کی قید احترامی نہیں ہے، بلکہ اس لیے ہے، تاکہ غیر معدور کو بطریق اولیٰ یہ حکم شامل ہو جائے۔“ انتہی۔ ۱

”النهر الفائق“ کا حوالہ

”النهر الفائق“ میں ہے کہ:

”معدور اور مسجون کے لیے، جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد، باجماعت ظہر کی نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ بعض اوقات، معدور کی غیر معدور بھی اقتداء کر لیتا ہے، نیز اس میں جمعہ سے معارضہ کی ایک صورت بھی ہے، جمعہ کی جگہ، غیر جمعہ قائم کر کے۔“ انتہی۔ ۲

۱ (وكره للمعدور والمسجون أداء الظهر بجماعة في المصر يومها) أي الجمعة سواء قبل فراغ الإمام أو بعده لما فيه من الإخلال بالجمعة لأنها جامعة للجماعات قيد بالمصر لأن الجماعة غير مكروهة في حق أهل السواد وتخصيصها بالذكر ليس للاحتراز بل ليعلم منه الحكم في غيرهما بالطريق الأولى كما في الإصلاح (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج ۱، ص ۱۷۰، باب صلاة الجمعة)

۲ (وكره) تحريماً (للمعدور والمسجون) من عطف الخاص على العام اهتماماً به للخلاف فيه (أداء الظهر) قبل الجمعة وبعدها (بجماعة) قيد بذلك لأن الأذان، والإقامة غير مكروهين كما في (السراج) معزياً إلى (جمع التفريق) إلا أنه في (الولو الجية) قال: ولا يصلى يوم الجمعة جماعة ﴿بقية حاشيا گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ذکورہ عبارت میں کراہتِ تحریمی کی صراحت ہے، اور حنفیہ کے نزدیک کراہت کی جو دو بنیادی تعلیلات ہیں، ان کا بھی عمدہ انداز میں ذکر ہے، یعنی ایک تو معذورین کی غیر معذور کے اقتداء کرنے اور اس کے نتیجے میں ترک جمعہ کا ذریعہ ہونا، اور دوسرے جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ ہونا، جو جمعہ کے دن شہر میں، بہر حال ہر شخص کے جماعتِ ظہر کرنے کی صورت میں موجود ہوتا ہے ”الا فی صورة خاصة کما سیجی“

”الفتاویٰ الہندیة“ کا حوالہ

”الفتاویٰ الہندیة“ میں ہے کہ:

”اور مسافر، اگر جمعہ کے دن، شہر میں آجائیں، وہ ظہر کی نماز، بغیر جماعت کے تنہا پڑھیں گے، اور اسی طرح سے جب شہر والوں کا جمعہ فوت ہو جائے، اور اسی طرح قیدی اور مریض، سب ظہر کی نماز، جماعت کے بغیر پڑھیں گے، اور ان کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، قاضی خان میں اسی طرح ہے“۔ انتہی۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی مصر ولا یؤذن ولا یقیم فی سجن وغیرہ لصلاة الجمعة، وهذا اولی۔
(فی المصر) قید بہ لأن أهل السواد لا تکره الجماعة فی حقهم، وذلك لأنه فی المصر ربما تطرق غیر المعذور إلى الاقتداء بهم وفيه أيضاً صورة معارضة للجمعة بإقامة غیرها (النهر الفائق شرح کنز الدقائق، ج ۱، ص ۳۶۳، باب صلاة الجمعة)

۱۔ ومن لا تجب علیهم الجمعة من أهل القرى والبادی لهم أن یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة بأذان وإقامة والمسافرون إذا حضروا یوم الجمعة فی مصر یصلون فرادی وكذلك أهل المصر إذا فاتتهم الجمعة وأهل السجن والمرض ویکره لهم الجماعة، کذا فی فتاویٰ قاضی خان وجازات بمنی فی الموسم للخليفة أو لأمیر الحجاز لا لأمیر الموسم، کذا فی الوقایة.

سواء کان أمیر الموسم مقيماً أو مسافراً إلا إذا کان مأذوناً من جهة أمیر العراق أو أمیر مكة وقيل: إن کان مقيماً تجوز وإن کان مسافراً لا تجوز، والصحيح الأول، هكذا فی البدائع، ولا تجوز فی غیر هذه الأيام، کذا فی محیط السرخسی.

ولا جمعة بعرفات اتفاقاً، کذا فی الکافی.

وتؤدی الجمعة فی مصر واحد فی مواضع كثيرة وهو قول أبی حنیفة ومحمد - رحمهما الله تعالیٰ

﴿بقیہ حاشیہ گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”فتاویٰ قاضیخان“ کا حوالہ آگے آتا ہے۔

اور مذکورہ عبارت میں صاف تصریح ہے کہ مسافر، اہل سجن، مریض اور جن کا جمعہ فوت ہو جائے، ان سب کو ظہر کی نماز، بغیر جماعت کے پڑھنی چاہیے، ان کو نمازِ ظہر جماعت کے ساتھ پڑھنا، مکروہ ہے، اور ”و کذلک اهل المصر إذا فاتتهم الجمعة وأهل السجن، الخ“ میں ”و کذلک“ کے الفاظ منسلک تحریر و فتوے کے اصحاب علم حضرات کے لیے قابل توجہ ہیں۔

”الفتاویٰ البنزازیة“ کا حوالہ

”الفتاویٰ البنزازیة“ میں ہے کہ:

”مریض اور مسافر اور قیدیوں کے لیے ظہر کی نماز کو امام کے جمعہ سے فراغت تک مؤخر کرنا، مستحب ہے، اور اگر مؤخر نہ کریں، تو مکروہ ہے، صحیح قول یہی ہے، اور امام کی فراغت کے بعد وہ اذان و اقامت کے ساتھ (جماعت کے بغیر) ظہر کی نماز پڑھیں گے، لیکن اگر وہ ایسے مقام پر ہوں، جہاں جمعہ قائم کرنا جائز نہیں، جیسا کہ گاؤں میں، تو وہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھیں گے، دوسرے تمام دنوں کی طرح، اور شہر کے لوگوں کا جب جمعہ فوت ہو جائے، تو وہ مسافروں کی طرح ظہر کی نماز تہا پڑھیں گے (جماعت سے نہیں پڑھیں گے)۔“ انتہی۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

— وهو الأصح وذكر الإمام السرخسي أنه الصحيح من مذهب أبي حنيفة — رحمه الله تعالى — وبه ناخذ، هكذا في البحر الرائق.

إذا أصاب الناس مطر شديد يوم الجمعة فهم في سعة من التخلف، كذا في الخلاصة (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۲۵، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة)

۱۔ ويستحب للمريض والمسافر وأهل السجن تأخير الظهر إلى فراغ الإمام من الجمعة وإن لم يؤخره بكرة في الصحيح وبعد الفراغ يصلون بأذان وإقامة إلا أنهم إذا كانوا في مقام لا يجوز إقامة الجمعة فيه كالرستاق صلوا الظهر بجماعة كما في سائر الأيام * وأهل المصر إذا فاتتهم الجمعة صلوا فرادى كالمسافرين (الفتاوى البنزازیة، ج ۳۶۱، كتاب الصلاة)

یہ عبارت بھی اپنے مدعا میں واضح ہے۔

کیا اس قسم کی عبارات سے یہ استدلال کرنا درست قرار پاسکتا ہے کہ جن شہر کے لوگوں میں وجوب جمعہ اور صحت جمعہ کی شرائط موجود ہوں، وہ نہ تو جمعہ پڑھیں گے، نہ ان کا جمعہ درست ہوگا، اور ان کو اس کے بجائے ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے، اور ظہر کی نماز بھی باجماعت پڑھنی چاہیے، ان کو ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ تک بھی نہیں۔

اس استدلال کی جو حیثیت ہے، وہ اہل علم حضرات پر مخفی نہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ مریض و معذور کو شہر میں ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ ہونے میں تو خود حنفیہ کا اختلاف نہیں، البتہ بغیر جماعت کے اذان و اقامت کے مستحب ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، اس فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری اور غلط فہمی سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

”فتاویٰ قاضیخان“ کا حوالہ

”فتاویٰ قاضیخان“ میں ہے کہ:

”جن لوگوں پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، جیسا کہ گاؤں اور جنگل کے لوگ، تو وہ جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت، اذان و اقامت کے ساتھ پڑھیں گے، لیکن مسافر اگر جمعہ کے دن شہر میں آجائیں، تو وہ نماز ظہر کو تنہا پڑھیں گے، اور اسی طرح سے شہر کے وہ لوگ، جن کا جمعہ فوت ہو جائے، اور قیدی اور مریض، ان سب کے لیے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔“ انتہی۔ ۱

”فتاویٰ قاضیخان“ کا حوالہ، پہلے ”الفتاویٰ الہندیہ“ میں بھی گزر چکا ہے۔

معلوم ہوا کہ عند الحنفیہ، جمعہ کے دن شہر میں کسی کے لیے اور کسی صورت میں بھی ظہر کی نماز،

۱۔ ومن لا تجب علیہم الجمعة من اهل القرى والبوادی لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة بأذان وإقامة والمسافرون إذا حضروا يوم الجمعة في مصر يصلون فرادى وكذلك أهل المصر إذا فاتتهم الجمعة وأهل السجن والمرضى، بكرة لهم الجماعة (فتاویٰ قاضیخان، ج ۱ ص ۱۳۹، کتاب الصلاة)

باجماعت کراہت سے خالی نہیں، چہ جائیکہ کراہت کی نفی کر کے، اس کو مستحب قرار دیا جائے، اور اوپر سے ان ہی عبارات سے استدلال بھی کیا جائے۔

”اللباب فی شرح الكتاب“ کا حوالہ

عبدالغنی دمشقی ”اللباب فی شرح الكتاب“ میں فرماتے ہیں کہ:

”معذور لوگوں کے لیے شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں جمعہ میں تقلیلِ جماعت کر کے خلل ڈالنا، اور جمعہ کے ساتھ معارضہ کی صورت پائی جاتی ہے۔

اور اسی طرح قیدیوں کے لیے بھی مکروہ ہے، کیونکہ اس میں بھی معارضہ کی صورت پائی جاتی ہے، اور قیدیوں کا ذکر الگ سے اس لیے کیا، تاکہ یہ وہم دور ہو جائے کہ شاید ان کے لیے مکروہ نہ ہو، کیونکہ ان کو قید سے نکلنا ممکن نہیں۔“۔ انتہی۔ ۱

معلوم ہوا کہ فقہائے کرام نے، معذوروں، قیدیوں، مریضوں اور جمعہ فوت ہونے والوں کا جو الگ الگ ذکر کیا، اس کی وجہ ہر شخص کے حق میں، اور ہر مجبوری کی صورت میں کراہت کے حکم عام کو بیان کرنا ہے۔

پھر بحالات موجودہ کون سی صورت، اس حکم عام سے مستثنیٰ کرنے کی باقی رہ جاتی ہے، چہ جائیکہ ترقی کر کے مستحب بھی قرار دیا جائے، اور صحتِ جمعہ اور وجوبِ جمعہ کی شرائط پائی جانے کے باوجود، جمعہ کو غیر واجب اور غیر صحیح تک بھی قرار دے دیا جائے۔

۱ (ویکرہ أن یصلی المعذرون الظہر بجماعة یوم الجمعة) فی المصنوع؛ لما فیہ من الإخلال بالجمعة بتقلیل الجماعة وصورة المعارضة. قیدنا بالمصر لأنه لا جمعة فی غیرها فلا یفرضی الی ذلک (وکذلک أهل السجن) : ای یکرہ لهم ذلک؛ لما فیہ من صورة المعارضة. وإنما أفرده بالذكر لما یتوهم من عدم الکراهة یمنعهم من الخروج (اللباب فی شرح الكتاب، لعبد الغنی الدمشقی الحنفی، ج ۱، ص ۱۱۳، باب صلاة الجمعة)

”الفتاویٰ التاتار خانیة“ کا حوالہ

”الفتاویٰ التاتار خانیة“ میں ہے کہ:

”مسافر، اگر جمعہ کے دن شہر میں آئیں، تو وہ ظہر کی نماز، تنہا پڑھیں گے، اور اسی طریقے سے شہر والوں سے، جب جمعہ فوت ہو جائے، اور قیدی اور بیمار لوگوں کے لیے بھی ظہر کی جماعت مکروہ ہے۔

اور ”النسفیة“ میں ہے کہ اگر شہر والوں نے کسی مانع عذر کی وجہ سے، مطلقاً جمعہ کو ترک کر دیا، تو اُن کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مکروہ ہے، اور اُن کے لیے ظہر کی نماز، جماعت کے بغیر تنہا پڑھنا مستحب ہے، امام محمد کے کتاب الصلاة میں مذکور قول کے عموم کی وجہ سے۔

لیکن امام شافعی کا قول یہ ہے کہ معذورین کو ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ نہیں، بلکہ افضل ہے، تاہم اُن کو نماز باجماعت خفیہ طریقے پر پڑھنی چاہیے، تاکہ ان کو دیکھنے والے کو یہ گمان نہ ہو کہ انہوں نے امام سے اعراض کیا ہے۔

اور یہی اختلاف شہر میں موجود، مسافروں اور قیدیوں کے بارے میں بھی ہے۔ اور جو مریض جمعہ کی نماز میں حاضر ہونے کی استطاعت نہ رکھے، اگر وہ ظہر کی نماز اپنے گھر میں بغیر اذان و اقامت کے پڑھے، تو اس کے لیے جائز ہے، اور اذان و اقامت کے ساتھ پڑھنا ہی اچھا ہے۔

اور قدوری میں ہے کہ جس سے جمعہ فوت ہو جائے، تو وہ ظہر کی نماز بغیر اذان و اقامت کے پڑھے گا، اور اسی طریقے سے قیدی اور بیمار اور غلام اور مسافر بھی، بغیر اذان و اقامت کے ظہر کی نماز پڑھیں گے۔

لیکن ”الفتاویٰ العتابیة“ میں ہے کہ اگر یہ لوگ اذان و اقامت کے ساتھ بغیر

جماعت کے ظہر کی نماز پڑھیں، تو زیادہ بہتر ہے۔ انتہی۔ ۱
 صاحب ہدایہ کے حوالے سے اس صورت پر کلام اور کراہت کے شدید و خفیف ہونے کے فرق کی وجہ گزر چکی ہے، جو ”النسفیة“ کے حوالے سے اوپر کی عبارت میں نقل کی گئی۔
 اور آگے بھی اس کا ذکر آتا ہے، بطور خاص ”رُدُّ المحتار“ وغیرہ کے حوالے سے۔

”مراقی الفلاح“ کا حوالہ

”مراقی الفلاح“ میں ہے کہ:

”جن لوگوں کا جمعہ فوت ہو جائے، ان کو جمعہ کے دن شہر میں اذان و اقامت مکروہ ہے، جس طرح ان کو ظہر کی جماعت کرنا مکروہ ہے، قیدیوں کی طرح۔“

انتہی۔ ۲

اور ”مراقی الفلاح“ میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

۱۔ والمسافرون اذا حضروا يوم الجمعة في مصر، يصلون فرادى، وكذا اهل مصر، اذا فاتتهم الجمعة، واهل السجن والمرضى، يكره لهم الجماعة.
 وفي النسفية: سئل عن اهل مصر تركوا الجمعة بعذر مانع، يجوز اداء الظهر بالجماعة في ذلك اليوم؟ فقال: يكره لهم ذلك، ويستحب ان يصلوا وحدنا، لعموم قول محمد في كتاب الصلاة.
 وقال الشافعي: لا يكره، ان يصلى المعدورن الظهر بجماعة، بل ذلك افضل، ولكنهم يخفونها، حتى ان من رآهم لا يظن انهم رغبوا عن الامام.
 وعلى هذا الاختلاف، المسافرون في المصر واهل السجن.
 م: والمرضى الذي لا يستطيع أن يشهد الجمعة اذا صلى الظهر في بيته بغير اذان واقامة اجزأه، وان صلاها باذان واقامة فهو حسن.
 وفي القدوري: من فاتته الجمعة، صلى الظهر بغير اذان واقامة، وكذا اهل السجن والمرضى والعبيد والمسافرون.

وفى الفتاوى العتبية: ولو صلوا باذان واقامة من غير الجماعة، كان احسن (الفتاوى التاتارخانية، ج ۲ ص ۷۹، ۸۰، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة، نوع آخر من هذا الفصل في المتفرقات، مطبوعه: ادارة القرآن، كراتشى، الباكستان، تاريخ الطبع: 1990ء)

۲۔ ويكرهان. أى الأذان والإقامة. لظهر يوم الجمعة في المصر. لمن فاتتهم الجمعة كجماعتهم مثل المسجونين (مراقى الفلاح شرح نورالايضاح، ص ۸۰، كتاب الصلاة، باب الاذان)

”معذور، مثلاً مریض اور غلام اور مسافر اور قیدی کے لیے، شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مکروہ ہے۔

اور معذور کو ظہر کی انفرادی طور پر نماز کا، جمعہ سے مؤخر کرنا مستحب ہے، اور صحیح قول کے مطابق اس کو جمعہ سے پہلے، ظہر کی نماز تہا پڑھنا بھی مکروہ ہے“۔ انتہی۔ ۱۔

”حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مرقی“ کا حوالہ

”حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مرقی الفلاح“ میں ہے کہ:

”معذورین کے لیے شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، اور معذورین کی قید اس لیے لگائی، تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ غیر معذور کے لیے بدرجہ اولیٰ مکروہ ہے، اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ جمعہ کی جماعت کی تکلیل کی طرف منفضی ہوتی ہے، کیونکہ بعض اوقات غیر معذور کے لیے بھی معذور کی اقتداء کا راستہ کھل جاتا ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں ظہر کی نماز باجماعت کو قائم کر کے، جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ پایا جاتا ہے۔

جہاں تک معذور کے لیے جمعہ سے پہلے، ظہر کی نماز کے تہا پڑھنے کے مکروہ ہونے کا تعلق ہے، تو اس سے مکروہ تنزیہی مراد ہے، اور جس نے اس صورت میں کراہت کی نفی کی ہے، اس کی مراد کراہت تحریمی کی نفی ہے“۔ انتہی۔ ۲۔

۱۔ ”وكره للمعذور“ كمریض و رقیق و مسافر ”والمسجون أداء الظهر بجماعة في المصر يومها“ ای الجمعة بیروی ذلك عن علی رضی اللہ عنہ و يستحب له تأخیر الظهر عن الجمعة فإنه یكره له صلاتها منفردا قبل الجمعة فی الصحیح (مرقی الفلاح شرح نور الايضاح، ص ۱۹۹، کتاب الصلاة، باب الجمعة)

۲۔ قوله: ”أداء الظهر بجماعة“ سواء كان قبل الجمعة أو بعدها وإنما قيد بالمعذور ليعلم حكم غيره بالأولى ووجه الكراهة أنها تفضی إلى تقليل جماعة الجمعة لأنه ربما تطرق غير المعذور للاقتداء بالمعذور ولأن فيه صورة المعارضة بإقامة غيره قوله: ”فی المصر“ قيد به لإخراج أهل

مذکورہ عبارات سے بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن شہر میں، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، عند الحنفیہ ہر حال میں مکروہ ہے، اور اس کی ایک بنیادی علت، حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اس طرز عمل میں جمعہ کی نماز کے ساتھ صورتاً معارضہ پایا جاتا ہے، اور یہ علت شہر میں باجماعت ظہر کی نماز پڑھنے کی صورت میں بہر حال پائی جاتی ہے، خواہ دوسری علت یعنی تقلیل جماعت فی الجامع اور معذور کے ساتھ غیر معذور کی اقتداء و شرکت کی علت نہ پائی جائے۔

اور اگر تقلیل جماعت کی علت کو نور سے ملاحظہ کیا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ، جن پر جمعہ واجب ہے، وہ جمعہ کے وجوب کو ترک کر بیٹھیں گے، اسی لیے دوسرے کئی محققین نے اس تعبیر کو صاف طور پر اختیار کیا، تقلیل کا ذکر ہی نہیں کیا، اور بعض نے تقلیل کا ذکر کر کے، ساتھ ہی اس کی مذکورہ وضاحت بھی کر دی، اور جن حضرات نے اس تقلیل کو جامع مسجد کے ساتھ مقید کیا، وہ تعدد جمعہ کے عدم جواز کے قول پر مبنی ہے، جو کہ اب مفتی بہ نہیں۔

جبکہ بعض اہل علم حضرات اس کے مطلب ہی کو نہ سمجھ سکے، اور وہ جماعت جمعہ میں ہی خود سے تقلیل کو معیوب سمجھ بیٹھے، اس طرح کی غلط فہمیاں، فقہائے کرام کے اصل مقصود کو نہ سمجھنے، یا جملہ عبارات پر نظر نہ کرنے سے ناشی ہوتی ہیں۔

پس بعض اہل علم حضرات کا پہلے جمعہ کے وجوب اور صحت کی شرائط کو نظر انداز کر کے، جمعہ کو غیر واجب اور غیر صحیح قرار دینا، اور پھر جمعہ کے بدلے میں ظہر کا حکم صادر فرمانا، اور پھر اوپر سے جماعت ظہر کو بھی مستحب قرار دینا، کس قدر فقہائے کرام کے مقصود اور جمعہ کے ساتھ صورتاً و قصداً معارضہ کہلایا جاسکتا ہے، یہ اہل علم حضرات کے لیے قابل ملاحظہ ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

السواد فإنه لا يكره لهم الجماعة لعدم الجمعة على أهلها فلا يلزم ما ذكر.
 قوله: "فإنه يكره له صلاحها الخ" كذا في البحر وهذا لا ينافي ما قدمناه عنه من أن ذلك لا يكره اتفاقاً فالحمل الكراهة المنفية فيما سبق على التحريمية وما هنا على التنزيهية لأنها في مقابلة المستحب أفاده السيد (حاشية الطحطاوى على مراعى الفلاح، ص ۵۲۲، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

”منیۃ المصلی“ کا حوالہ

”منیۃ المصلی“ میں ہے کہ:

معذورین اور مسجونین کے لیے شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کو باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے، خواہ امام کے جمعہ سے فراغت سے پہلے ہو، یا بعد میں۔“ انتہی۔ ۱

”خلاصۃ الفتاویٰ“ کا حوالہ

”خلاصۃ الفتاویٰ“ میں ہے کہ:

”شہر میں موجود مریض کے لئے ظہر کی نماز کو جمعہ کی جماعت سے مؤخر کرنا مستحب ہے۔ اور امام کی فراغت کے بعد شہر میں موجود مریض اور مسافر اور قیدیوں کے لئے ظہر کی نماز کو اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، یہ تمام باتیں ”الأصل“ میں موجود ہیں۔

اور ”الاجناس“ میں ہے کہ اسی طریقے سے شہر والوں کے لیے جب ان کا جمعہ فوت ہو جائے، تو وہ شہر میں مسافروں کی طرح تنہا ظہر کی نماز پڑھیں گے۔ اور امام خواہر زادہ کے نسخے میں ہے کہ مریض جب جمعہ کے لیے حاضر ہونے کی طاقت نہ رکھے، تو وہ اپنے گھر میں اذان و اقامت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھے گا، اور اگر مریض ایک سے زیادہ ہوں، اور وہ جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھیں، تو ان کے لیے مکروہ ہے۔

اور اسی وجہ سے مریض اذان دے گا، اور اقامت کہے گا، کیونکہ وہ من وجہ گاؤں

۱۔ ویکرہ للمعذورین والمسجونین أداء الظہر بجماعة فی المصر یوم الجمعة سواء کان قبل الفراغ من الجمعة أو بعده (منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی، ص ۳۰۳، فصل فی صلاة الجمعة، مسائل متفرقة)

والوں کے مشابہ ہے (لیکن باجماعت ظہر نہ پڑھے گا)۔ انتہی۔ ۱
 ”خلاصۃ الفتاویٰ“ کی مذکورہ عبارت کو بغور اور مکمل ملاحظہ فرمانے سے یہ بات واضح ہے
 کہ عند الحنفیہ، شہر میں موجود، ہر طرح کے لوگوں کے لیے باجماعت ظہر کی نماز مکروہ ہے،
 یہاں تک کہ جن پر جمعہ واجب نہیں، ان کو جمعہ کی نماز ہو چکنے کے بعد بھی مکروہ ہے۔

اور ”و کذا اهل المصر اذا فاتتهم الجمعة، الخ“ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ کراہت کا یہ
 حکم پہلے سے چلا آ رہا ہے، جس پر یہ صورت بھی متفرع ہے۔

لہذا بعض اہل علم حضرات کا صرف اتنے جملہ کو لے کر غلط فہمی میں مبتلا ہونا، درست نہیں، جس
 کی توضیح و تفصیل ہم بار بار کر رہے ہیں۔

اسی وجہ سے جن کا جمعہ فوت ہو جائے، اور اس کی ادائیگی پر قدرت نہ رہے، خواہ اس وجہ سے
 کہ اذنِ حاکم نہ ہو، جبکہ اس کو شرط قرار دیا جائے، یا اس وجہ سے کہ تعدد جمعہ کو ناجائز قرار دیا
 جائے، جو کہ اب غیر مفتی یہ روایت ہے، اور علامہ شامی کے بقول اذنِ عام کی شرط، اسی شرط
 پڑنی تھی، جب وہ مفتی یہ نہ رہی، تو اذنِ عام کی شرط کیسے مفتی یہ رہ جائے گی؟

یا اس وجہ سے کہ وہ چار سے کم افراد ہوں، تب بھی ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، شہر میں جمعہ
 کے ساتھ صورتاً معارضہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔

پھر جن کو جمعہ کی قدرت ہو، اور ان میں جمعہ کی شرائط بھی موجود ہوں، اور وہ ادائیگی جمعہ پر
 قادر بھی ہوں، جس کی وجہ سے ان کا جمعہ فوت ہی نہ ہوا، ان کو پہلے ترک جمعہ کا حکم دینا، اور ان

۱۔ ويستحب للمريض ان يؤخر الصلاة الى ان يفرغ الامام من صلاة الجمعة، وان لم يؤخر يكره،
 هو الصحيح.

وبعد فراغ الامام يصلى باذان واقامة ويكره لهم اداء الصلاة بالجماعة.

وكذا المسافرون في المصر واهل السجن، الكل في الاصل.

وفي الاجناس وكذا اهل المصر اذا فاتتهم الجمعة يصلون فرادى كالمسافرين في المصر.

وفي نسخة الامام خواهر زاده، اذا لم يستطع المريض ان يشهد الجمعة، يصلى في بيته باذان
 واقامة، فان كانوا جماعة من المريض فصلوا بجماعة، يكره.

ولهذا يؤذن المريض ويقيم لانه يشبه اهل السواد من وجه (خلاصۃ الفتاویٰ)، ج ۱، ص ۲۱۱، کتاب
 الصلاة، الفصل الثالث والعشرون في صلاة الجمعة)

کے جمعہ کو غیر صحیح کہنا، اور پھر اس کے عوض ظہر کو تجویز کرنا، اور پھر ظہر کی جماعت کی کراہت کو مرتفع قرار دینے کی کوشش کر کے، جماعتِ ظہر کی ترغیب دینا، یہ سب کچھ ہی سخت محلِ نظر باتیں ہیں۔

پس ”خلاصۃ الفتاویٰ“ کی مذکورہ عبارت کے ایک حصہ سے، جو منسلکہ تحریر و فتوے کے اصحابِ علم حضرات کو غلط فہمی ہوئی، اسی عبارت کے سیاق و سباق اور فقہائے کرام کی دوسری عبارات سے اس کا سمجھنا کوئی مشکل نہیں۔

”الدر المختار“ کا حوالہ

”الدر المختار“ میں ہے کہ:

”معدور اور قیدی اور مسافر کے لئے شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز ادا کرنا، جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس میں جماعت کی تقلیل اور جمعہ کے ساتھ معارضہ کی صورت (نہ کہ معارضہ کی حقیقت) پائی جاتی ہے۔ جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جمعہ کے دن جامع مسجد کے علاوہ، تمام مساجد کو بند کیا جائے گا۔

اور اسی طرح سے شہر میں موجود جن لوگوں سے جمعہ فوت ہو جائے، اُن کے لئے بھی اذان و اقامت اور جماعت کے بغیر ظہر پڑھنے کا حکم ہے۔ اور مریض کے لیے مستحب ہے کہ وہ ظہر کی نماز پڑھنے میں اتنی تاخیر کرے کہ امام جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جائے۔“ انتہی۔ ۱

”الدر المختار“ کی عبارت اپنے مقصود میں واضح ہے، جس سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے

۱ (وکرہ) تحریماً (لمعدور و مسجون) و مسافر (أداء ظہر بجماعة فی مصر) قبل الجمعة وبعدها لتقلیل الجماعة وصورۃ المعارضة و أفاد أن المساجد تغلق یوم الجمعة إلا الجامع. (و کذا أهل مصر فاتتهم الجمعة) فإنهم يصلون الظہر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة. ويستحب للمریض تأخیرها إلى فراغ الإمام و کرہ إن لم يؤخر هو الصحيح (الدر المختار مع رد المحتار، ج ۲ ص ۱۵۷، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

نزدیک، شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت کو کراہت سے نکال کر استحباب میں داخل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، اگرچہ مکروہ تحریمی سے، تنزیہی کی طرف تنزیل کیوں نہ اختیار کر لی جائے، کیونکہ کراہت تنزیہی کا ارتکاب مستحب نہیں ہوا کرتا، بلکہ اس کا ترک مستحب ہوا کرتا ہے، ورنہ اس کو مکروہ کہنے کے کیا معنی؟

گزشتہ بعض عبارات کی طرح مذکورہ عبارت کے الفاظ ”و کذا اهل مصر فاتهم الجمعة“ سے بھی معلوم ہوا کہ کراہت کا حکم پیچھے سے چلا آ رہا ہے، جس میں کراہت کی ایک صورت یہ بھی ہے، جس میں جملہ اہل شہر کا جمعہ، کسی مانع سے فوت ہو گیا ہو، جیسا کہ صاحب ہدایہ کے حوالہ سے گزرا، پھر کراہت مرتفع ہونے کی کون سی صورت رہ گئی۔ بعض اوقات کسی عبارت کو سیاق و سباق سے ہٹ کر ملاحظہ کرنا، سخت غلط فہمی کا باعث بن جایا کرتا ہے۔

”حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار“ کا حوالہ

”حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار“ میں ہے کہ:

”تقلیل جماعت کی علت کا ”البحر“ اور ”النہر“ میں ذکر ہے، اور تقلیل جماعت اس طرح ہوتی ہے کہ بعض اوقات معذور کی، غیر معذور بھی اقتداء کر لیتا ہے، جس کی وجہ سے مقتدی جمعہ کو ترک کر بیٹھتا ہے، اور اس کے نتیجے میں جمعہ کی نماز میں تقلیل بھی لازم آتی ہے، پس دونوں عبارتوں کا مال اور نتیجہ ایک ہی ہے۔ اور معارضہ کی صورت کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے علاوہ دوسری نماز کو، جماعت کے ساتھ قائم کر کے، جمعہ کے ساتھ معارضہ پایا جاتا ہے، جیسا کہ ”النہر“ میں ہے، اور یہ دونوں علتیں جماعت ظہر کے جمعہ سے پہلے، اور جمعہ کے بعد کی دونوں صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں، جمعہ سے پہلے تو اس وجہ سے کہ جمعہ کا وقت داخل

ہو چکا، اور وہ جمعہ کا وقت ہے، اور ظہر کو باجماعت ادا کرنے سے، جمعہ کی جماعت میں تقلیل ہوتی ہے، اور جمعہ کے ساتھ معارضہ بھی لازم آتا ہے، اور جمعہ کے بعد پڑھنے کی صورت میں بھی معارضہ لازم آتا ہے، کیونکہ جمعہ کے وقت میں ظہر کی نماز باجماعت کو پڑھا جا رہا ہے، اور جمعہ کی جماعت میں تقلیل بھی لازم آتی ہے، اور حلبی نے پہلی علت پر اکتفاء کیا ہے۔“ انتہی۔ ۱

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شہر میں جمعہ کے دن، امام کے جمعہ سے فراغت کے بعد، جب کچھ لوگوں کا جمعہ فوت ہو جائے، تب بھی جماعتِ ظہر میں جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ پایا جاتا ہے، خواہ کسی کا مقصد، معارضہ کا نہ ہو، اور اگر جمعہ سے بذات خود معارضہ مقصود ہو، یعنی بذات خود مخالفتِ جمعہ مقصود ہو، تو سخت گناہ ہوگا، جس کی فقہاء نے تصریح کی ہے۔

مذکورہ عبارت سے جمعہ کے دن ظہر کا باجماعت پڑھنا، مکروہ تحریمی بھی ثابت ہوتا ہے۔

”رَدُّ الْمُحْتَارِ“ کا حوالہ

علامہ ابن عابدین شامی نے ”رَدُّ الْمُحْتَارِ“ میں فرمایا کہ:

”جس طرح معذور کے لیے جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنا، مکروہ ہے، تو غیر معذور کے لیے بدرجہ اولیٰ مکروہ ہے۔

اور ”البحر“ میں فرمایا کہ فقہاء کے ظاہر کلام کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔

۱ (قوله: لتقليل الجماعة) الذي في البحر والنهر، لان المعذور قد يقتدى به غيره، الي تركها، اذ اي في حق المقتدى، فيلزم تقليل الجماعة، فمال العبارتين واحد (قوله: وصورة المعارضة) ياقامة غيرها، نهر، وهاتان العلتان، تظهران في القبلية والبعدية، أما القبلية فان الوقت قد دخل، وهو لها، وبإداء الظهر تقل الجماعة، وتحصل المعارضة، وأما البعدية فلان المعارضة تحصل بإدائه في وقتها، وتقل الجماعة بانتظار من رآهم الصلاة معهم، لو رآهم قبلها، وقصر الحلبي العلة الاولى على القبلية (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، ج ۱ ص ۳۲۶، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مطبوعه: المكتبة العربية، كوئته، الباكستان)

میں کہتا ہوں کہ قہستانی نے تو مکروہ تحریمی ہونے کی تصریح کی ہے۔
تقلیل جماعت کی علت کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات معذور کی، غیر معذور بھی
اقتداء کر لیتا ہے، جو اس کے لیے جمعہ کے ترک کا باعث بن جاتا ہے، جیسا کہ
”البحر“ میں ہے، اور اسی طریقے سے جب کوئی شخص یہ جان لیتا ہے کہ جمعہ
کے بعد جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی جائے گی، تو وہ بھی جمعہ ترک
کر دیتا ہے، تاکہ بعد میں ان کے ساتھ باجماعت ظہر کی نماز پڑھ لے۔
اور جہاں تک معارضہ کی صورت کی علت کا تعلق ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ
اس دن میں جمعہ کی نماز پڑھنا مسلمانوں کا شعار ہے، اور معارضہ کا قصد ایک عظیم
فتنہ کا باعث ہوتا ہے، لہذا اس کے ساتھ صورتاً معارضہ میں بھی کراہت تحریمی
ہے، رحمتی۔

جہاں تک ان اہل مصر کا تعلق ہے، جن کا (کسی مانع سے) مطلقاً جمعہ فوت ہو گیا،
تو ان کے لیے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، بظاہر مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ اس میں
تقلیل اور معارضہ کی علت نہیں پائی جاتی، جس کی تائید قہستانی میں مضمرات کے
حوالے سے مذکور اس عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ ”یصلون وحدانا
استحباباً“

اور جن کا جمعہ فوت ہو جائے، ان کے لیے اذان اور اقامت کا مکروہ ہونا اولیٰ ہے،
اگرچہ وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں۔

اور جن لوگوں نے اذان و اقامت کے مکروہ ہونے کی نفی کی ہے، وہ قول اولیٰ
نہیں ہے۔

اور مریض اور معذور کے لیے، جمعہ کی نماز ختم ہونے سے پہلے بغیر جماعت کے تنہا
نماز ظہر پڑھنا مکروہ ہے، اس سے مراد بھی مکروہ تنزیہی ہونا ہے، اور جن لوگوں

نے کراہت کی نفی کی ہے، وہ کراہتِ تحریمیہ کی نفی پر محمول ہے۔“ انتہی۔ ۱
 علامہ ابن عابدین شامی نے جمعہ کے دن شہر میں معذورین کے جماعتِ ظہر کی کراہت کی
 علت کی بہت عمدہ اور سہل تشریح فرمادی ہے، اور تقلیلِ جماعت کی علت کو بھی خوب کھول دیا

۱ (قوله لمعذور) وكذا غيره بالأولى نهر (قوله ومسجون) صرح به كالكنز وغيره
 مع دخوله في المعذور لرد ما قيل إنها تلزمه لأنه إن كان ظالما قدر على إرضاء خصمه
 وإلا أمكنه الاستغائة اه قال الخير الرملي : وفي زماننا لا مغيب للمظلوم والغلبة
 للظالمين فمن عارضهم بحق أهل كره (قوله تحريما) ذكر في البحر أنه ظاهر كلامهم.
 قلت : بل صرح به القهستاني (قوله أداء ظهر بجماعة) مفهوماً أن القضاء بالجماعة غير
 مكروه وفي البحر وقيد بالظهر لأن في غيرها لا بأس أن يصلوا جماعة اه. (قوله في
 مصر) بخلاف القرى لأنه لا جمعة عليهم فكان هذا اليوم في حقهم كغيره من الأيام
 شرح المنية. وفي المعراج عن المجتبي من لا تجب عليهم الجمعة لبعدها موضع صلوا
 الظهر بجماعة .

(قوله لتقليل الجماعة) لأن المعذور قد يقتدى به غيره فيؤدى إلى تركها بحر وكذا إذا
 علم أنه يصلى بعدها بجماعة ربما يتركها ليصلى معه فافهم (قوله وصوره المعارضة)
 لأن شعار المسلمين في هذا اليوم صلاة الجمعة وقصد المعارضة لهم يؤدى إلى أمر
 عظيم فكان في صورتها كراهة التحريم رحمتى .

(قوله تغلق) لسلا تجتمع فيها جماعة بحر عن السراج (قوله إلا الجامع) أى الذى تقام
 فيه الجمعة فإن فتحه فى وقت الظهر ضرورى والظاهر أنه يغلق أيضا بعد إقامة الجمعة
 لسلا يجتمع فيه أحد بعدها، إلا أن يقال إن العادة الجارية هى اجتماع الناس فى أول
 الوقت فيغلق ما سواه مما لا تقام فيه الجمعة ليضطروا إلى المجرى إليه وعلى هذا فيغلق
 غيره إلى الفراغ منها لكن لا داعى إلى فتحه بعدها فيبقى مغلقا إلى وقت العصر ثم كل
 هذا مبالغة فى المنع عن صلاة غير الجمعة وإظهارا لتأكدها .

(قوله وكذا أهل مصر الخ) الظاهر أن الكراهة هنا تنزيهية لعدم التقليل والمعارضة
 المدكورين ويؤيده ما فى القهستاني عن المضمرات يصلون وحدانا استحبابا .

(قوله بغير أذان ولا إقامة) قال فى اللؤلؤ الجية ولا يصلى يوم الجمعة جماعة بمصر ولا
 يؤذن ولا يقيم فى سجن وغيره لصلاة الظهر اه قال فى النهر : وهذا أولى مما فى
 السراج معزيا إلى جمع التفاريق من أن الأذان والإقامة غير مكروهين (قوله : ويستحب
 للمريض) عبارة القهستاني المعذور وهى أعم (قوله وكره) ظاهر قوله يستحب أن
 الكراهة تنزيهية نهر وعليه فما فى شرح الدرر للشيخ إسماعيل عن المحيط من عدم
 الكراهة اتفاقا محمول على نفى التحريمية (رد المحتار، ج ۲ ص ۱۵۷، كتاب الصلاة،
 باب صلاة الجمعة)

کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بعض اوقات ایسا شخص جس پر جمعہ واجب ہے، وہ بھی معذور کی اقتداء کر لیتا ہے، اور اس کے نتیجے میں جمعہ کے اصل واجب کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔

جہاں تک جامع مسجد میں تقلیل کی علت کا تعلق ہے، اس کے بارے میں بار بار گزر چکا کہ وہ شہر میں تعدد جمعہ کے عدم جواز کی روایت پر مبنی ہے، اور اب جبکہ مفتیؒ یہ اور مختار قول جواز کا ہے، تو اس صورت میں وہ علت بھی مؤثر نہیں رہی، بقیہ علتیں ہی مؤثر رہیں، جن میں سے ایک تو یہی ہے، جو گزری، اور دوسرے جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ کی ہے۔

یہاں سے ان اہل علم حضرات کی غلط فہمی بھی دور ہوگئی، جو اس طرح کی عبارات میں مذکور تقلیل کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ کسی جگہ جمعہ کی جماعت میں مجمع کا کم ہونا ہی مکروہ ہے، حالانکہ جب تعدد جمعہ کا جواز راجح اور مفتیؒ یہ ہے، تو پھر اس فتوے کے لیے تقلیل جماعت لازم ہے، لیکن متعدد مقامات پر جگہ جگہ اپنی شرائط کے مطابق جمعے ہونا، دوسری جہت سے تکثیر کا باعث ہے، اور بڑے شہروں میں اور دین سے لاپرواہی کے موجودہ دور میں کم از کم مقامات پر جمعہ ہونا ہی دراصل، تقلیل کا باعث ہے کہ لوگ دور کی وجہ سے جمعہ ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

پس مذکورہ امور کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔
باقی فی نفسہ مجمع کے زیادہ ہونے کی فضیلت کے ہم بھی منکر نہیں، جیسا کہ مفصلاً آگے آتا ہے۔

صورتاً معارضہ کی وجہ سے کراہت تحریمی ہونے کا ذکر پیچھے علامہ طحاوی کے حوالے سے بھی گزر چکا ہے۔

اور علامہ شامی کے ”رحمتی“ کے الفاظ سے ”حاشیۃ الرحمتی علی الدر المختار“ مراد ہے، جو مصطفیٰ بن محمد مشقی (المتوفی: 1205ھ) کی تالیف ہے، جو ”الرحمتی“ اور ”الایوبی“ کے نام سے معروف ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ مریض و معذور حضرات کے لیے، شہر میں جمعہ کے دن باجماعت ظہر کی نماز پڑھنا، حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس میں تقلیل جمعہ اور صورتاً جمعہ کی نماز کے ساتھ معارضہ پایا جاتا ہے۔

اگر اہل شہر کا جمعہ، کسی مانع سے فوت ہو جائے، اور ان کو جمعہ پڑھنا ممکن نہ رہے، علامہ شامی نے، ان کے لیے جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کے مکروہ تنزیہی ہونے کو ترجیح دی ہے، کیونکہ علامہ ابن عابدین کے بقول اس میں مذکورہ دونوں علتیں نہیں پائی جاتیں، یعنی نہ تقلیل جماعت کی، اور نہ جمعہ سے صوری معارضہ کی۔

علامہ ابن عابدین شامی کی مذکورہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے تمام معذورین کے لیے جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت، پڑھنے کو تو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں، اور اس میں تقلیل فی الجمعۃ، یعنی بعض لوگوں کے جمعہ سے رہ جانے کا ذریعہ ہونے، اور جمعہ کی نماز باجماعت کے ساتھ صورتاً معارضہ کی علت کو مؤثر مانتے ہیں، لیکن اگر جملہ اہل شہر کا کسی مانع سے جمعہ فوت ہو جائے، تو ان کے حق میں مذکورہ دونوں علتوں کو مؤثر نہ مان کر بھی مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی کی یہ تقسیم و تفریق، صاحب ہدایہ کے ’التجنیس‘ میں مذکور قول کے موافق ہے، کیونکہ جب تمام اہل شہر کا جمعہ کسی مانع سے فوت ہو گیا، مثلاً سخت بارش، طوفان، سیلاب، زلزلہ، یا دشمنوں کے حملہ وغیرہ کی وجہ سے، یا اس وجہ سے کہ سلطان، یا اس کا نائب کسی عارض سے حاضر نہ ہو سکا، نہ اس نے اجازت دی، جب اس کو شرط قرار دیا جائے، جیسا کہ پہلے ایسا تھا، تو چونکہ یہاں شہر میں مطلقاً جمعہ ہوا ہی نہیں، اس لیے نہ جمعہ میں تقلیل کا تصور ہے، اور نہ جمعہ سے معارضہ کا تصور ہے، لیکن امام محمد کے اطلاق کے خلاف ہے۔

برخلاف اس کے کہ شہر میں فی الجملہ جمعہ ہوا، اور کچھ کا فوت ہو گیا، کیونکہ جمعہ کے فوت ہونے کے بعد بھی، ان کی حیثیت جمعہ سے معذور ہونے والوں کی طرح سے ہو جاتی ہے، لہذا علت

موثرہ کی وجہ سے، ان کا حکم، تحریمی کا ہی رہا۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب کسی مانع سے تمام اہل شہر، جمعہ سے رہ گئے، تو جب ان کو بھی جماعتِ ظہر مکروہ تنزیہی ہے، تو جن پر جمعہ پہلے واجب تھا، اور بعد میں فوت ہو گیا، ان کے حق میں جماعتِ ظہر مکروہ تحریمی ہوگی۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ، اہل شہر کے جن مفتوبین جمعہ کے حق میں کراہتِ تنزیہی کو ترجیح دے رہے ہیں، اس سے مراد وہ جملہ اہل شہر ہیں، جو کسی عذر کے باعث سرے سے جمعہ پڑھ ہی نہ سکے ہوں، اسی بات کی تصریح صاحبِ ہدایہ نے ”التجنیس“ میں فرمائی ہے، جس کے ضمن میں ہماری معروضات گزر چکی ہیں، اور اسی صورت کو تہستانی نے ”المضمرات“ کے حوالہ سے، اور خود صاحب ”المضمرات“ نے مکروہ تنزیہی کہا ہے، جیسا کہ آگے صراحتاً آتا ہے۔

اس تفصیل کے مطابق علامہ شامی کے مذکورہ کلام پر کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا۔

لہذا علامہ شامی کے مذکورہ کلام سے ان لوگوں کے حق میں کراہتِ تنزیہی کا حکم ثابت نہ ہوگا کہ جہاں شہر میں جمعہ قائم ہوا ہو، یا قائم ہو رہا ہو، کیونکہ وہاں جمعہ کے معارضہ کی صورت سے کوئی مفر نہیں، البتہ معذورین کے حق میں کراہتِ تنزیہی کو ایک مستقل قول قرار دینے کی کسی قدر گنجائش موجود ہے، جیسا کہ آگے ملا علی قاری کے حوالے سے آتا ہے۔

پس علامہ شامی کی اس عبارت سے بعض اہل علم حضرات جو یہ استدلال فرما رہے ہیں کہ شہر میں جمعہ قائم ہونے کی صورت میں جماعتِ ظہر کرنے میں کراہتِ تنزیہی ہوتی ہے، اور وہ بھی بحالاتِ موجودہ نہیں پائی جاتی، اور اس کے برعکس استحباب کی گنجائش پائی جاتی ہے، یہ سب باتیں مخدوش معلوم ہوں، چہ جائیکہ وجوبِ جمعہ اور صحتِ جمعہ کی شرائط موجود ہوتے ہوئے جمعہ کو ساقط اور اس سے بڑھ کر غیر درست قرار دیا جائے۔

”شرح النقایة لملا علی القاری“ کا حوالہ

ملا علی قاری کی ”شرح النقایة“ میں ہے کہ:

”شہر میں معذور وغیرہ کے لیے جمعہ کے دن ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا، مکروہ ہے، خواہ وہ جمعہ سے پہلے پڑھیں، یا جمعہ کے بعد پڑھیں، کیونکہ اس میں بعض غیر معذوروں کے شریک ہونے کے باعث، جمعہ کی جماعت میں تقلیل اور معارضہ پایا جاتا ہے، جو کہ مخالفت کے طریقے پر نہ ہو، لیکن صرف یہ طرز عمل کراہتِ تنزیہی سے زیادہ پر دلالت نہیں کرتا، اس میں امام مالک اور امام شافعی کا اختلاف ہے کہ انہوں نے ان معذور لوگوں کے ظہر کے مخاطب ہونے کی طرف نظر کرتے ہوئے، اور فرائض میں جماعت کے سنت ہونے پر نظر کرتے ہوئے، جماعت کو مکروہ قرار نہیں دیا، لیکن ہمارا مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اور شہر میں غیر معذور کے لیے جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس میں ایک متفق علیہ فرضِ قطعی کا ترک کرنا پایا جاتا ہے، جو کہ ظہر سے زیادہ مؤکد ہے، جب کہ امام مالک اور امام شافعی اور امام زفر، اس صورت میں ظہر کی نماز کو باطل قرار دیتے ہیں“۔ انتہی۔ ۱

۱ (وکرہ فی المصر) ای دون القرية والمفاضة، لأنهم ليس عليهم شهود الجمعة، فكان هذا اليوم في حقهم كسائر الأيام. وكذا في المبسوط. وهذا القدر لا يدل على أكثر من كراهة التنزيه (ظہر المعذور وغیرہ) كمن فاتته الجمعة لمانع، (بجماعة) سواء صلوا قبل الجمعة، أو بعدها. لأن في ذلك تقليل جماعة الجمعة. والمعارضه (لا) على وجه المخالفة، خلافاً لمالك والشافعي، حيث نظرا إلى كونهم مخاطبين بالظهر دونها، وكون الجماعة سنة في الفرائض، ومذهبن مروى عن علي رضي الله عنه.

(و کرہ فی المصر (ظہر غیر المعذور قبل الجمعة) والمراد بالكرهة هنا الحرمة، لأنه ترك

اس سے معلوم ہوا کہ ملا علی قاری کا رجحان اس طرف ہے کہ معذورین کے لیے شہر میں جمعہ کے دن جماعتِ ظہر، مکروہ تہذیبی ہے، اور وہ معارضہ کی علت کو معذورین کے حق میں کراہتِ تحریمی کا باعث نہیں مانتے، جس کی دوسری وجوہات کے ساتھ ساتھ ایک وجہ جمہور کا اختلاف بھی ہے۔

اس حیثیت سے معذورین کے حق میں شہر کے اندر، باجماعت ظہر ادا کرنے کے مکروہ تہذیبی ہونے کا قول بھی حنفیہ میں نکل آیا، اور ساتھ ہی دلائل سے کوئی اس کو راجح قرار دے، اس کی بھی گنجائش نکل آئی، لیکن کراہتِ تہذیبی کے مرتفع ہونے کی عند الحنفیہ کوئی صورت، تا حال ہمارے علم میں نہیں، یہاں تک کہ جب جملہ اہل شہر کسی مانع و عذر کی وجہ سے جمعہ نہ پڑھ سکیں، اس صورت میں بھی ظہر کی جماعت کے مکروہ تہذیبی ہونے کی تصریح حنفیہ سے دستیاب ہے، جو کہ اہل شہر کے اجتماعی طور پر معذور ہونے کی انتہائی صورت ہے، جب اس میں بھی کراہتِ تہذیبی مرتفع نہیں ہوتی، تو پھر کون سی صورت اس کے ارتقاع اور اس سے بڑھ کر استتباب کی نکالی جاسکتی ہے، البتہ غیر حنفیہ کا معاملہ جدا ہے، جو مذکورہ و منسلکہ تحریر و فتوے میں زیر بحث ہے ہی نہیں۔

”غمز عیون البصائر“ کا حوالہ

علامہ حموی ”غمز عیون البصائر“ میں فرماتے ہیں کہ:
 ”علامہ تہستانی کی شرح میں ہے کہ وہ معذور، جس پر جمعہ کی سعی واجب نہیں ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الفرض القطعی باتفاقہم الذی ہو أو کد من الظہر، فکیف لا یكون مرتکبا محرما؟ غیر أن الظہر تقع صحیحہ، وإن کان مأمورا بالإعراض عنها. وإنما لم یبطل ظہرہ عندنا لما مر من أن فرض الوقت هو الظہر وقد أتى به، والجمعة بدل عنه، لتوقفها على شرائط لا تتم بالمصلى وحده. والتكليف يعتمد على الوسع. وحکم مالک والشافعی وزفر بطلانها بناء على تعيين الجمعة فرض الوقت عندهم، فلا یصح ظہرہ لأن الجمعة هي الأصل المأمور بها، ولا یصح غیر الأصل مع القدرة علیه (شرح النقایة لعلى بن سلطان محمد القاری الحنفی، ج ۱، ص ۴۹۳، ۴۹۴، شروط أداء الجمعة)

جیسا کہ مریض اور مسافر اور غلام، اور غیر معذور، جس پر جمعہ کی سعی واجب ہے، سب کے لیے، جمعہ کے دن ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن (امام محمد کی ”الاصول“ کا) اطلاق اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب شہر میں بسرے سے جمعہ کو کسی مانع کی وجہ سے ترک کر دیا جائے (مثلاً تیز بارش، سیلاب وغیرہ کی وجہ سے) تو ظہر کی نماز، باجماعت مکروہ نہیں (یعنی مکروہ تحریمی نہیں) چنانچہ ”المضمرات“ میں ہے کہ ایسی صورت میں اہل مصر کے لیے ظہر کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔ انتہی۔ ۱

اس سے بھی معلوم ہوا کہ کسی شہر میں نماز جمعہ کسی مانع کی وجہ سے مطلقاً ترک ہو جائے، جس کی مکمل وضاحت صاحب ہدایہ نے ”التجنیس“ میں فرمادی ہے، اور مکروہ تنزیہی ہونے کی وجہ بھی بیان فرمادی، اور ”النسفیة“ میں بھی اس کا ذکر ہے، اور علامہ شامی نے بھی اس کے مکروہ تحریمی ہونے کی علتیں نہ پائے جانے کی تصریح فرمادی ہے۔

اسی مخصوص صورت کو مکروہ تنزیہی کہا گیا ہے، کیونکہ اس میں کراہت کی کوئی علت نہیں پائی جاتی، لیکن امام محمد کے اطلاق کی مخالفت پائی جاتی ہے۔

البتہ ملا علی قاری وغیرہ نے جملہ معذورین کے حق میں مکروہ تنزیہی ہونے کو ترجیح دی ہے، جیسا کہ گزرا۔

علامہ قہستانی اور ”المضمرات“ کا حوالہ آگے آتا ہے، جس میں اسی مذکورہ مخصوص صورت

۱ (مسألة) إن قيل أي فريضة لا تصح صلاتها جماعة فالجواب أنها النظر لمن فاتته الجمعة وهو مقيم بالمصر كذا في الذخائر الأشرافية.
أقول فيه نظر لما في النقاية وشرحها للعلامة القهستاني حيث قال: وكره يوم الجمعة كراهة تحريم في المصر ظهر المعذور الذي لا يجب عليه السعي جماعة كالمریض والمسافر والعبد وغير المعذور وهو الذي عليه السعي ثم قال والإطلاق مشيراً إلى أنه لا تكره الجماعة إذا ترك الجمعة لمانع لكن في المضمرات أنهم يصلون وحداناً استحباباً (غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر، ج ۴، ص ۷۴، كتاب الصلاة)

کا حکم مذکور ہے، اس لئے اس مخصوص صورت میں جن حضرات نے کراہت کی نفی کی ہے، اس سے کراہتِ تحریمی کی نفی مراد ہے، اور جنہوں نے کراہت کی تصریح کی، ان کی مراد، کراہتِ تنزیہی ہے، جس کی تصریح ”یصلون وحدانا استحبابا“ کے الفاظ میں ہے۔

اور پہلے گزر چکا ہے کہ بعض اوقات، کراہت کے اثبات سے کراہتِ تنزیہی مراد ہوا کرتی ہے، اور کراہت کی نفی سے کراہتِ تحریمی کی نفی مراد ہوا کرتی ہے، اور استحباب یا اولیٰ کی خلاف ورزی بھی اسی میں لازم آیا کرتی ہے، اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہوا کرتا۔

پس جب اس تنزیلی والی صورت میں بھی کراہتِ تنزیہی مرتفع نہیں ہوتی، تو بحالاتِ موجودہ جماعتِ ظہر میں استحباب کس طرح ثابت ہوگا، جبکہ شہر میں جگہ جگہ جمعہ قائم ہے، چہ جائیکہ جمعہ کی فرضیت کو ساقط اور صحت کی بھی نفی کی جائے۔

”قہستانی“ کا حوالہ

شمس الدین محمد خراسانی قہستانی نے ”جامع الرموز شرح النقایة“ میں فرمایا کہ:

”جمعہ کے دن شہر میں معذور اور غیر معذور دونوں کے لیے، ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

اور امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ (یعنی مریض کی اذان و اقامت) مریض کی طرف سے حسن ہے، جیسا کہ ”الکافی“ میں ہے۔

اور اطلاق اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ معذور، ظہر کی نماز اذان و اقامت کے ساتھ انفرادی طور پر پڑھے گا۔

لیکن ”مختصر القدوری“ میں ہے کہ وہ اذان و اقامت کے بغیر پڑھے گا، جیسا کہ ”المحیط“ میں ہے۔

اور اطلاق اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ جب کسی مانع (مثلاً تیز بارش، آندھی، طوفان وغیرہ) کی وجہ سے جمعہ کو اصل سے ہی ترک کر دیا جائے، پھر بھی

ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

لیکن ”المضمرات“ میں ہے کہ ان کو تنہا بغیر جماعت کے، ظہر کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔

اور شیخین کے نزدیک غیر معذور کو جمعہ کی نماز ادا ہونے سے پہلے، ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور معذور کو مکروہ نہیں، لیکن اس کو بھی امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک مؤخر کرنا، مستحب ہے، جیسا کہ ”المحیط“ میں ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اتنا انتظار کرنا مستحب ہے کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہو سکتا، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے حق میں تعجیل اور تاخیر برابر ہے، لیکن پہلا قول زیادہ راجح ہے (جس کے مطابق امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک مؤخر کرنا مستحب ہے) جیسا کہ ”التمر تاشی“ میں ہے۔^۱ - انتہی۔

معلوم ہوا کہ ”المضمرات“ میں ان اہل شہر کے جمعہ کے دن باجماعت ظہر کی نماز پڑھنے کو

۱ (وکرہ) يوم الجمعة كراهة تحريم (في المصنوع) لافي القرى اذ هذا اليوم في حقهم كسائر الايام كما في المحيط (ظہر المعذور) الذي لا يجب عليه السعي كالمريض والمسافر والعبد (وغیره) الذي عليه السعي (جماعة) وعن محمد رحمه الله انها حسنة من المريض كما في الكافي. والاطلاق مشير الى ان المعذور. يصلى الظهر منفرداً باذان واقامة. لكن في القدوري انه يصلى بغیرهما كما في المحيط. والى انه يكره الجماعة اذا ترك الجمعة لمانع. لكن في المضمرات انهم يصلون وحدانا استحباباً.

(و) كرهه و جاز عند الشيخين ولم يجز عند محمد رحمه الله على اختلاف الاصليين (ظہر غير المعذور قبل) اداء (الجمعة) فلا يكره ظہر المعذور قبلها الا انه يستحب له التأخير الى ان يفرغ الامام من الجمعة كما في المحيط وقيل الى ان يعلم انها لا يدرك وقيل التعجيل والتأخير سواء والاول اشبه كما في التمر تاشي (جامع الرموز شرح النقاية، فصل شرط لوجوب الجمعة، صفحہ ۱۴۹، مطبوعہ: کتب خانہ آصفیہ، سرکار علی حیدرآباد دکن، الہند)

مکروہ تنزیہی قرار دیا گیا ہے، جو کسی عذر کی وجہ سے جمعہ مطلقاً، اصلاً اور سرے سے ہی نہ پڑھ سکیں، لہذا اس سے ان لوگوں کے حق میں جماعتِ ظہر کے کراہتِ تنزیہی کو سمجھنا درست نہ ہوگا، جہاں جمعہ پڑھا جا رہا ہو، اور پھر کچھ کا کسی عذر سے یا بغیر عذر کے جمعہ چھوٹ گیا ہو، کیونکہ وہاں معارضہ کی صورت موجود ہے، برخلاف پہلی صورت کے کہ وہاں اگرچہ معارضہ کی صورت نہیں، لیکن امام محمد کے عموم کے پیش نظر کراہتِ تنزیہی سے نزول نہیں کیا گیا، جیسا کہ صاحبِ ہدایہ کی ”التجنیس“ کے ضمن میں گزرا۔

اور علامہ شامی کی طرف سے کراہت کی علتیں نہ ہونے کے باوجود مکروہ تنزیہی ہونے کی مزید وضاحت بھی پہلے گزری۔

”مختصرُ الکافی“ کا حوالہ

یہ ملحوظ رہے کہ علامہ قہستانی نے ”الکافی“ کے حوالے سے، جو امام محمد کی طرف سے، حسن ہونے کا قول نقل کیا ہے، وہ ظہر کی نماز باجماعت سے متعلق نہیں ہے، بلکہ انفرادی طور پر نماز پڑھنے کی صورت میں صرف اذان و اقامت سے متعلق ہے۔

چنانچہ حاکم شہید ”مختصرُ الکافی“ میں فرماتے ہیں:

مريض لا يستطيع أن يشهد الجمعة ، فصلی الظهر فی بیتہ بأذان وإقامة ، قال هو حسن .

ومن صلی الظهر لمرض او سفر او لغير عذر ، ثم صلی الجمعة مع الامام ، فالجمعة هی الفريضة (الکافی فی الفروع، الجزء الاول، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، مخطوطة، المكتبة الازهرية)

ترجمہ: جو مریض جمعہ میں حاضر ہونے کی استطاعت نہیں رکھتا، پھر وہ اپنے گھر میں اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھے، تو امام محمد نے فرمایا کہ یہ اچھا عمل ہے۔

اور جو شخص مرض یا سفر یا کسی عذر کے بغیر، ظہر کی نماز پڑھ لے، پھر وہ امام کے ساتھ جمعہ پڑھے، تو اس کا فریضہ جمعہ ہی کہلائے گا (مختصر الکافی)
پس امام حاکم نے خود ”الکافی“ میں جس چیز کے حسن ہونے کی تصریح فرمادی، تو ”الکافی“ کے حوالہ سے جس نے حسن کہا، اس سے اسی چیز کا حسن ہونا مراد متعین ہوگا۔

”جامع المضمورات“ کا حوالہ

یوسف بن عمر بن یوسف کا دوری (التوفی: 832ھ) قدوری کی شرح ”جامع المضمورات“ میں فرماتے ہیں:

”معدور کے لئے جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، اور اسی طریقے سے قیدیوں کو بھی۔“

”النسفیة“ میں ہے کہ اگر شہر والوں نے کسی مانع عذر کی وجہ سے مطلقاً جمعہ کو ترک کر دیا، تو اُن کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مکروہ ہے، اور اُن کے لیے ظہر کی نماز، جماعت کے بغیر تنہا پڑھنا مستحب ہے (کیونکہ اس صورت میں کراہت کی علتیں تو نہیں پائی جاتیں، البتہ) امام محمد کے کتاب الصلاة میں مذکور قول کے عموم کی وجہ سے (یہ بھی مکروہ تزیہی، یا خلاف استحباب ہے)

اور قیدیوں اور غیر قیدیوں کے لئے جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔“ انتہی۔ ۱

۱۔ قوله: ويكره ان يصلي المعدور الظهر في جماعة يوم الجمعة، وكذلك اهل السجن، في النسفية: سئل عن مصر تركوا الجمعة بعدر مانع، يجوز اداء الظهر بالجمعة في ذلك اليوم؟ فقال يكره ذلك، ويستحب لهم ان يصلوا وحدانا، لعموم قول محمد رحمه الله في كتاب الصلاة: ويكره لاهل السجن وغير اهل السجن ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة (جامع المضمورات والمشكلات في شرح مختصر الامام القدوري، ج ۲، ص ۲۸، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت)

مذکورہ عبارت سے ”المضمرات“ کے بار بار آنے والے حوالہ جات کا مسئلہ بھی صاف ہو گیا کہ انہوں نے ”النفسیة“ کے حوالہ سے یہ بات ذکر فرمائی ہے۔

”الفتاویٰ التاتار خانیة“ کے حوالے سے بھی ”النفسیة“ کی یہ عبارت گزر چکی ہے، اور اس سے پہلے ”التجنیس“ کے حوالے سے بھی اس کی تصریح اور اس کے ضمن میں ہماری کچھ توضیح گزر چکی ہے، اور علامہ شامی کی طرف سے کراہت کی علتیں نہ پائے جانے کی تصریح بھی گزر چکی ہے۔

جس سے یہ بات اب تقریباً صاف ہو گئی کہ جس صورت کو ان حضرات گرامی کی طرف سے مکروہ تنزیہی قرار دیا جا رہا ہے، اس سے یہی خاص صورت مراد ہے، جس میں جمعہ سے معارضہ کی علت بھی نہیں پائی جاتی، اور کوئی دوسری علت بھی نہیں پائی جاتی، البتہ امام محمد کے اطلاق کی مخالفت پائی جاتی ہے، جیسا کہ علامہ شامی اور صاحب ہدایہ فرما چکے ہیں۔

پس مذکورہ عبارات سے واضح ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک، جمعہ کے دن شہر میں، اس دن کی ظہر کی نماز باجماعت، ہر ایک کے لیے مکروہ ہے، اس کراہت سے، کوئی فرد، اور کوئی جنس فرد، مستثنیٰ نہیں، یہاں تک کہ اگر تمام شہر کے لوگ کسی مانع سے مطلقاً جمعہ نہ پڑھ سکیں، تب بھی کراہت تنزیہی عند الحنفیہ موجود رہتی ہے۔

پس مخصوص حالات میں جب شہر میں فی الجملہ، بلکہ جگہ جگہ جمعہ قائم ہے، وہاں شہر کے اکثر لوگوں کو اپنے طور پر پہلے جمعہ سے معذور قرار دینا، پھر صحتِ جمعہ کی نفی کرنا، جبکہ ان کے اندر وجوبِ جمعہ اور صحتِ جمعہ کی شرائط موجود ہیں، اور پھر ان کو معذور قرار دے کر کراہتِ جماعتِ ظہر سے مستثنیٰ کرنا، اور پھر جماعتِ ظہر کو مستحب قرار دینا، کیسے درست ہو سکتا ہے؟

اور جب فقہائے کرام خود ہی معذور لوگوں کی تصریح کر کے، کراہت کا حکم لگا چکے ہوں، اور ان میں مریض، مسافر، غلام، قیدی، وغیرہ سب طرح کے لوگوں کی تصریح فرما چکے ہوں، اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد بھی کراہت کی تصریح فرما چکے ہوں، ان تمام تصریحات کو نظر

انداز کرنے کی کیونکر گنجائش ہو سکتی ہے؟

ایسی صورت میں بعض تعلیلات پر نظر کر کے، دوسری تعلیلات کو نظر انداز کرنے، اور بالخصوص علامہ شامی کے بقول تعلیلات نہ ہوتے ہوئے بھی کراہتِ تنزیہی کی تصریح کو نظر انداز کرنے کی کیسے گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

صاحبِ ہدایت اور علامہ شامی وغیرہ کے حوالے سے تو انتہائی مخصوص صورت میں، مثلاً تمام شہر کے لوگ کسی مانع کی وجہ سے جمعہ نہ پڑھ سکے ہوں، اور تقلیلِ جمعہ اور جمعہ سے معارضہ کی بھی بظاہر کوئی صورت نہ ہو، امام محمد کے اطلاق کے پیش نظر مکروہ تنزیہی اور جماعتِ ظہر کے غیر مستحب ہونے کی تصریح واضح ہو چکی ہے، اس کے باوجود کیا پھر بھی، جبکہ شہر میں جمعہ ہونے کی وجہ سے صورتِ معارضہ موجود ہو، کراہت کو متبدل بالاستحباب قرار دینے کی کوئی گنجائش موجود ہو سکتی ہے؟ اس پر بہت زیادہ تدبر کرنے کی ضرورت ہے۔

حاصل یہ کہ شہر کے اندر موجود ان لوگوں کے لیے، جن کا جمعہ فوت نہیں ہوا، اور ان میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ صحیح اور واجب ہونے کی شرائط پائی جاتی ہیں، اور ان کو جمعہ ادا کرنے پر قدرت بھی حاصل ہے، ان کے لیے جماعتِ ظہر تو درکنار، ظہر پڑھنا ہی سخت مکروہ اور حرام ہے، اور معذور حضرات و افراد کے لیے بھی ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، کراہتِ تنزیہی سے کم نہیں، حنفیہ کا اس سلسلے میں مکروہ تحریمی ہونے کا قول ہی معروف و مشہور اور جمہور حنفیہ کا ہے، جس کو اکثر حضراتِ حنفیہ نے ترجیح دی ہے، اور مکروہ تنزیہی کا قول معروف نہیں۔

”احسن الفتاویٰ“ کا حوالہ

چنانچہ ”احسن الفتاویٰ“ میں بھی اسی قول کو ترجیح دی گئی ہے، جس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

مصر میں معذورین کے لیے نمازِ ظہر کی جماعت مکروہ تحریمی ہے، اس لیے وہ منفرداً

نماز پڑھیں، اور حالتِ انفراد میں بھی اذان و اقامت نہ کہیں۔

قال العلامی رحمہ اللہ تعالیٰ: وکرہ تحریمًا لمعدور ومسجون
ومسافر، اداء بظہر بجماعة فی مصر، قبل الجمعة وبعدها،
لتقليل الجماعة، وصورة المعارضة (ردالمحتار، ج ۱ ص ۷۶)

فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

(احسن الفتاویٰ، ج ۳ ص ۱۴۰، کتاب الصلاة، باب الجمعة والعیدین، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع یاز

دہم: ۱۴۲۵ھ)

اور حنفی فقہائے کرام نے جن علل پر نظر کرتے ہوئے، معذورین کے لیے ظہر کی نماز
باجماعت پڑھنے کو مکروہ قرار دیا تھا، تعدد جمعہ کے جواز اور مفتیؒ یہ معمول یہ ہونے کے بعد،
ایک تو غیر معذورین کے معذورین کے ساتھ شریک ہو کر غیر معذورین کے جمعہ سے محروم
ہونے، اور دوسرے جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ کی علت زیادہ اہمیت کی حامل ہے، اور جامع
مسجد یا مقام واحد میں تقلیل جماعت کی علت مفتیؒ یہ قول کی رو سے مؤثر نہیں۔

اسی وجہ سے بعض جہال حنفیہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ جمعہ کے دن غیر معذورین کے لیے تو
دو چیزوں کا حکم ہے، ایک تو جمعہ کی نماز کو قائم کرنے کا، دوسرے ظہر کی جماعت کو ترک کرنے
کا، اور معذورین ایک حکم کے مکلف پھر بھی رہتے ہیں، اور وہ جماعت کے مخاطب نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اگر موجودہ حالات کے بعد عام دنوں میں کچھ معذور لوگ، جن کو جمعہ
میں شرکت سے عذر ہو، وہ اگر ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں، اور مذکورہ اہل علم
حضرات کے موجودہ حالات میں بیان کردہ عذر کو دلیل میں پیش کریں، تو شاید یہ اہل
علم حضرات بھی اس وقت اُن معذورین کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کو ہرگز افضل قرار
دینے پر آمادہ نہ ہوں۔

اس موقع پر علامہ شامی کی یہ عبارت ملاحظہ کرنا بھی ضروری ہے کہ:

قلت: وينبغي أن يكون محل النزاع ما إذا كانت لا تقام إلا في محل واحد، أما لو تعددت فلا لأنه لا يتحقق التفويت كما أفاده

التعليل تأمل (رد المحتار، ج ۲، ص ۱۵۲، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اذن عام کا محل نزاع ہونا، اس صورت میں مناسب ہے، جبکہ جمعہ ایک ہی مقام پر قائم کیا جاتا ہو، لیکن جب متعدد مقامات پر قائم کیا جاتا ہو، پھر یہ شرط نہیں، کیونکہ اس صورت میں ”تفویت“ متحقق نہیں ہوتی، جیسا کہ اس کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے، اس پر غور کر لینا چاہیے (رد المحتار)

علامہ شامی کی مذکورہ بالا عبارت میں اس بات کی صراحت ہے کہ جب شہر کے مختلف مقامات پر جمعہ ہو، تو ”تفویت“ متحقق نہیں ہوتی۔

اس لیے جب جمعہ کافوت ہونا، مذکورہ صورت میں متحقق نہیں ہوتا، تو اذن عام کی شرط کے بغیر بھی، دیگر شرائط کے ساتھ، متعدد مقامات پر جمعہ جائز یا واجب ہوگا۔

علامہ ابن عابدین شامی کے اسی قول کے مطابق ”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ میں بھی درج ذیل فتویٰ ہے:

چنانچہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ایک سوال و جواب کے اوپر مندرجہ ذیل سرخی قائم ہے:

”بارش کے زمانہ میں، جمعہ کی نماز، باجماعت، گھر میں پڑھ سکتا ہے“

پھر اس سرخی کے ذیل میں درج ذیل سوال و جواب فارسی زبان میں ہے، جس کا ہم نے آخر میں بزبان اردو، ترجمہ بھی کر دیا ہے۔

سوال: در ایام باران بوجہ کثرت بارش و آب فراوان راه چلیدن از حد بیکراں دشوار گزرمی شود مسجد ہم قدرے از مسکن دور است نادراں ہنگام ادائے صلوٰۃ جمعہ را شرعاً چہ حکم دارد۔ آیا در اں ہنگام تکلیف مالا نہایت کشیدہ برائے صلوٰۃ جمعہ بمسجد رفتن ضرور باشد یا تادی صلوٰۃ بمکان کافی کندیانہ۔

الجواب: تعدد صلوة جمعہ علی القول مفتی بہ صحیح است پس اگر بعد زمر مقرر فتن بمسجد جامع دشوار باشد بجائے دیگر نماز جمعہ گزاردن بجماعت مشروعہ (وآں سہ مرد است علاوہ امام۔ در مختار) صحیح است۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل، جلد پنجم، صفحہ ۴۷، و صفحہ ۵۷، مسائل نماز جمعہ، مطبوعہ: دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

سوال: ترجمہ: بارش کے موسم میں، بارش کی کثرت اور پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے راستہ میں چلنا بہت زیادہ دشوار ہوتا ہے، اور مسجد بھی گھر سے کچھ دور ہے، ایسی صورت حال میں جمعہ کی ادائیگی کا کیا حکم ہے، کیا اس صورت حال میں انتہائی تکلیف برداشت کر کے نماز جمعہ کے لئے مسجد میں جانا ضروری ہے، یا جمعہ کو مکان میں ادا کرنا کافی ہو جائے گا، یا نہیں؟

جواب: ایک سے زیادہ مقامات پر جمعہ کی نماز پڑھنا مفتی بہ قول کے مطابق صحیح ہے، پس اگر بارش کے عذر کی وجہ سے جامع مسجد جانا دشوار ہو، تو دوسری جگہ (یعنی اپنے گھر وغیرہ میں، جس کا سوال میں ذکر ہے) نماز جمعہ باجماعت مشروع طریقہ پر ادا کرنا (یعنی جبکہ امام کے علاوہ تین مرد حضرات ہوں، جیسا کہ در مختار میں ہے) صحیح و درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل، جلد پنجم، صفحہ ۴۷، و صفحہ ۵۷، مسائل نماز جمعہ، مطبوعہ: دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

مذکورہ سوال میں بارش کا ذکر ہے، اور ہماری مجوٹ فیہ صورت میں خاص معاشرتی اور قانونی مجبوری ہے، اس فرق سے جمعہ کے حکم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا، کیونکہ دونوں صورتوں میں اصل بنیاد گھروں میں جمعہ کے جائز ہونے کی ہے، اور اس کا مدار تعدد و جمعہ پر ہے، جیسا کہ جواب میں واضح طور پر صراحت ہے، اور علامہ ابن عابدین شامی نے بھی اسی چیز پر مدار رکھا ہے، اور اس کی علت کو بھی واضح فرمایا ہے۔

تقلیل جماعت کے شبہ کا ازالہ

جہاں تک اس موقع پر پُر زور انداز میں اس بات کو پیش کیا جاتا ہے کہ جمعہ کا اہم مقصد، بلکہ اس کی روح، اسلام کی شان و شوکت کا اظہار ہے، جو جامع مسجد یا مسجد، یا بڑے جامع وغیرہ میں ہی حاصل ہو سکتی ہے، گھروں وغیرہ میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

تو فقہائے کرام کی بیان کردہ شرائط کے مقابلہ میں اس کو اہمیت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ اولاً تو جو بحث ہو رہی ہے، وہ مجبوری کے مخصوص حالات میں ہے، جس میں بذاتِ خود مسجد، یا جمعہ کے بڑے جامع، یا ان میں شرکت سے روکنا مقصود نہیں، بلکہ ایک مخصوص بواء کی وجہ سے صرف بڑے جامع کے انعقاد سے روکنا مقصود ہے، خواہ جس شکل میں بھی ہو، تو بڑے بڑے جامع کا منعقد کرنا، تو خود اس بواء کے علاج کی تدبیر اور حکومتِ وقت کے موجودہ قانون کے خلاف ہے، جس کے لئے ساری جدوجہد کی جا رہی ہے۔

پھر ان حالات میں مسجد، حلقہ کبیر، اور بڑے جامع کو کیسے بنیاد بنا کر پیش کیا جاسکتا ہے۔ دوسرے اس چیز پر جمعہ کے جواز یا عدم جواز کا مدار ہے ہی نہیں، نہ ہی فقہائے کرام نے اس چیز کو جمعہ کی شرائط میں ذکر کیا، چنانچہ نہ تو جمعہ کے لئے مسجد ہونے کو شرط قرار دیا، اور نہ جامع مسجد ہونے کو شرط قرار دیا، جس طرح سے نماز عید کے لئے ان چیزوں کو شرط قرار نہیں دیا، بلکہ حنفیہ نے امام سمیت چار عاقل، بالغ، مرد افراد کے ہونے کو جمعہ کے لئے کافی قرار دیا، جس کا جاہِ کتبِ فقہ میں ذکر پایا جاتا ہے۔

تو فقہائے کرام کی بیان کردہ ان شرائط کو نظر انداز کر کے ایک ایسی چیز پر حکم کا مدار رکھنا کیسے درست ہو سکتا ہے، جس کا فقہائے کرام نے بطور شرط کے ذکر ہی نہ فرمایا ہو۔

تیسرے جن حضرات نے اس کا ذکر کیا، وہ بطور حکمت اور فضیلت کے ذکر کیا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ حکمت و فضیلت پر کسی چیز کے بنیادی حکم کا مدار نہیں ہوا کرتا۔

اور یہ حکمت و فضیلت تو عام نمازوں میں بھی پائی جاتی ہے، جس کے بارے میں احادیث میں تصریح ہے کہ جتنے لوگ جماعت میں زیادہ ہوں، اتنا ہی ثواب زیادہ ہے۔

جمعہ میں چار افراد سے جتنے زیادہ ہوں گے، اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا، لیکن مجبوری والے حالات میں جس طرح پنج گانہ نمازوں میں تقلیل جماعت معیوب بلکہ مکروہ نہیں، اسی طرح جمعہ میں بھی تقلیل جماعت معیوب و مکروہ وغیرہ کچھ نہ ہوگا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الصُّبْحِ فَقَالَ أَشَاهِدُ
فُلَانٌ قَالُوا لَا قَالَ أَشَاهِدُ فُلَانٌ قَالُوا لَا قَالَ إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ أَثْقَلُ
الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَيْتُمُوهُمَا وَلَوْ
حَبُوءًا عَلَى الرُّكْبِ وَإِنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ عَلَى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ
عَلِمْتُمْ مَا فَضِيلَتُهُ لَأَبْتَدَرْتُمُوهُ وَإِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَزْكَى
مِنْ صَلَاتِهِ وَحَدَهُ وَصَلَاتُهُ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ مَعَ الرَّجُلِ
وَمَا كَثُرَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ تَعَالَى (ابوداؤد، رقم الحديث ۵۵۴، مسند

احمد، رقم الحديث ۲۱۲۶۶) ل

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا کہ کیا فلاں شخص نماز میں حاضر ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ کیا فلاں شخص حاضر ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دو نمازیں (یعنی فجر اور عشاء)

ل قال شعيب الارتووط:

حدیث حسن صحیح، عبد اللہ بن ابی بصیر، وثقه العجلی و ذکرہ ابن حبان فی "الفتا" وقد تابعه أبوه أبو بصير العنبري الكوفي، وقد روى عنه ثلاثة و ذكره ابن حبان فی "الفتا"، وباقي رجاله ثقات (حاشية سنن ابى داود)

منافقوں پر سب سے زیادہ بھاری گزرتی ہیں، اور اگر تم ان دونوں نمازوں میں جو کچھ (فضیلت اور اجر و ثواب) ہے، اس کی حقیقت کو جان لو؛ تو تم ان دونوں نمازوں کے لیے آؤ گے، خواہ تمہیں گھنٹوں کے بل ہی کیوں نہ آنا پڑے، اور بے شک پہلی صف فرشتوں کی صف کی طرح ہوتی ہے، اور اگر تم پہلی صف کی فضیلت کو جان لو، تو تم اس کے لیے ضرور پیش قدمی کرو، اور بے شک ایک آدمی کی نماز دوسرے آدمی کے ساتھ پڑھنا، زیادہ پاکیزہ ہے، اس کی تہاء نماز پڑھنے کے مقابلہ میں، اور آدمی کی دو آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنا زیادہ پاکیزہ ہے، ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے کے مقابلہ میں، اور جتنے لوگ بھی (جماعت میں) زیادہ ہوں، وہ اتنی ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوتی ہے (ابوداؤد، مسند احمد)

اس حدیث کو ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱

۱ عَنْ أَبِي بِن كَعْبٍ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقَالَ: "أَشَاهِدُ فُلَانًا؟" قَالُوا: لَا. قَالَ: "أَشَاهِدُ فُلَانًا؟" قَالُوا: لَا. قَالَ: "إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ أَثْقَلُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمَنَافِقِينَ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ فَضْلَ مَا فِيهِمَا، لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا، وَإِنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ لَعَلَى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ، وَلَوْ تَعْلَمُونَ فَضِيلَتَهُ لَا تَبْتَدِرْتُمُوهُ. وَصَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ رَجُلَيْنِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ مَعَ رَجُلٍ، وَكُلَّمَا كَثُرَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ تَعَالَى (موارد الظمان، رقم الحديث ۴۲۹)

قال حسين سليم اسد الداراني:

إسناده جيد عبد الله بن أبي بصير ما رأيت فيه جرحاً، وثقة ابن حبان، وقال العجلي في "تاريخ اللغات" ص: " (251) كوفي، تابعي، ثقة. "وقال الذهبي: " وثق. " وأبو بصير روى عنه جماعة، وما رأيت فيه جرحاً، وثقة ابن حبان، وباقي رجاله ثقات. والحديث في الإحسان 249/ 3- 250 برقم. (2554) وأخرجه الحاكم 1/ 247 من طريق عثمان بن سعيد الدارمي، حدثنا محمد بن كثير، بهذا الإسناد.

وأخرجه الطيالسي 1/ 128 برقم - (604) ومن طريقه أخرجه البيهقي في الصلاة 3/ 67 - 68 باب: الاثنان فما فوقهما جماعة - من طريق شعبة، به. وأخرجه أحمد 5/ 140، وابن خزيمة في صحيحه 367/ 2 برقم (1477) من طريق محمد بن جعفر.

حضرت قباث بن اشیم لیشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "صَلَاةُ الرَّجُلَيْنِ يَوْمَ أَحَدَهُمَا صَاحِبَهُ، أَزْكَى عِنْدَ اللَّهِ مِنْ صَلَاةِ أَرْبَعَةٍ تَتْرَى، وَصَلَاةِ أَرْبَعَةٍ يَوْمَهُمْ أَحَدُهُمْ، أَزْكَى عِنْدَ اللَّهِ مِنْ صَلَاةِ ثَمَانِيَةٍ تَتْرَى، وَصَلَاةِ ثَمَانِيَةٍ يَوْمَهُمْ أَحَدُهُمْ، أَزْكَى عِنْدَ اللَّهِ مِنْ صَلَاةِ مِائَةٍ تَتْرَى"، قَالَ إِسْحَاقُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرج أبو داود في الصلاة (554) باب: فضل صلاة الجماعة، من طريق حفص بن عمر.

وأخرج الدارمي في الصلاة 291 / 1 باب: أي الصلاة على المنافقين أثقل، والحاكم 247 / 1 من طريق سعيد بن عامر.

وأخرجه أحمد 140 / 5، والنسائي في الإمامة (844) باب: الجماعة إذا كانوا اثنين، من طريق خالد بن الحارث.

وأخرجه ابن خزيمة 367 / 2 برقم (1477) من طريق يحيى بن سعيد،

وأخرجه الفسوي في "المعرفة والتاريخ 641 / 2" من طريق سعيد بن الربيع، وحجاج بن منهال، جميعهم عن شعبة، بهذا الإسناد.

وقال الحاكم 248 / 1: "هكذا رواه الطبقة الأولى من أصحاب شعبة: يزيد بن هارون، ويحيى بن سعيد، وعبد الرحمن بن مهدي، ومحمد بن جعفر، وأقرانهم. وهكذا رواه سفيان بن سعيد، عن أبي إسحاق."

ثم أخرجه الحاكم من طريق: الحسين بن حفص، وأبي حذيفة، وعبد الصمد بن حسان، والأشجعي، والنعمان بن عبد السلام، جميعهم عن سفيان بن سعيد الثوري، عن أبي إسحاق، به.

وأخرجه عبد الرزاق 523 / 1- ومن طريقه أخرجه الحاكم 248 / 1- وأحمد 5 / 140، والبخاري في الكبير 50 / 5 من طريق سفيان، بالإسناد السابق.

وأخرجه أحمد 141 / 5 من طريق جرير بن حازم،

وأخرجه عبد الله بن أحمد في زوائده على المسند 141 / 5 من طريق الحجاج بن أرطاة.

وأخرجه الفسوي في "المعرفة والتاريخ 641 / 2"، والبخاري في الكبير 51 / 5،

والحاكم 247 / 1 من طريق عبد الله بن رجاء، وعبيد الله بن موسى، حدثنا إسرائيل،

وأخرجه البيهقي في الصلاة 61 / 3 من طريق إبراهيم بن طهمان، جميعهم عن أبي إسحاق، به. وانظر "تحفة الأشراف 21 / 1" برقم (36) ولتسام تخريجه انظر

الحديث التالي (حاشية موارد الظمان)

بن رَاهُوِيَه : قَدْ أَدْرَكَ قَبَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (المعجم

الكبير للطبراني، رقم الحديث ١٥٢٢٠) ١

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمیوں کی اس طرح نماز پڑھنا کہ ایک ان میں سے دوسرے کی امامت کرے، یہ اللہ کے نزدیک چار تہا نماز پڑھنے والے لوگوں کی نماز سے زیادہ پاکیزہ (و پسندیدہ) ہے، اور چار آدمیوں کی اس طرح نماز پڑھنا کہ ان میں سے ایک دوسروں کی امامت کرے، یہ اللہ کے نزدیک آٹھ تہا نماز پڑھنے والے لوگوں کی نماز سے زیادہ پاکیزہ (و پسندیدہ) ہے، اور آٹھ آدمیوں کی اس طرح نماز پڑھنا کہ ان میں سے ایک دوسروں کی امامت کرے، یہ اللہ کے نزدیک سو تہا نماز پڑھنے والے لوگوں کی نماز سے زیادہ

١ قال الهيثمي:

رواه البزار والطبراني في الكبير ورجال الطبراني موقنون (مجمع الزوائد، جزء ٢ صفحہ ٣٩)

وقال المنذرى:

رواه البزار والطبراني بإسناد لا بأس به (الترغيب والترهيب من الحديث الشريف، تحت رقم الحديث ٥٩٤)

وقال الالباني:

صلاة رجلين يوم أحدهما صاحبه أزكى عند الله من صلاة ثمانية تترى، وصلاة أربعة يؤمهم أحدهم أزكى عند الله من صلاة مائة تترى.

رواه البخارى فى "التاريخ" (١/٤ - 193 - 132) والبزار (رقم 461-) وابن سعد (١١٧/٤١١) والديلمى (٢/٢٤٤ - 243) عن أبى خالد ثور بن يزيد عن ابن سيف الكلاعى عن عبد الرحمن بن زياد عن قباث بن أشيم الليثى مرفوعاً. قال ابن شعيب: نقلت لأبى خالد: ما "تترى"؟ قال: متفرقين.

قلت: وهذا سند ضعيف، عبد الرحمن بن زياد هذا لا يعرف أورده ابن أبى حاتم (2/2) (234) ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلاً. وأما ابن حبان فأورده فى "الثقات" (1/123) ! ولعله لذلك قال المنذرى (1/152) : "رواه البزار والطبراني بإسناد لا بأس به". لكن للحديث شاهد يتقوى به من حديث أبى بن كعب مرفوعاً نحوه. أخرجه ابن أبى شيبة فى "المصنف" (1/131) وأبو داود والنسائى وغيرهم وصححه الحاكم وغيره، وهو مخرج فى "صحيح أبى داود" (563) وغيره (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٩١٢)

پاکیزہ (و پسندیدہ) ہے۔

اسحاق بن راہویہ (جو اس روایت کے راوی ہیں، وہ) فرماتے ہیں کہ حضرت

قباث نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے (اس لیے وہ صحابی ہیں) (طبرانی)

مذکورہ احادیث میں جو فضیلت بیان کی گئی ہے، وہ اصولی طور پر جمعہ کی نماز کو بھی اس قید کے ساتھ شامل ہے کہ جتنے افراد جمعہ کے لئے ضروری ہیں، اُن سے زیادہ افراد کا ہونا عام حالات میں زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

پس عام نمازوں میں تو دو افراد سے جماعت کو وجود مل جاتا ہے، اور جمعہ کیونکہ جمع ہونے کا مقتضی ہے، اور اس کے لیے باجماع امت، جماعت شرط ہے، اس لئے اس میں فقہائے کرام نے جمعہ میں اجتماع کی صفت کو خصوصیت کے ساتھ ملحوظ رکھا، اور اجتماع کے بغیر جمعہ کے وجود ہی کو کافی نہیں سمجھا، چنانچہ جمعہ کی جماعت کو وجود میں لانے کے لئے حنفیہ نے امام کے علاوہ تین مخصوص یعنی عاقل، بالغ مرد افراد کو کافی سمجھا، اور دوسرے فقہائے کرام نے اپنے اپنے اجتہاد کے ذریعہ اس سے زیادہ مخصوص افراد کو شرط قرار دیا۔

پس فقہائے کرام کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق، جتنے اور جیسے افراد جمعہ کے لئے شرط ہیں، اتنے افراد سے تو جمعہ وجود میں آجاتا، اور منعقد ہو جاتا ہے، اور اس سے اضافی افراد ہونے پر مذکورہ احادیث میں بیان کردہ اصول کے مطابق، ثواب میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، لیکن اتنے افراد سے زیادہ ہونا، جمعہ منعقد اور صحیح ہونے اور جمعہ کی اصل اور نفسِ فضیلت حاصل کرنے کے لئے شرط نہیں، جس طرح دوسری عام نمازوں میں نفسِ جماعت کی فضیلت کو حاصل کرنا، دو افراد سے وجود میں آجاتا ہے، اور افراد کے اضافہ کے تناسب سے فضیلت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

اور جب کسی کو اضافہ کی قدرت نہ ہو، تو امید ہے کہ عذر کی وجہ سے اضافی فضیلت سے بھی محرومی نہ ہو۔

پس جس طرح بحالات موجودہ نماز پنج گانہ میں تقلیل جماعت اور تعددِ جماعات میں کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا، اور اس سے منع نہیں کیا جاتا، بلکہ جماعت سے نماز پڑھنے کی ترغیب دی جاتی ہے، اسی طرح فقہائے کرام کی بیان کردہ شرائط کے مطابق، محدود افراد کے جمعہ کی نماز میں تقلیل جماعت اور تعددِ جماعات میں بھی کوئی عیب نہیں سمجھنا چاہئے، اور جب بنیادی شرائط کے ساتھ جمعہ صحیح اور واجب ہو، تو نہ صرف یہ کہ اس کی ترغیب دینی چاہیے، بلکہ اس کی تاکید بیان کرنی چاہیے، چہ جائیکہ اس سے منع کیا جائے، اور روکا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ جملہ فقہائے کرام نے اپنے اپنے اجتہاد کی روشنی میں جمعہ منعقد ہونے والے مقام اور جمعہ منعقد کرنے والے افراد کی کیفیت و کمیت پر بحث کرتے ہوئے اپنے اجتہاد کے تناظر میں اضافی افراد کو کہیں بھی شرط قرار نہیں دیا، بلکہ اکثر حضرات نے تو افراد کی بنیادی کمیت و کیفیت کو بیان کرنے پر اکتفاء کیا، اور تعددِ جمعہ کے جواز کو بیان کرتے ہوئے بھی اضافی افراد کے شرط، بلکہ واجب ہونے سے تعرض نہیں کیا، اور افراد کے زیادہ ہونے کے افضل ہونے کی بحث سے بھی سکوت اختیار کیا۔ ا

۱۔ رہی وہ عبارات، جن میں فقہائے کرام نے جمعہ کے دن، شہر میں، معذورین کی جماعت ظہر کے مکروہ ہونے کی یہ علت بیان فرمائی ہے کہ اس کی وجہ سے جامع مسجد میں تقلیل جماعت و جمعہ ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں تقلیل جماعت کو ناپسند و مکروہ سمجھا گیا ہے، تو اس کے متعلق تفصیلاً کلام گزر چکا ہے کہ یہ علت تعددِ جمعہ کے عدم جواز کے قول پر مبنی تھی، اور جب تعددِ جمعہ کا جواز، مختار و راجح اور مفتیٰ یہ ہو گیا، تو اس کے بعد یہ علت بھی مؤثر نہیں رہی، اور اس کے بجائے جمعہ کے دن معذورین کے ظہر کی جماعت کی یہ علت برقرار رہی کہ کہیں ان کے ساتھ غیر معذور لوگ، جن پر جمعہ واجب تھا، وہ شامل ہو کر اپنے جمعہ کے وجوب کو ترک نہ کر بیٹھیں، اسی کی تعبیر بعض حضرات نے تقلیل جمعہ سے کی، لیکن مراد ان کی بھی یہی ہے، لہذا معذورین کے جماعت ظہر کے ضمن میں بیان کردہ اس علت کو تعددِ جمعہ کے ضمن میں حاصل ہونے والی تقلیل جماعت کے لیے مؤثر سمجھنا درست نہیں، کیونکہ وہاں نہ تو کسی کا ترک جمعہ کرنا پایا جاتا، بلکہ اس کا مقصود ہی زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جمعہ کی سہولت اور جمعہ میں شرکت سے مستفید کرنا ہوتا ہے، تاکہ وہ دوری اور سستی کی وجہ سے جمعہ ہی کو ترک نہ کر بیٹھیں، اور نہ ہی وہاں جمعہ سے کوئی معارضہ پایا جاتا، کیونکہ جمعہ کا معارضہ تو ظہر کی نماز اور اس کو بھی باجماعت پڑھنے کی صورت میں لازم آتا ہے، جمعہ کا جمعہ سے کیسے معارضہ ہو سکتا ہے، جبکہ جمعہ بشرائط درست ہو رہا ہو۔ محمد رضوان خان۔

چوتھے اسلام کی شان و شوکت کا اظہار، زیادہ سے زیادہ لوگوں کے نماز جمعہ قائم کرنے سے بدرجہ اولیٰ حاصل ہوتا ہے، بنسبت اس کے کہ مسجد میں چار پانچ افراد کے علاوہ، ہر محلہ کے ہزاروں لوگوں کو اس سے محروم کر دیا جائے، پھر جب موجودہ عذر نہ ہوگا، تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس شان و شوکت کے اظہار کی نماز پنجگانہ کی طرح دوسری شکل یعنی بڑے جماع کی صورت میں بھی قدرت حاصل ہو جائے گی، جس پر کسی مسلمان کو کوئی اشکال پیش نہیں آتا، بلکہ یہ خود سے سب مسلمانوں کو پہلے سے علم ہے کہ موجودہ حالت لاک ڈاؤن کی وجہ سے اصلی ودائمی اور معمول کے مطابق نہیں، بلکہ عارضی ہے۔

آئندہ کے لیے مفسدہ لازم آنے کے شبہ کا ازالہ

جہاں تک اس شبہ کا تعلق ہے کہ آئندہ اگر اس طرح مساجد کے علاوہ جمعہ کی اجازت دے دی گئی، تو پھر لوگ کہیں گے کہ اچھا آج ہمارے پاس ذرا مصروفیت ہے، تو بجائے اس کے کہ ہم مسجد میں جا کر جمعہ پڑھیں، تو ہم اپنے گھر میں کر لیتے ہیں، تو اس قسم کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے۔

یہ شبہ بھی زیادہ اہمیت کا حامل معلوم نہ ہوا، کیونکہ اولاً تو یہ بات سب کو معلوم ہے کہ موجودہ حکم ایک مخصوص حالت کی وجہ سے ہے، جس کے لئے لوگوں کو روزمرہ فرض نمازوں کے لئے بھی گھروں میں نماز پڑھنے اور زیادہ بڑے جماع منعقد نہ کرنے کی تجویز اہل علم حضرات دے چکے ہیں، جس کے نتیجے میں لوگ اپنے اپنے گھروں میں جماعت کے ساتھ اور بغیر جماعت کے دن رات میں پانچ نمازیں ادا کر رہے ہیں، تو یہ شبہ تو یہاں بھی عائد ہوتا ہے کہ آئندہ اگر اس طرح مساجد کے علاوہ فرض نماز کی اجازت دے دی گئی، تو پھر لوگ کہیں گے کہ اچھا آج ہمارے پاس ذرا مصروفیت ہے، تو بجائے اس کے کہ ہم مسجد میں جا کر فرض نماز پڑھیں، تو ہم اپنے گھر میں کر لیتے ہیں، تو اس قسم کا دروازہ کھلنے کا یہاں بھی اندیشہ ہے۔

تو کیا اس اندیشے کی وجہ سے لوگوں کو گھروں میں نماز پڑھنے، یا جماعت کرنے سے بھی منع کیا جائے گا؟

پس جب فقہی لحاظ سے کسی شخص پر جمعہ واجب ہو، یا اس کا جمعہ درست ہو رہا ہو، تو اس قسم کے شبہ کی وجہ سے فقہ کے اس بنیادی حکم کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا، بلکہ ایسی صورت میں لوگوں کو حکم شرعی کی بجا آوری کی تلقین کرتے ہوئے ”الضرورة یتقدر بقدر الضرورة“ جیسے قواعد سے آگاہ کیا جانا چاہیے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے جوازِ تعددِ جمعہ اور اس کے مفتی یہ ہونے کا مسئلہ بیان کرتے وقت بھی، اس کی کوئی حد بندی نہیں فرمائی، جس کی رو سے اگر شہر میں چار، چار عاقل، بالغ، مرد، افراد جگہ جگہ جمعہ قائم کریں گے، خواہ وہ جمعہ قائم کرنے کے متعدد مقامات سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں کیوں نہ ہوں، اصولی طور پر ان کو درست قرار دیا جائے گا، وہ الگ بات ہے کہ عام حالات میں اس طرزِ عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی، لیکن مجبوری و معذوری کے حالات میں اصولی طور پر، ان کے غیر درست ہونے کا حکم لگانا بھی، درست نہ ہوگا۔

بلکہ فقہائے حنفیہ کی تصریحات و جزئیات اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ شہر کے زیادہ سے زیادہ لوگ جمعہ قائم کر کے شعرا اسلام و شان اسلام کا مظاہرہ کریں، اسی مقصد کے لئے فقہائے کرام نے معذورین کے لئے جماعتِ ظہر کو مکروہ قرار دیا، لیکن قیامِ جمعہ کو معذورین کے حق میں بھی مکروہ قرار نہیں دیا۔

فقہائے کرام نے جب بھی معذورین کے لئے جماعت کو مکروہ قرار دیا، تو جماعتِ ظہر کو ہی مکروہ قرار دیا، اس کا تقاضا یہ ہوا کہ غیر معذور تو کسی طرح سے جمعہ کو ترک نہ کریں، اور معذورین بھی کوئی ایسا عمل نہ کریں، جو غیر معذورین کے جمعہ میں عدم شرکت اور جمعہ کے عدم قیام کا باعث بنے، اور نہ ہی جماعتِ ظہر قائم کر کے جمعہ سے صوری معارضہ کریں، پس فقہائے کرام کا اصل مقصود تو قیامِ جمعہ کی کثرت کو بڑھانا تھا، خواہ ایک جگہ جمعہ قائم کر کے، یہ

مقصد حاصل ہو، یا زیادہ مقامات پر جمعہ قائم کر کے یہ مقصود حاصل ہو، اسی مقصد کے لئے تعدد جمعہ کی غیر مشروط اجازت دی گئی۔

لیکن افسوس کہ ایک غیر اہم حکمت یا فضیلت کو ملحوظ رکھ کر، اس سے بڑی حکمت و مصلحت، بلکہ جمعہ کی علت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے، اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جمعہ کے قیام کی دعوت دینے کے مقابلے میں، ظہر کو قائم کرنے اور اس کو بھی باجماعت قائم کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے، کیا جمعہ کے ساتھ صوری معارضہ اور قیام جمعہ کی حوصلہ شکنی کی اس سے زیادہ بھی اور کوئی گنجائش باقی رہ گئی ہے؟

”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ کا حوالہ

چنانچہ ”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ میں ہے کہ:

امصار و قصبات میں جمعہ ادا ہونے کے لیے، مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے، علاوہ مساجد کے دوسرے مکانات اور کارخانوں میں اور میدانوں میں بھی جمعہ صحیح ہے۔
كما في الدر المختار: وتؤدى في مصر واحد، بمواضع كثيرة،
مطلقا على المذهب، وعليه الفتوى.

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج ۵ ص ۷۳، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة الجمعة، مطبوعہ:

دارالاشاعت، کراچی، تاریخ طبع: ستمبر 2002ء)

ملاحظہ فرمائیے کہ جمعہ کے لیے نہ تو مسجد شرط ہے، اور نہ ہی اس کے لیے مکانات اور کارخانے حائل ہیں۔

تعدد جمعہ کی روایت اور فتوے نے جس طرح جا بجا، نماز جمعہ قائم کرنے کی گنجائش پیدا کی، اسی طرح اذن عام کی شرط کو بھی غیر مؤثر قرار دے دیا، جیسا کہ بصراحت علامہ شامی غیرہ کے حوالے سے گزرا۔

”فتاویٰ محمودیہ“ کا حوالہ

”فتاویٰ محمودیہ“ میں ہے کہ:

جس بستی میں شرائط جمعہ موجود ہوں، وہاں ایک سے زائد جگہ جمعہ، درست ہے، اور اس سے فریضہ ادا ہوا جاتا ہے، حتیٰ کہ بلا حاجت کے بھی اگر متعدد جگہ جمعہ پڑھا جائے، تب بھی۔

وتؤدی فی مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقا علی المذهب، وعلیہ الفتوی، شرح المجمع للعینی، وامامة فتح القدير، دفعا للخرج..... اه، در مختار.

(قولہ: مطلقا) ای سواء كان المصر كبيرا او لا، الخ.

والله سبحانه وتعالى اعلم.

(فتاویٰ محمودیہ، ج ۸ ص ۱۸۱، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، مطبوعہ: ادارہ الفاروق، کراچی، سن طباعت

بارسوم: 2009ء)

ملاحظہ فرمائیے کہ کتنی صراحت اور وضاحت کے ساتھ شرائط جمعہ ہونے والی بستی میں ایک سے زائد جگہ جمعہ کو درست کہا گیا ہے، اور ہمارے زیر بحث وہی بستیاں ہیں، جہاں شرائط جمعہ موجود ہوں، اور جب بلا حاجت بھی متعدد جگہ جمعہ کو صحیح اور درست قرار دیا جا رہا ہے، تو اب جو موجودہ حالات و عوارض اور قانونی رکاوٹوں میں بشرائط صحیح جمعہ و شرائط و وجوب جمعہ، متعدد جگہوں پر جمعہ کو جائز قرار دیا جا رہا ہے، اور تعدد جمعہ کی جو معاشرتی و قانونی ضرورت ہے، وہ اہل علم تو کیا عوام پر بھی مخفی نہیں، اس میں اہل علم و اصحاب افتاء کو کیا، اور کون سی رکاوٹ محسوس ہو رہی ہے، اگر تعدد مقامات میں غیر معمولی اضافہ، رکاوٹ محسوس ہو رہی ہو، تو اس کی کوئی قید و حد ہمیں فقہاء سے دکھلا دیں، اور شہر میں موجود کم از کم چار، عاقل، بالغ، مرد

افراد میں کوئی شرط مفقود ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہو، تو اس کا حوالہ پیش فرمادیں۔
لیکن اللہ کے واسطے، ادھر ادھر کی باتیں کرنے سے گریز فرمائیں، اصولی فقہ، قواعد فقہ، جزئیات فقہ کے دائرے میں رہتے ہوئے گفتگو فرمائیں، اور ساتھ ہی وجوب جمعہ اور صحت جمعہ کی شرائط موجود ہوتے ہوئے، عدم وجوب جمعہ اور عدم صحت جمعہ کا حکم لگانے کے علاوہ، اس کے مقابلے میں وجوب ظہر اور عدم کراہت جماعت ظہر اور آخر میں استحباب جماعت ظہر کا ثبوت بھی پیش فرمادیں، تو نوازش ہوگی۔

فقہائے حنفیہ نے جابجا، تعدد جمعہ کے جواز کی تصریح کرتے ہوئے، تعدد جمعہ کے لئے حلقہ کبیر وغیرہ کی کسی مخصوص صورت کو شرط قرار نہیں دیا، اور کسی چیز کا استحباب، اس کے نہ ہونے کی صورت میں، جواز یا صحت، بلکہ وجوب کی بھی نفی کو مستلزم نہیں ہوا کرتا، خود مستحب یا استحباب کے الفاظ اس کا پتہ اور خبر دیتے ہیں۔

پس کسی مستحب یا مسنون عمل کے فوت ہو جانے کی وجہ سے، بالخصوص جبکہ وہ عذر کی وجہ سے ہو، اصل عمل کی نفی کر دینا، کہاں کا اصول ہے۔

فقہائے کرام نے تو عذر کی صورت میں ترک سنت اور ارتکاب مکروہ کو بھی گوارا کر لیا ہے۔
جیسا کہ عام حالات میں جماعت سے نماز پڑھتے وقت، مقتدیوں کا صفوں میں ایک دوسرے کے ساتھ اتصال سنت ہے، اور اس کی خلاف ورزی مکروہ ہے، لیکن عذر کی وجہ سے وہ کراہت باقی نہیں رہتی۔

موجودہ وباء کے حالات میں اکثر علماء اس کے جواز پر تقریباً متفق ہیں، بلکہ اس کے پر زور داعی بھی ہیں، اور تا حال کسی کی طرف سے کوئی قابل ذکر اشکال سامنے نہیں آیا، نہ ہی یہ کہا گیا کہ آئندہ کے لیے لوگ اس پر جری ہو جائیں گے، اور پھر اس میں کوتاہی کا مظاہرہ کریں گے، یا یہ کہ یہ طریقہ امت کے توارث و تعامل کے خلاف ہے، وغیرہ، وغیرہ۔ ۱

۱۔ الأصل فی صلاة الجماعة أن يكون المأمومون صفوفًا مترابطة كما سبق بيانه -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تو کیا صرف لے دے کر ایک جمعہ کا مسئلہ ہی باقی رہ گیا ہے، جس پر طرح طرح کے شکوک و شبہات کا اظہار کیا جا رہا ہے، اور اس کے فرض قطعی اور انتہائی مہتمم بالشان اور اسلام کا شعار وغیرہ ہونے کی تمام جہات کو نظر انداز کیا جا رہا ہے، جس کی کوئی معقول مستند فقہی بنیاد بھی موجود نہیں، صرف چند متوہم یا غیر اہم امور ہیں۔

پس ہماری نظر میں بحالت موجودہ، جبکہ تعدد جمعہ مفتی بہ ہے، اور اذنِ حاکم وغیرہ کی شرط بھی موجود ہے، اور ہمارے یہاں کسی بھی شہر کی مسجد میں جمعہ شروع کرنے کے لیے کسی وزیر اعظم یا حکومت کے اہل کار سے باضابطہ اجازت نامہ نہیں لیا جاتا، نہ ہی ان کی صدارت میں افتتاح جمعہ کی ضرورت سمجھی جاتی، بلکہ بحالت موجودہ، تو حکم حاکم، چھوٹے چھوٹے اجتماعات ہی منعقد کرنے کا ہے، ایسے حالات میں ہمارے نزدیک گھروں کے اندر دروازے کھولے بغیر بھی چار چار عاقل، بالغ، مرد افراد کو خطبہ دے کر جمعہ پڑھنا جائز ہے، اور دروازہ کھولنا اور بے پردگی، یا حفاظی انتظامات میں خلل اندازی، یا مجمع بڑھانے کا راستہ کھولنے کو ضروری قرار دینا، زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، کوئی پھر بھی احتیاط وغیرہ کے عنوان سے ان چیزوں کا تکلف و اہتمام کرے، اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالے، تو ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ولذلك يكره أن يصلي واحد منفردا خلف الصفوف دون عذر، وصلاته صحيحة مع الكراهة، وتنتفي الكراهة بوجود العذر على ما سيأتي بيانه.
وهذا عند جمهور الفقهاء: - الحنفية والمالكية والشافعية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۱۸۳، مادة "صلاة الجمعة")
۱ (وتؤدى في مصر في مواضع) أى يصح أداء الجمعة في مصر واحد بمواضع كثيرة، وهو قول أبى حنيفة ومحمد، وهو الأصح؛ لأن في الاجتماع في موضع واحد في مدينة كبيرة حرجا بينا، وهو مدفوع كذا ذكر الشارح وذكر الإمام السرخسى أن الصحيح من مذهب أبى حنيفة جواز إقامتها في مصر واحد في مسجدين وأكثر وبه نأخذ لإطلاق: لا الجمعة إلا في مصر شرط المصر فقط، وفي فتح القدير الأصح الجواز مطلقا خصوصا إذا كان مصرا كبيرا كمصر فإن في إلزام اتحاد الموضع حرجا بينا لاستدعائه تطويل المسافة على الأكثر وذكر في باب الإمامة أن الفتوى على جواز

﴿ بقیہ حاشیہ گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اور ہماری نظر میں کوئی مسلمان بھی گھر اور چھوٹے مجمع میں جمعہ پڑھنے کو عام حالات میں گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔

پھر اگر مجبوری والے حالات میں لوگوں کو محدود اجتماعات کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، تو ایسی صورت میں اکثر مسلمانوں کا جو جمعہ کے ساتھ شوق اور ذوق پایا جاتا ہے، اس کے نتیجے میں وہ جمعہ کے دن روزمرہ کی طرح ظہر پڑھنے کے لئے آمادہ نہ ہوں گے، بعض تو اس دن کا فرض ہی چھوڑ بیٹھیں گے، کیونکہ نماز ظہر کی لوگوں کے دلوں میں نماز جمعہ جیسی اہمیت نہیں، اور شریعت نے بھی اس فرق کو ملحوظ رکھا ہے، جبکہ گھروں میں نماز جمعہ کو غیر درست قرار دینے کی صورت میں، بہت سے لوگ ظہر کے بجائے مساجد میں جمعہ کی نماز میں شرکت کا اہتمام کریں گے، جس سے پھر وہی تشویر جماعت اور ہجوم کا عارضہ پیش آئے گا، جس سے لوگوں کو منع کیا جا رہا ہے۔

اور اس کے نتیجے میں آج ملک بھر میں ایسے واقعات پیش آرہے ہیں کہ بہت سے لوگ، جمعہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

التعدد مطلقا وبما ذكرناه اندفع ما في البدائع من أن ظاهر الرواية جوازها في موضعين، ولا يجوز في أكثر من ذلك، وعليه الاعتماد اه فإن المذهب الجواز مطلقا (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲، ص ۱۵۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة) (وتؤدى في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقا على المذهب وعليه الفتوى شرح المجموع للعيني وإمامة فتح القدير دفعا للحرج (الدر المختار) (قوله على المذهب) فقد ذكر الإمام السرخسي أن الصحيح من مذهب أبي حنيفة جواز إقامتها في مصر واحد في مسجدين وأكثر به نأخذ لإطلاق لا جمعة إلا في مصر شرط المصر فقط، وبما ذكرناه اندفع ما في البدائع من أن ظاهر الرواية جوازها في موضعين لا في أكثر وعليه الاعتماد اه فإن المذهب الجواز مطلقا بحر (قوله دفعا للحرج) لأن في إلزام اتحاد الموضوع حرجا بينا لاستدعائه تطويل المسافة على أكثر الحاضرين ولم يوجد دليل عدم جواز التعدد بل قضية الضرورة عدم اشتراطه لا سيما إذا كان مصرا كبيرا كمصرنا كما قاله الكمال ط (قوله وعلى المرجوح) هو ما مر عن البدائع من عدم الجواز في أكثر من موضعين (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۱۳۵، باب الجمعة)

کی نماز کے شوق میں مساجد میں آتے ہیں، جہاں سے انہیں منع کیا جاتا ہے، اور اس کی وجہ سے مسجد کی انتظامیہ، یا حکومت کے کارندوں سے نزاع اور جھگڑے، بلکہ مار دھاڑ کی نوبت آتی ہے، اور پھر مختلف قسم کے مقدمات قائم ہوتے ہیں، یا پھر عوام کے لیے ایک لمبے عرصے تک جمعہ کی برکات اور اس شعارِ اسلام سے محرومی مقدر بن جاتی ہے۔

جبکہ حنفیہ کی بیان کردہ شرائط کے مطابق، ان کو اپنے مقام پر رہتے ہوئے نماز جمعہ کو درست قرار دینے کی صورت میں اس قسم کے مفاسد سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے۔

اور جواز کی صورت میں شہر کے بہت سے لوگ نماز جمعہ قائم کر کے جمعہ کی برکات سے مستفید ہو جاتے ہیں، جمعہ کی فرضیت سے سبکدوش ہو جاتے ہیں، اس دن کا فرض ادا کر لیتے ہیں، اور بہت بڑا طبقہ شعارِ اسلام اور شانِ اسلام کے اظہار میں شرکت کر لیتا ہے، اور لوگوں کو یہ مسئلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر واقعاً کسی دوسرے وقت عذر سے جمعہ رہ جائے، تو اس کی تلافی و ادائیگی کی ایک ادنیٰ صورت یہ بھی ہے، نیز اس طرزِ عمل سے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو جمعہ قائم کر کے خطبہ و نماز جمعہ کے ادا کرنے کے مسائل سے واقفیت ہوگی، جو دوسرے اوقاتِ ضرورت میں کام آئے گی۔

جمعہ کا قیام بذاتِ خود اسلام کا شعار ہے، اس کو اپنی متعلقہ شرائط کے ساتھ قائم کرنے میں ہی اسلام کی شان و شوکت کا اظہار ہے۔

اور ابتدائے اسلام میں شہروں کے اندر عموماً ایک جگہ ہی جمعہ ہوتا تھا، اس وقت بھی قیامِ جمعہ کے ذریعہ اسلام کی شان و شوکت کا اظہار ہوتا تھا، بلکہ بعض حضرات کی طرف سے اس ”شعار“ کو اہمیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا تھا، اور اس وقت حکومتِ وقت کی طرف سے بعض مصالح کی بناء پر خود سے لوگوں کو قیامِ جمعہ کی اجازت نہیں تھی۔

لیکن جب شہر بڑے ہو گئے، تو ایک سے زیادہ مقامات پر بھی جمعہ کی نمازیں ہونے لگیں، جس کے جواز کی حنفیہ کے یہاں پہلے ہی روایت موجود تھی، اس لیے تعددِ جمعہ کے جواز کے برخلاف قول کو غیر مختار اور مرجوح قرار دیا جانے لگا، اور تعددِ جمعہ کی روایت پر فتویٰ دیا جانے

لگا، اور آج دنیا بھر کے اکثر شہروں میں اسی کے مطابق عمل جاری ہے۔

ایسی صورت میں تعددِ جمعہ کی صورت میں بھی جمعہ کی نماز کا قیام اس شعار اور اسلام کی شان و شوکت کے اظہار کا ذریعہ سمجھا گیا، اور اس پر نکیر نہیں کی گئی۔

اور آج عام حالات میں بڑے بڑے شہروں کے تقریباً ہر محلے میں کئی کئی جگہ جمعہ کی نمازیں قائم ہوتی ہیں، ان کے ذریعہ سے بھی ہر محلہ اور علاقہ میں اسلام کے شعار اور شان و شوکت کا اظہار ہوتا ہے۔

یہ کبھی نہ کہا گیا کہ اس طرزِ عمل سے اسلام کی شان و شوکت میں فرق واقع ہوتا ہے، بلکہ ایک حیثیت سے یہ طرزِ عمل اسلامی شعار اور شان و شوکت کے اظہار میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ غرضیکہ جمعہ کی نماز کو جس طرح بڑے اجتماع کے ذریعہ سے قائم کرنا، اسلامی شعار اور اسلامی شان و شوکت کا اظہار ہے، اسی طرح ہر علاقہ میں اپنی شرائط کے ساتھ قائم کرنا بھی شعار اور اسلامی شان و شوکت کا اظہار ہے، جس پر دنیا بھر میں مسلمانوں کا عمل ہے۔

لیکن موجودہ صورتِ حال میں مخصوص عارضے اور مزید براں حکومتی پابندی کی وجہ سے مسلمانوں کو جمعہ کے دن شہر میں بڑے بڑے اجتماع منعقد کرنے پر پابندی ہے۔

ایسی صورت میں اس اسلامی شعار اور مسلمانوں کی شان و شوکت کا اظہار، اپنی متعلقہ شرائط کے پائے جانے پر، جگہ جگہ جمعہ قائم کرنے کی صورت میں ہی ملحوظ رہ سکتا ہے، اور ایسی صورت میں شہر کے اکثر لوگوں کو اس سے منع کرنا، دراصل اس اسلامی شعار اور مسلمانوں کی شان و شوکت کے اظہار کو کم کرنے کا باعث کہلائے جانے کا مستحق ہوگا۔

جبکہ بعض اہل علم حضرات کی طرف سے اس کے برعکس یہ سمجھا جا رہا ہے کہ مذکورہ صورت میں جمعوں کا قیام اسلامی شعار اور مسلمانوں کی شان و شوکت کو کم کرنے کا باعث ہے، اور اس کے بجائے اس اسلامی شعار کو ترک کر کے روزمرہ کی طرح نمازِ ظہر کو قائم کرنا، گویا کہ اسلامی شعار اور مسلمانوں کی شان و شوکت کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

جس سے کسی صورت اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں، اور جن لوگوں میں جمعہ صحیح اور واجب ہونے کی شرائط پائی جاتی ہیں، وہاں اُن لوگوں کے لئے فقہائے کرام نے جمعہ قائم کرنے میں ہی اسلامی شعرا اور مسلمانوں کی شان و شوکت کے اظہار کو مؤثر سمجھا، اور اس کے مقابلہ میں ظہر کی نماز اور ظہر کی جماعت کو اسلامی شعرا کے خلاف سمجھا، اور اس کی ہر طرح سے حوصلہ شکنی فرمائی۔

جبکہ بعض اہل علم حضرات اس اسلامی شعرا کی حوصلہ شکنی اور اس کے مقابلہ میں نمازِ ظہر اور اس کی جماعت کی حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں۔

مذکورہ تفصیل کا خلاصہ اور اقوالِ فقہاء پر ایک نظر

اس تمام تر تفصیل کے بعد ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ موجودہ حالات میں، جہاں حاکم وقت کی طرف سے نمازِ جمعہ قائم کرنے کی ممانعت نہ ہو، وہاں جمعہ کے دن شہر میں موجود، جن لوگوں میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ واجب اور صحیح ہونے کی شرائط پائی جائیں، مثلاً وہ کم از کم چار عاقل، بالغ مرد افراد ہوں، تو ان کا اپنے گھروں میں جمعہ کی نماز ادا کرنا، فی نفسہ درست ہے، اس کو غیر درست قرار دینا راجح نہیں۔

البتہ جن لوگوں میں جمعہ صحیح ہونے کی شرائط نہ پائی جائیں، اور وہ جمعہ کے دن شہر میں موجود ہوں، ان کے لیے حنفیہ کے نزدیک، اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے، ظہر کی نماز کی گنجائش موجود ہے، لیکن اس کو بھی باجماعت ادا کرنا افضل نہیں، بلکہ مکروہ ہے، بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی، اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی، اور اس کو مکروہ تنزیہی قرار دینے کا قول بھی بے بنیاد نہیں۔

اور اگر کسی حنفی کی طرف سے شہر میں موجود ایسے لوگوں کو جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے سے منع کیا جائے، جن میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، اور ان کو انفرادی طور پر ظہر

کی نماز پڑھنے کا حکم صادر کیا جائے، تو وہی حنفیہ کی تصریحات کے مطابق درست ہے، ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک کسی کراہت کا ارتکاب لازم نہیں آتا، بلکہ کراہت سے بچنا پایا جاتا ہے۔

البتہ غیر حنفیہ کے نزدیک معذور لوگوں کو جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا مکروہ نہیں، بلکہ افضل ہے۔

اگر کسی مصلحت سے موجودہ حالات میں غیر حنفیہ کے قول کو ترجیح دی جائے، اور مساجد میں، جمعہ کے محدود اجتماعات کے، علاوہ، عام لوگوں کو اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے، جمعہ کے بجائے، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کو افضل قرار دیا جائے، تو اہل علم حضرات اس کی بھی گنجائش پر غور فرما سکتے ہیں۔

موجودہ حالات میں چونکہ حکومتِ وقت کی طرف سے مساجد وغیرہ میں، چار پانچ افراد سے زیادہ کا اجتماع منع ہے، اس لیے مساجد میں تو اتنے افراد کی موجودگی میں حنفیہ کے مطابق، جمعہ کی نماز کو جائز اور درست قرار دیا جائے۔ ۱

۱۔ الجماعة شرط، لما رواه أبو داود: الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة .. وانعقد الإجماع على ذلك. وأقل الجماعة عند أبي حنيفة ومحمد في الأصح: ثلاثة رجال سوى الإمام، ولو كانوا مسافرين أو مرضى؛ لأن أقل الجمع الصحيح إنما هو الثلاث، والجماعة شرط مستقل في الجمعة، لقوله تعالى: (فاسعوا إلى ذكر الله) والجمعة مشتقة من الجماعة، ولا بد لهم من مذكر وهو الخطيب. فإن تركوا الإمام أو نفروا بعد التحريمة قبل السجود، فسدت الجمعة، وصليت الظهر. وإن عادوا وأدركوا الإمام راکعاً، أو بقي ثلاثة رجال يصلون مع الإمام. أو نفروا بعد الخطبة وصلى الإمام الآخرين، صحت الجمعة، فوجود الجماعة: شرط انعقاد الأداء، لا شرط دوام وبقاء إلى آخر الصلاة، ولا يتحقق الأداء إلا بوجود تمام الأركان وهي القيام والقراءة والركوع والسجود، فلو نفروا بعد التحريمة قبل السجود فسدت الجمعة، ويستقبل (يستأنف) لظہر، كما بينا (الفقه الاسلامي وادلته للزحيلي، ج ۲ ص ۲۹۵ و ۲۹۶، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب الخامس)

(قوله وأقلها ثلاثة رجال) أطلق فيهم فشمّل العبيد والمسافرين والمرضى والأمين

﴿بقیہ حاشیہ گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مالکیہ کے نزدیک چونکہ جمعہ کے لیے مسجد اور کم از کم بارہ افراد کا ہونا شرط ہے، جبکہ حنابلہ و شافعیہ کے نزدیک کم از کم چالیس افراد کا ہونا شرط ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والخرسی لصلاحیتهم للإمامة في الجمعة، إما لكل أحد أو لمن هو مثلهم في الأُمى والأخرس فصلحاً أن يقتديا بمن فوقهما، واحترز بالرجال عن النساء والصبيان فإن الجمعة لا تصح بهم وخدمهم لعدم صلاحيتهم للإمامة فيها بحال بحر عن المحيط (قوله ولو غير الثلاثة الذين حضروا الخطبة) أي على رواية اشترط حضور ثلاثة في الخطبة أما على رواية عدم الاشتراط أصلاً أو أنه يكفي حضور واحد فأظهر (قوله سوى الإمام) هذا عند أبي حنيفة ورجح الشارحون دليله واختاره المحبوبي والنسفي كذا في تصحيح الشيخ قاسم (رد المحتار، ج ۲، ص ۱۵۱، باب الجمعة)

۱. واشترط الشافعية والحنابلة أن لا يقل المجمعون عن أربعين رجلاً تجب في حقهم الجمعة. قال صاحب المغنى: أما الأربعةون فالمشهور في المذهب أنه شرط لوجوب الجمعة وصحتها. ويشترط حضورهم الخطبتين. وقال المالكية: يشترط حضور اثني عشر من أهل الجمعة.

ثانيها: يجب حضور ما لا يقل عن هذا العدد من أول الخطبة. قال في البدائع: لو نفرنا قبل أن يخطب الإمام فخطب وحده، ثم حضروا فصلى بهم الجمعة لا يجوز؛ لأن الجماعة كما هي شرط انعقاد الجمعة حال الشروع في الصلاة، فهي شرط حال سماع الخطبة؛ لأن الخطبة بمنزلة شفع من الصلاة، قالت عائشة -رضي الله عنها:- إنما قصرت الجمعة لأجل الخطبة، وجاء مثله عن عمر وعطاء وطاوس ومجاهد فتشترط الجماعة حال سماع الخطبة، كما المقتدى صحيحة على أنها جمعة إذا أدرك جزءاً منها مع الإمام، وإن قل. قال في المبسوط: ومن أدرك الإمام في التشهد في الجمعة أو في سجدة السهو فافتدى به فقد أدركها ويصليها ركعتين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۲۰۲، ۲۰۳، مادة "صلاة الجمعة")

اشترط المالكية هذين الشرطين وهما: أن تصلى بإمام مقيم، فلا تصح أفراداً، وأن يكون مقيماً غير مسافر، ولو لم يكن متوطناً، وأن يكون هو الخطيب إلا لعذر يبيح الاستخلاف كرعاف ونقض وضوء، وأن يكون حراً فلا تصح إمامة العبد. ولا يشترط أن يكون الإمام والياً، خلافاً للحنفية.

وأن تكون الصلاة بجماع يجمع فيه على الدوام، فلا تصح في البيوت ولا في رحبة دار، ولا في خان، ولا في ساحة من الأرض، وفي الجملة: لا تصح المواضع المحجورة كالدير والحوانيت.

وللجماع شروط أربعة: أن يكون مبنياً، وأن يكون بناؤه بحسب العادة والعرف فيجوز

اور بارہ، یا چالیس افراد کے اجتماع پر چونکہ اس وقت حکومتِ وقت کی طرف سے پابندی ہے، اس لیے موجودہ حالات میں یہ کہنے کی گنجائش پر اہل علم حضرات غور فرما سکتے ہیں کہ چار، پانچ افراد کے اجتماع سے ان فقہائے کرام کے نزدیک، جمعہ منعقد نہیں ہوتا، اس لیے ان فقہائے کرام کے قول کے مطابق، اُن کو جمعہ سے معذور سمجھ کر ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کو نہ صرف یہ کہ جائز کہا جائے گا، بلکہ مستحب قرار دیا جائے۔

لیکن اس موقع پر اس چیز کی وضاحت کرنا، پھر بھی ضروری ہوگا کہ موجودہ حالات میں بعض مصالِح کی بناء پر غیر حنفیہ کے قول کو ترجیح دی گئی ہے۔

تاکہ فقہائے کرام کے اقوال میں التباس و اختلاط لازم نہ آئے، اور یہ پھر دوسرے مواقع پر، دیگر مفسد کا ذریعہ نہ بنے۔

لیکن چونکہ ملک کا بیشتر طبقہ فقہ حنفی پر عمل پیرا، اور اس سے مانوس ہے، اس لیے اس طرزِ عمل کے بجائے، ایک ہمہ جہتی مسئلہ میں حنفیہ کے طریقہ کو اختیار کرنا، شاید زیادہ مناسب ہو۔

اور اس پر پھر بھی کلام کی گنجائش رہتی ہے کہ عند الحنفیہ جن افراد پر جمعہ واجب ہے، اور شرائط موجود ہیں، ان سے جمعہ کو کیسے ساقط کیا جاسکتا ہے، اور ان کو کیسے معذور قرار دیا جاسکتا ہے؟

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بالقصب ونحوہ، وأن يكون متحداً، ومتصلاً بالبلد، فالجمعة لا تكون إلا متحدة في البلد، وإذا تعددت الجموع، فالذي تصح الجمعة فيه هو الجامع العتيق الأقدم؛ دون غيره، والمراد بالعتيق: ما أقيمت فيه الجمعة ابتداءً، ولو تأخر بناؤه عن غيره. ولا يشترط كون الجامع مسقفاً على الراجح، ولا قصد تأييد إقامة الجمعة فيه، ولا قصد إقامة الصلوات الخمس فيه.

وتصح الجمعة في رحاب المسجد: وهي ما زيد خارج محيطه لتوسعته، وتصح في طرق المسجد المتصلة به من غير فصل بيوت أو حوانيت أو أشياء محجورة، سواء ضاق المسجد أو اتصلت الصفوف أم لا، وتكره في الرحاب والطرق من غير ضرورة. ولا تجوز الجمعة على سطح المسجد، ولو ضاق بالناس، ولا في الأماكن المحجورة كالمدور والحوانيت (الفقه الاسلامي وادلتة للزحيلي، ج ٢ ص ٢٩٨، ٢٩٩، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب الخامس)

البتہ اگر کسی جگہ موجود آٹھ، دس، بالغ افراد نے جمعہ نہیں پڑھا، اور ظہر پڑھ لی، تو ان کو امام مالک کے قول کے مطابق، معذور قرار دیا جاسکتا ہے۔

بلکہ اگر چالیس سے کم افراد بھی موجود ہوں، اور اس سے زیادہ کا اجتماع ممکن نہ ہو، تو موجودہ حالات و قانون کے تناظر میں، وہ حنا بلکہ و شافعیہ کے نزدیک معذور قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

اور اگر اب تک کسی نے ایسا کیا، تو ان فقہائے مجتہدین کے اقوال کے پیش نظر ان کو معذور قرار دے کر جوازِ ظہر کی گنجائش دی جاسکتی ہے، بلکہ حنفیہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ، چونکہ

ظہر ادا ہو جاتی ہے، اس لیے جنہوں نے لاعلمی یا کسی مفتی کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے ظہر بغیر جماعت کے، یا جماعت کے ساتھ پڑھ لی، تو اس کو بھی درست قرار دینے کی گنجائش

ہوسکتی ہے، اسی لیے ہم نے اپنے سابق مختصر مضمون کے آخر میں تحریر کیا تھا کہ مذکورہ تفصیل جو ذکر کی گئی، وہ ہمارے رجحان کے مطابق ہے، لیکن چونکہ مذکورہ صورت میں بعض اہل علم

حضرات کا رجحان، جمعہ کی نماز کے بجائے، روزمرہ کی طرح ظہر کی نماز پڑھنے کی طرف ہے، اور وہ اہل علم حضرات بھی اصحابِ افتاء ہیں، جن کے فتویٰ پر عوام کو عمل کر لینے کی اجازت ہے،

اور زیر بحث مسئلے کا مجتہد فیہا ہونا بھی واضح ہے۔

اس لیے اگر کوئی موجودہ حالات میں اُن اہل علم حضرات کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے، روزمرہ کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز پڑھ چکا ہے، تو اس کے ذمہ سے بھی فریضہ ادا ہو چکا۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

استنباط سے جو حکم فقہاء نکالیں گے، اس کے بارے میں قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا

کہ اللہ کے نزدیک قطعی طور پر یہی حق ہے، بلکہ اس حکم کے خطا ہونے کا بھی

احتمال باقی رہتا ہے، ہاں اس کے صحیح ہونے کا ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے، جو

عمل کے لیے کافی ہے (معارف القرآن، ج ۲، ص ۴۹۴، سورہ نساء، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی،

مسئلہ ”احتیاط الظہر“

جہاں تک اس صورت میں، جبکہ مختلف مقامات پر جگہ جگہ چار، یا کچھ زیادہ افراد، جمعہ کی نماز ادا کریں، ہماری طرف سے ”احتیاط الظہر“ کی دی گئی تجویز کا تعلق ہے، تو وہ خروج عن الاختلاف کے اصول کی بناء پر زیادہ سے زیادہ ایک مستحب درجے کا عمل ہے، جو ہمارے نزدیک بھی ضروری نہیں، اور اگر اردو فتاویٰ اور بعض فقہی کتب میں مذکور مفسدہ کی وجہ سے، کوئی اس کا انکار کرتا ہے، تو ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں، لیکن ہم نے جس اصول کی بناء پر اس کو مستحب قرار دیا ہے، وہ اصول فقہائے کرام کے نزدیک مسلمہ امر ہے، جس کی دلائل کے ساتھ تفصیل ہم نے اپنی بعض دوسری تالیفات میں ذکر کر دی ہے، اور اس کا استحباب خود حنفیہ کی کئی مستند فقہی کتب میں بھی مذکور ہے، اور جس مفسدہ کی وجہ سے، بعض اہل علم حضرات نے اس کا انکار کیا ہے، ہم اس عنوان سے نہ اس کو جائز سمجھتے، اور نہ ہی اس کی تبلیغ و تشہیر کرتے، بلکہ صرف یہ کہتے ہیں کہ جس مقام پر جمعہ کے جواز و عدم جواز کا فقہائے مجتہدین کے درمیان اختلاف ہو، مثلاً مخصوص افراد کا شرط ہونا، یا تعدد جمعہ وغیرہ، وہاں خروج عن الاختلاف کے اصول کی بناء پر، یہی نفسہ مستحب ہے۔

حنفیہ کے نزدیک چونکہ جمعہ کے دن شہر میں باجماعت ظہر کی نماز تو ویسے ہی مکروہ ہے، ایک قول کے مطابق تحریمی اور دوسرے قول کے مطابق تنزیہی اور چار عاقل، بالغ، غیر معذور مرد افراد پر اصولی اعتبار سے جمعہ واجب ہے۔

ایسی صورت میں جب جمعہ کی نماز پڑھیں گے، تو ایک طرف تو جمعہ کی ترک و عید سے اجتناب ہوگا، اور دوسری طرف احتیاط ملحوظ ہوگی، اگر بالفرض ظہر ہی واجب تھی، جو کہ تنہا بغیر جماعت کے تھی، وہ ادا ہو جائے گی۔

مزید براں اس خدشہ سے بھی حفاظت رہے گی کہ وہ آئندہ کے لئے گھروں میں نماز جمعہ کی عادت

نہ بنائیں، یہ طرز عمل، ان کے لئے گھر میں نماز جمعہ کو ایک گونہ ہلکا سمجھنے کا بھی باعث ہوگا۔ چنانچہ کئی محققین حنفیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ:

”اگر کسی جگہ جمعہ کے قیام میں تردد ہو جائے، یا بعض فقہاء کی بیان کردہ شرائط نہ پائی جائیں، تو جمعہ کے بعد چار رکعت ”احتیاط“ کے عنوان سے ادا کر لی جائیں، اور ان میں وقتی فریضہ کے احتیاط کی نیت کی جائے، تاکہ شک، وہم دور کر کے یقینی طور پر فریضہ کی ادائیگی ہو جائے، بصورت دیگر یہ چار رکعات نفل واقع ہو جائیں گی، ان کا نقصان و ضرر کسی صورت میں نہیں“۔ ۱

۱ اعلم ان صلاة الجمعة تغني عن ركعات الظهر، وأن إعادة صلاة الجمعة ظهرًا بعدها عند من قال بذلك إنما هي على سبيل الاستحباب لا على جهة الإيجاب، وليس لأحد أن يُنكر في ذلك على أحد، وليس معنا في ذلك ما وسع سلفنا الصالح من أدب الخلاف الذي كان منهجًا لهم في مسائلهم الخلافية، احتياطًا، وخروجًا من الخلاف. ولكن ليس الأمر إلزاميًا بل هو فقط مستحب. لأن جمهور العلماء اشتروا لصحة صلاة الجمعة شروطًا خاصًا، ومن هنا استحبوا صلاة الظهر بعد الجمعة احتياطًا للخروج من الخلاف. فمن أراد الاحتياط، وخروجًا من الخلاف فله أن يفعل ذلك. وليس لأحد أن يُنكر في ذلك على أحد، إلا في صورة المفسدة. محمد رضوان. ثم في كل موضع وقع الشك في كونه مصر أو أقيم أهل ذلك الموضع الجمعة بشرائطها، فينبغي لأهل ذلك الموضع أن يصلوا بعد الجمعة أربع ركعات وينوون بها الظهر احتياطًا، حتى أنه لو لم تقع الجمعة موقعها يخرجون عن عهدة فرض الوقت بأداء الظهر بيقين (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲، ص ۶۶، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة) وإذا اشبه على الإنسان ذلك ينبغي أن يصلي أربعًا بعد الجمعة ينوي بها آخر فرض أدركت وقته ولم أؤده بعد، فإن لم تصح الجمعة وقعت ظهره وإن صحت كانت نفلًا، وهل تنوب عن سنة الجمعة؟ قدما الكلام في باب شروط الصلاة فارجع إليه.

وكذا إذا تعددت الجمعة وشك في أن جمعته سابقة أو لا ينبغي أن يصلي ما قلنا (فتح القدير، لابن الهمام، ج ۲، ص ۵۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة) وإذا وقع الشك في صحة أداء الجمعة لفقد بعض الشرائط، ينبغي أن يصلي بعد الجمعة أربع ركعات احتياطًا، ولو بالحرمين الشريفين، وينوي ظهر يومه، أو آخر ظهر عليه. وهو أحسن - لأنه إن لم تجزى الجمعة فعليه الظهر، وإن أجزأت كانت الأربع عن ظهر عليه إن كان عليه، وإلا فيقع نفلًا (شرح النقاية، ج ۱، ص ۲۸۶، باب في صلاة الجمعة، فصل في شروط وجوب الجمعة) ثم كل موضع وقع الشك في جواز الجمعة بتفويت شرطها ينبغي أن يصلي أربع ركعات وينوي بها الظهر ليخرجوا عن فرض الوقت بيقين لو لم تقع الجمعة موقعها ﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اور بعض حضرات نے ان کو ادا کرنے میں احتیاط کی نفی کی ہے، لیکن اس سے بھی بعض حنفیہ نے اختلاف کیا ہے، اور ان کے پڑھنے میں ہی نہ پڑھنے کے مقابلے میں ”احتیاط“ ہونے کا حکم لگایا ہے، اور یہاں تک بھی فرمادیا کہ اگرچہ تعدد جمعہ کے جواز کا قول صحیح اور مثبتیہ ہو، تب بھی ان کو پڑھنے میں احتیاط کی نفی و ممانعت لازم نہیں آتی۔ ۱

البتہ کوئی ان چار رکعات ”احتیاط الظہر“ کو ضروری سمجھے، یا جمعہ کو درست نہ سمجھے، تو الگ بات ہے، لیکن جمعہ کو درست اور ان چار رکعات کو لازم نہ سمجھے بغیر، صرف مندوب و مستحب سمجھ کر پڑھے، تاکہ فقہائے کرام کے اختلاف کی رعایت ہو جائے، تو مستحب ہونے میں تردد کی گنجائش نہیں۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ کما فی الکافی (مجمع الأنهر، ج ۱، ص ۱۶۷، باب صلاة الجمعة) ثم فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعة لوقوع الشک فی المصر أو غیره وأقام أهله الجمعة ینبغی أن یصلوا بعد الجمعة أربع رکعات ینووا بها الظہر حتی لو لم تقع الجمعة موقعها ینخرج عن عہدة فرض الوقت بیقین، کذا فی الکافی، وھکذا فی المحیط ثم اختلفوا فی نیتھا قیل: ینوی آخر ظہر علیہ وهو الأحسن والأحوط أن یقول: نویت آخر ظہر أدرکت وقتہ ولم أصلہ بعد، کذا فی القنیة (الفتاویٰ الھندیة، ج ۱ ص ۱۴۵، کتاب الصلاة، الباب السادس عشر) قالوا فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعة ینبغی أن یصلی أربع رکعات بنية آخر ظہر أدرکت وقتہ ولم یسقط عنی بعد حتی إن صحت الجمعة وكان علیہ ظہر یسقط عنه وإلا فنفل، والأولی أن یصلی بعد الجمعة سنتھا ثم الأربع بهذه النية ثم رکعتین بنية سنة الوقت فإن صحت الجمعة یكون قد أدى سنتھا علی وجھها وإلا فقد صلی الظہر مع سنتہ (منیة المصلی وغنیة المبتدی، ص ۲۹۹)

۱۔ قولہ ”ولیس الاحتیاط فی فعلھا الخ“ قال البرهان الحلبي الفعل هو الاحتیاط لأن الخلاف فیہ قوی لأنها لم تكن تصلى فی زمن السلف إلا فی موضع واحد من المصر وكون الصحيح جواز التعدد للضرورة لا ینمع شرعية الاحتیاط اھـ (حاشیة الطحطاوی علی مواقی الفلاح شرح نور الإیضاح، ص ۵۰۶، باب الجمعة)

۲۔ أما البلاد فلا یشک فی الجواز وإلا تعاد الفریضة، بل یصلی الجمعة ثم سنتھا ثم رکعتین، وهذا هو الصحيح المختار، وعن الھندوانی قول الناس یصلی أربعاً بنية أقرب صلاة علی لیس له أصل فی الروایات، ولا شک فی جواز الجمعة فی البلاد والقنصات، انتهى. وأقول هذا إنما ینفی تحتم صلاة الأربع، أما نذیبا علی القول بجواز التعدد خروجاً عن الخلاف فلا ینبغی أن یتردد فیہ، وعلیہ یحمل ما فی (الفتح)، وكذا لو تعددت الجمعة وشک أن جمعتہ سابقہ أو لا ینبغی أن یصلی ما قلنا، یعنی: أربعاً بنية آخر فرض أدرکت وقتہ ولم أؤدہ بعد (النہر الفائق شرح کنز الدقائق، ج ۱، ص ۳۵۵، باب صلاة الجمعة)

اور علامہ ابن نجیم نے ”البحر الرائق“ میں فرمایا کہ:

”بعض جہلائے زمانہ نے جمعہ کے بعد چار رکعات کو اصل ظہر کی جگہ پڑھنا شروع کر دیا، اور یہ سمجھ لیا کہ اصل فریضہ ظہر کا ہے، نہ کہ جمعہ کا، حالانکہ تعدد جمعہ کے عدم جواز کی روایت مختار نہیں ہے، لہذا اس کے مطابق عمل بھی مختار نہ ہوگا۔“

انتہی۔ ل

لیکن بعض دوسرے حضرات کی طرح علامہ ابن عابدین شامی نے ”منحة الخالق“ میں اس کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کی بنیاد، یقینی طور پر ذمہ سے عہدہ برآ ہونے پڑتی ہے، اور تعدد جمعہ کے جواز میں علماء کا اختلاف، اس کے لیے کافی ہے، بالخصوص جبکہ امام ابوحنیفہ سے تعدد جمعہ کا عدم جواز بھی مروی ہے، جس کو امام طحاوی، ترمذی، اور صاحب مختار نے اختیار کیا ہے، اور عتباتی نے اس کو ”اظہر“ قرار دیا ہے، اور امام شافعی کا مذہب اور امام مالک کا مشہور مذہب اور امام احمد بن حنبل کی ایک روایت بھی تعدد جمعہ کے عدم جواز کی ہے، اور بدائع نے فرمایا کہ حنفیہ کی ”ظاہر الروایة“ دو مقامات سے زیادہ میں عدم جواز کی ہے ”النہر“ اور ”الحاوی القدسی“ میں فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے، اور ”التکملة للرازی“ میں ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں، لہذا ان ائمہ کے اختلاف کی وجہ سے احتیاط، اس کے پڑھنے میں ثابت ہوگئی، نیز متفق علیہ حدیث میں ہے کہ ”جس نے شہادت سے

ل أقول: وقد كثر ذلك من جهلة زماننا أيضا ومنشأ جهلهم صلاة الأربع بعد الجمعة بنية الظهر، وإنما وضعها بعض المتأخرين عند الشك في صحة الجمعة بسبب رواية عدم تعددها في مصر واحد وليست هذه الرواية بالمختارة، وليس هذا القول أعتى اختيار صلاة الأربع بعدها مرويا عن أبي حنيفة وصاحبه حتى وقع لي أني أفنيت مرارا بعدم صلاحها خوفا على اعتقاد الجهلة بأنها الفرض، وأن الجمعة ليست بفرض وسنوضحه من بعد - إن شاء الله تعالى (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲، ص ۱۵۱، باب صلاة الجمعة)

اجتناب کر لیا، اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا، اس لیے جمعہ پڑھنے کے بعد یہ احتیاطی ظہر مکروہ کیسے ہوگی، بلکہ احتیاط پر مبنی ہوگی۔

پھر علامہ شامی نے اس سلسلے میں کئی تصریحات و تائیدات نقل فرمائی ہیں، جس کے بعد علامہ شامی نے فرمایا کہ ہم نے اس پر طویل کلام اس لیے کیا ہے، تاکہ علامہ ابن نجیم کے کلام سے جو اس کے نہ پڑھنے کا وہم ہوتا ہے، وہ دور ہو جائے۔

البتہ اگر کوئی نا کردہ مفسدہ لازم آئے، تو پھر نہ پڑھنا مناسب ہوگا۔

لیکن ہمارا یہ کلام تو مفسدہ نہ ہونے کی صورت میں ہے۔

اسی وجہ سے علامہ مقدسی نے فرمایا کہ ہم ایسے جاہل عوام کو اس کا حکم نہیں کریں گے، جو مفسدہ میں مبتلا ہیں، بلکہ جو ان مفاسد سے محفوظ ہیں، ان کو ہی بتلائیں

گے۔ انتہی۔ ل

ل لو حضر رجل في قرية تقام بها الجمعة على مذهب الشافعي يحضر معهم لثلاثين به السوء لاعتقادهم فرضيتها أو جهلهم بحكم مذهبه وبنوى صلاة الإمام ويصلى الظهر أيضا قبلها أو بعدها.... والاحتياط في القرى أن يصلى السنة أربعة، ثم الجمعة، ثم بنوى أربعة سنة الجمعة، ثم يصلى الظهر، ثم ركعتين سنة الوقت فهذا هو الصحيح المختار اهـ. ملخصاً ونقل العبارة بتمامها في الفتاوى الخيرية فراجعها (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ٢، ص ١٥٣، باب صلاة الجمعة) (قوله مبني كله على القول الضعيف إلخ) فيه نظر بل هو مبني على أن ذلك الاحتياط أى الخروج عن العهدة يبين لتصريحه بأن العلة اختلاف العلماء في جوازها إذا تعددت وفيه شبهة قوية؛ لأن عدم الجواز حينئذ مروى عن أبي حنيفة واختاره الطحاوى والتمرتاشى وصاحب المختار وجعله العتائى الأظهر، وهو مذهب الشافعي والمشهور عن مالك وإحدى الروايتين عن أحمد كما ذكره المقدسى فى نور الشمعة، وقد علمت أن قول البدائع أن ظاهر الرواية عدم الجواز فى أكثر موضعين قال فى النهر، وفى الحاوى القدسى، وعليه الفتوى وفى التكملة للرازى وبه نأخذ انتهى فقد حصل الشك إذا كثر التعدد مع خلاف هؤلاء الأئمة.

وفى الحديث المتفق عليه فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه؛ ولذا قال بعضهم فيمن يقضى صلاة عمره مع أنه لم يفته شيء منها: لا يكره؛ لأنه أخذ بالاحتياط وذكر فى القنية أنه أحسن إذا كان فيه اختلاف المجتهدين ويكفيها خلاف من مر ونقل العلامة المقدسى عن المحيط كل موضع وقع الشك فى كونه مصرأ يبنى لهم أن يصلوا بعد الجمعة أربعة بنية الظهر احتياطاً حتى أنه لو لم تقع الجمعة موقعها يخرجون عن عهدة فرض الوقت بأداء الظهر ومثله فى الكافى، ثم ذكر كلام

﴿تقيہ حاشیہ گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ علامہ ابن عابدین شامی نے ”رد المحتار“ میں فرمایا کہ:

”اگر تعدد جمعہ کے عدم جواز کی روایت کا ضعیف ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے، تو بھی اس اختلاف سے خروج، اولیٰ ہے، اور جب ائمہ مجتہدین کا بھی تعدد جمعہ میں اختلاف ہو، تو پھر جمعہ کے بعد احتیاطی ظہر کو پڑھنا کیونکر اولیٰ نہ ہوگا، جبکہ حدیث میں بھی شبہات سے بچنے کا حکم ہے۔“

پھر مختلف حوالہ جات و تصریحات فقہاء نقل کر کے فرمایا کہ اگرچہ تعدد جمعہ کا جواز ہی صحیح ہے، لیکن پھر بھی ان کا پڑھنا، نفع بلا ضرر ہے، اور ان کے مندوب و مستحب ہونے میں کوئی تردد نہیں، خروج عن الخلاف کے قاعدہ کے پیش نظر۔

پھر مزید حوالہ جات کے بعد فرمایا کہ البتہ اگر کوئی مفسدہ لازم آئے، تو ان کو علانیہ نہیں پڑھا جائے گا، اور ہمارا کلام عدم مفسدہ کی صورت میں ہے، جیسا کہ علامہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

القنبة و ذکر أن كثيرًا من شرح الهداية وغيرها نقلوه وتداولوه قال: وفي الظهيرية وأكثر مشايخ بخارى على أنه يصلى الظهر بعدما صلى أربعة بعد الجمعة لاحتمال أنه نقل ليخرج عن العهدة بيقين واستحسنوا ذلك ويقرءون في جميع ركعاتها و ذكر عن الفتح ينبغي أن يصلى أربعة ينوي بها آخر فرض أدركت وقته، ولم أؤده إن تردد في كونه مصرا أو تعددت الجمعة و ذكر مثله عن المحقق ابن جرباش قال: ثم قال وفائدته الخروج عن الخلاف المتوهم أو المحقق، وإن كان الصحيح التعداد فهي نفع بلا ضرر، ثم ذكر ما يوهم الدلالة على عدم فعلها ودفعه بأحسن وجه و ذكر في النهر أنه لا ينبغي التردد في ندبها على القول بجواز التعدد خروجًا عن الخلاف اهـ.

وفي شرح الباقراني هو الصحيح ونحوه في شرح المنية وبالجملة فقد ثبت أنه ينبغي الإتيان بهذه الأربعة بعد الجمعة لكن بقي الكلام في تحقيق أنه هل هو واجب أو مندوب قال المقدسي ذكر ابن الشحنة عن جده التصريح بالندب وبحث فيه بأنه ينبغي أن يكون عند مجرد التوهم أما عند قيام الشك والاشتباه في صحة الجمعة فالظاهر وجوب الأربعة ونقل عن شيخه ابن الهمام ما يفيد به يعلم أنها هل تجزى عن السنة أم لا؟ فعند قيام الشك لا وعند عدمه نعم ويؤيد التفصيل تعبير التمرتاشي بلا بدء وكلام القنبة المذكور اهـ.

وتمام تحقيق المقام في رسالة المقدسي - رحمه الله تعالى -، وقد ذكر شدرة منها في إمداد الفتح، وإنما أطلنا في ذلك لدفع ما يوهم كلام المؤلف من عدم طلب فعلها نعم إن أدى إلى مفسدة لا يفعل لكن الكلام عند عدمها؛ ولذا قال المقدسي نحن لا نأمر بذلك أمثال هذه العوام بل ندل عليه الخواص، ولو بالنسبة إليهم (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ٢، ص ٥٣، باب صلاة الجمعة)

مقدسی نے اس طرح کے جاہل عوام کے لئے پڑھنے کا حکم دینے کو ناپسند قرار دیا ہے، جو مفسدہ کا شکار ہوں، اور جو مفسدہ سے محفوظ ہوں، ان کو احتیاطاً الظہر کے بتلانے کا حکم فرمایا ہے۔ - انتہی۔ ۱

پھر آخر میں ”تتمہ“ کا عنوان قائم کر کے علامہ ابن عابدین شامی نے فرمایا کہ:

۱ قلت: علی أنه لو سلم ضعفه فالخروج عن خلافه أولى فكيف مع خلاف هؤلاء الأئمة، وفي الحديث المتفق عليه فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ولذا قال بعضهم فيمن يقضى صلاة عمره مع أنه لم يفته منها شيء لا يكره لأنه أخذ بالاحتياط. وذكر في القنية أنه أحسن إن كان في صلاته خلاف المجتهدين ويكفيها خلاف من مر ونقل المقدسي عن المحيط: كل موضع وقع الشك في كونه مصرًا ينبغي لهم أن يصلوا بعد الجمعة أربعًا بنية الظهر احتياطًا حتى إنه لو لم تقع الجمعة موقعها يخرجون عن عهدة فرض الوقت بأداء الظهر، ومثله في الكافي وفي القنية لما ابتلى أهل مرو بإقامة الجمعيتين فيها مع اختلاف العلماء في جوازهما أمر أئمتهم بالأربع بعدها حتمًا احتياطًا. اهـ. ونقله كثير من شراح الهداية وغيرها وتداولوه وفي الظهيرية: وأكثر مشايخ بخارى عليه ليخرج عن العهدة بيقين. ثم نقل المقدسي عن الفتح أنه ينبغي أن يصلوا أربعًا ينوي بها آخر فرض أدركت وقته ولم أؤده إن تردد في كونه مصرًا أو تعددت الجمعة، وذكر مثله عن المحقق ابن جرياش.

قال ثم قال: وفائدته الخروج عن الخلاف المتوهم أو المحقق وإن كان الصحيح صحة التعداد فهي نفع بلا ضرر ثم ذكر ما يوهم عدم فعلها ودفعه بأحسن وجه. وذكر في النهج أنه لا ينبغي التردد في ندبها على القول بجواز التعدد خروجًا عن الخلاف اهـ وفي شرح الباقراني هو الصحيح. وبالجملة فقد ثبت أنه ينبغي الإتيان بهذه الأربع بعد الجمعة، لكن بقي الكلام في تحقيق أنه واجب أو مندوب

قال المقدسي: ذكر ابن الشحنة عن جده التصريح بالندب، وبحث فيه بأنه ينبغي أن يكون عند مجرد التوهم، أما عند قيام الشك والاشتباه في صحة الجمعة فالظاهر الوجوب، ونقل من شيخه ابن الهمام ما يفيد به يعلم أنها هل تجزى عن السنة أم لا؟ فعند قيام الشك لا وعند عدمه نعم،

ويؤيد التفصيل تعبير التمر تاشي ب لا بد وكلام القنية المذكور اهـ وتام تحقيق المقام في رسالة المقدسي وقد ذكر شذرة منها في إمداد الفتاح، وإنما أطننا في ذلك لدفع ما يوهمه كلام الشارح تبعًا للبحر من عدم فعلها مطلقًا.

نعم إن أدى إلى مفسدة لا تفعل جهارًا والكلام عند عدمها ولذا قال المقدسي نحن لا نأمر بذلك أمثال هذه العوام بل ندل عليه الخواص ولو بالنسبة إليهم اهـ والله تعالى أعلم (رد المحتار، ج ۲ ص ۱۴۵، ۱۴۶، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

”احتیاط الظہر کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد پہلے چار سنتیں پڑھے، پھر یہ چار رکعتیں اس نیت سے پڑھے کہ اگر اس کے ذمہ ظہر کا فریضہ ہو، تو اس کو ادا کرتا ہوں۔“ انتہی۔ ۱

بلکہ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے تو یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی گاؤں میں امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق، جمعہ کی نماز قائم ہو، تو اس میں شریک ہو جانا چاہیے، اور پھر ”احتیاط الظہر“ پڑھ لینی چاہیے۔ ۲

اس تفصیل کے بعد عرض ہے کہ ہم واضح طور پر اس بات کی تشہیر و تبلیغ کرتے ہیں، اور اس پر فتویٰ دیتے ہیں کہ شہر میں متعدد مقامات پر جمعہ کی نماز جائز ہے، جس کی کوئی حد و قید نہیں، جب تک اپنی متعلقہ شرائط کے ساتھ کم از کم چار، عاقل، بالغ، مرد افراد شریک ہوں، اور اس صورت میں تمام لوگوں کے جمعہ کی نماز کو جائز اور درست کہتے ہیں، اور ان کے نماز جمعہ کے صحیح اور درست واقع ہونے میں کوئی شبہ نہیں رکھتے۔

۱ (تتمة) قال فی شرح المنیة الصغیر: والأولی أن یصلی بعد الجمعة سنتها ثم الأربع بهذه النیة ای نية آخر ظہر أدرکتہ ولم أصلہ ثم رکعتین سنة الوقت، فإن صحت الجمعة یكون قد أدى سنتها علی وجہها، وإلا فقد صلی الظہر مع سنتہ وینبغی أن یقرأ السورة مع الفاتحة فی هذه الأربع إن لم یکن علیہ قضاء فإن وقعت فرضاً فالسورة لا تضر وإن وقعت نفلاً فقراءة السورة واجبة اهدی وأما إذا کان علیہ قضاء فلا یضم السورة لأن هذه الأربع فرض علی کل حال.

قلت: وحاصلہ أنه یصلی بعد الجمعة عشر رکعات أربعاً سنتها وأربعاً آخر ظہر ورکعتین سنة الوقت: ای لاحتمال أن الفرض هو الظہر فتقع الرکعتان سنتہ البعدیة. والظاهر أنه یکفی نية آخر ظہر عن الأربع سنة الجمعة إذا صحت الجمعة لأن المعتمد عدم اشتراط تعیین فی السنن، وإن لم تصح فالفرض هو الظہر وتقع الأربع التي صلاها قبل الجمعة عن سنة الظہر القبلیة لکن لطول الفصل بصلاة الجمعة وسماخ الخطبة یصلی أربعاً أخرى فالأولی صلاة العشرة (رد المحتار، ج ۲ ص ۱۲۶، کتاب الصلاة، باب الجمعة)

۲ (قوله وأغرب من هذا ما فی القنیة من أنه یلزم إلخ) أقول: الذی یظهر أنه لیس مراده باللزوم الافتراض وأن المراد أنه لو حضر رجل فی قرية تقام بها الجمعة علی مذهب الشافعی یحضر معهم لشلا یظن به السوء لاعتقادهم فرضیتها أو جهلهم بحکم مذهبہ وینوی صلاة الإمام ویصلی الظہر ایضاً قبلها أو بعدها كما سیأتی عن القنیة تأمل (منحة الخائف، ج ۲، ص ۱۵۳، باب صلاة الجمعة)

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض فقہاء، اس طرح متعدد مقامات پر جمعہ کو جائز قرار نہیں دیتے، اور بعض فقہاء چار افراد کو بھی کافی قرار نہیں دیتے، اگرچہ ان کا قول ہمارے نزدیک مفتی بہ نہیں۔

مگر ہم ان فقہاء کے اختلاف سے بچنے کے لیے جمعہ کے بعد، چار رکعت ”احتیاط“ کے طور پر پڑھنے کو مندوب و مستحب سمجھتے ہیں، نہ ضروری سمجھتے، نہ ہی جمعہ کے جواز و صحت میں شک کرتے، جو اس کے مطابق عمل کرے، اچھا ہے، جو نہ کرے، اس میں کوئی حرج و عیب نہیں، اس کا جمعہ پھر بھی درست ہے، اور جو اس کے خلاف کسی مفسدہ میں مبتلا ہو، ہم نہ اس کی حمایت کرتے، نہ اس کے مفسدہ کو جائز سمجھتے، بلکہ اس کو مفسدہ سے بچنے کی تعلیم و تلقین کرتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں خود محققین حنفیہ کی اتنی تصریحات ہیں کہ اتنی تصریحات کے بغیر بھی بہت سے مسائل کو قبول کر لیا جاتا ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی، ایک فتوے میں فرماتے ہیں کہ:

سلف سے جمعہ کے بعد، ادائے ظہر منقول نہیں ہے، مگر اکثر فقہائے متاخرین نے ادائے ظہر کو واجب لکھا ہے، اس لیے کہ تعدد جمعہ میں علماء کا اختلاف ہے، اور مصر کی تعریف میں بھی، جو وجوب جمعہ کی شرائط میں سے ہے، اختلاف واقع ہے، پس ادائے ظہر میں احتیاط ہے، اور یہ فرضیت جمعہ کو منافی نہیں ہے، اگرچہ مفتی بہ یہی قول ہے کہ ایک شہر میں تعدد جمعہ جائز ہے، لیکن اگر ادائے ظہر احتیاطی کے وقت ادائے جمعہ یا اس کی فرضیت میں شک پیدا ہو، تو شک، رفع کرے، اور ظہر احتیاطی

نہ پڑھے (مجموع فتاویٰ عبدالحی، ج ۱ ص ۳۰۲، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

اب خود اہل علم حضرات غور فرما سکتے ہیں کہ ہم نے کون سے مکروہ یا ممنوع کام کی دعوت دی، جو اس پر اتنا دواویلا مچایا جائے۔

باقی جو کئی اردو فتاویٰ میں اس کے خلاف مذکور ہے، وہ دوسرے حضرات کے فتاویٰ ہیں، ہم

نے جو مناسب سمجھا، وہ بیان کر دیا، جس سے کسی صاحب علم، یا فتاویٰ کا اتفاق، یا اختلاف، ہمارے موقف میں تبدیلی یا کمزوری کا باعث نہیں، جب تک دلیل سے اس کے خلاف پر شرح صدر نہ ہو۔

اگرچہ موجودہ جمود کے دور میں بعض دوسرے حضرات، دلائل کے مقابلے میں رسمی و روایتی تقلید کو زیادہ اہم کیوں نہ سمجھتے ہوں، وہ ان کا فعل ہے، نہ ہمارا ان سے کوئی ذاتی و نفسانی نزاع ہے، اور نہ ہی ہم عند اللہ ان کے عمل و موقف کے جواب دہ ہیں، اس سے زیادہ اور کیا لب کشائی کی گنجائش رہ جاتی ہے۔

اب اس کے جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کے سلسلے میں غیر حنفیہ کے اقوال پر بھی ایک نظر ڈال لینا مناسب ہے۔

”الأوسط لابن المنذر“ کا حوالہ

ابن منذر ”الأوسط“ میں فرماتے ہیں کہ:

”جن لوگوں کا جمعہ فوت ہو جائے، ان کے بارے میں ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھیں گے، یہ قول عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے، اور حسن بن عبید اللہ اور زر کے فعل سے ثابت ہے، اور ثوری نے فرمایا کہ بعض اوقات میں نے اور اعمش نے بھی اس پر عمل کیا ہے۔“

اور یہی قول ایاس بن معاویہ اور احمد بن حنبل کا ہے، اور امام شافعی کا قول بھی یہی ہے، اور اسحاق اور ابو ثور کا قول بھی یہی ہے، اور امام مالک کا قول بھی اس کے قریب ہے۔

لیکن ایک جماعت نے ان لوگوں کے لیے، جن کا جمعہ فوت ہو جائے، ظہر کی نماز باجماعت کو کمزور قرار دیا ہے، جن میں حسن اور ابو قلابہ اور ثوری اور امام ابو حنیفہ

داخل ہیں۔

لیکن اس کو مکروہ قرار دینے کے کوئی معنی نہیں، بلکہ یہ مستحب ہے، اور جس کو جمعہ کی نماز سے تخلف میں عذر ہو، اس کے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے میں، جماعت کی فضیلت کی امید کی جاتی ہے۔“ انتہی۔ ۱

”المجموع شرح المہذب“ کا حوالہ

امام نووی شافعی ”المجموع شرح المہذب“ میں فرماتے ہیں کہ:
 ”جو لوگ جمعہ کی نماز ترک کرنے میں معذور ہوں، اگر ان کا عذر زائل ہونے کی توقع ہو، جیسا کہ غلام اور مریض اور مسافر وغیرہ، تو ان کو جمعہ ادا ہونے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا، جائز ہے، لیکن ان کو جمعہ کو حاصل کرنے کی امید ختم ہونے تک

۱۔ قال أبو بكر: أجمع كل من حفظ عنه من أهل العلم على أن من فاتته الجمعة أن يصلي أربعاً. واختلفوا في القوم تفوتهم الجمعة، فقالت طائفة: يصلون جماعة، روى هذا القول عن عبد الله بن مسعود، وفضلته الحسن بن عبيد الله، وزر، وقال الثوري: ربما فعلته أنا، والأعمش. حدثنا إسحاق بن إبراهيم، عن عبد الرزاق، عن الثوري، عن الحسن بن عبيد الله، قال: "صليت أنا وزر، فأمنى وفاتتنا الجمعة، فسألت إبراهيم، فقال: فعل ذلك عبد الله بن علقمة، والأسود، قال سفيان: ربما فعلته أنا، والأعمش"

وبه قال إياس بن معاوية، وأحمد بن حنبل، وكان الشافعي يقول: لا أكره جمعها إلا أن يجمعها استخفافاً بالجمعة، أو رغبة عن الصلاة خلف الأئمة، وأمر أهل السجن، وأهل الصناعات من العبيد أن يجمعوا، وكان إسحاق يرى القوم يفوتهم الجمعة، أن يصلوا جماعة. وقال إسحاق، وأبو ثور فيمن حبس، والمرضى: لا بأس أن يصلوا يوم الجمعة جماعة الظهر، وكان مالك يرخص لأهل السجن، والمسافر، والمرضى أن يجمعوا، واختلف قوله في القوم تفوتهم الجمعة، فحكى بشر بن عمر عنه أنه قال: إن شاء وصلوا فرادى، وإن شاء واجماعة، وحكى ابن القاسم عنه، أنه قال: لا يصلون إلا أفذاذاً.

وكرهت طائفة أن يصلى من فاتته الجمعة جماعة، وممن روى أنه كره ذلك الحسن، وأبو قلابة، وهو قول الثوري، والنعمان.

قال أبو بكر: لا معنى لكرهية من كره ذلك بل يستحب ذلك، ويرجى لمن فعل ذلك ممن له عذر في التخلف عن الجمعة، فضل الجماعة (الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف، ج ۲، ص ۱۰۷، ذكر القوم تفوتهم الجمعة)

اپنی نماز ظہر کو مؤخر کرنا مستحب ہے۔

اور جن کا عذر زائل ہونے کی توقع نہ ہو، جیسا کہ عورت اور کوڑھی وغیرہ، تو ان کے بارے میں اصح قول یہ ہے کہ ان کو جمعہ کے دن ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھنا، مستحب ہے، تاکہ اول وقت کی فضیلت کو حاصل کر لیا جائے۔

اور امام شافعی اور آپ کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ معذور لوگوں کے لیے جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مستحب ہے۔

اور رافعی نے غیر مستحب قرار دیا ہے، حسن بن صالح، امام ابو حنیفہ اور امام ثوری کا بھی یہی قول ہے۔

لیکن امام شافعی نے فرمایا کہ ان لوگوں کو خفیہ جماعت کرنا، مستحب ہے، تاکہ ان کے دین میں لوگ تہمت نہ لگائیں، اور ان کی طرف سستی کی وجہ سے ترک جماعت کی نسبت نہ کریں۔

جمہور شافعیہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے، جبکہ ان کا عذر مخفی ہو، لیکن اگر ان کا عذر مخفی نہ ہو، تو ان کے لیے ظہر کی نماز باجماعت مخفی طریقے پر پڑھنا، مستحب نہیں، کیونکہ اس صورت میں ان پر کوئی تہمت عائد نہیں ہوتی۔

البتہ بعض شافعیہ نے امام شافعی کے ظاہری قول کے پیش نظر مطلقاً انخفاء کو مستحب قرار دیا ہے۔“ - انتہی۔ ۱

۱۔ قال أصحابنا المعذور في ترك الجمعة ضربان:

(أحدهما) من يتوقع زوال عذره ووجوب الجمعة عليه كالعبد والمريض والمسافر ونحوهم فلهم أن يصلوا الظهر قبل الجمعة لكن الأفضل تأخيرها إلى اليأس من الجمعة لاحتمال تمكنه منها ويحصل اليأس برفع الإمام رأسه من ركوع الثانية هذا هو الصحيح المشهور وحكى إمام الحرمين وغيره وجهاً أنه يراعى تصور الإدراك في حق كل واحد فإذا كان منزله بعيداً فانتهى الوقت الذي بحيث لو ذهب لم يدرك الجمعة حصل الفوات في حقه.

(الضرب الثاني) من لا يرجو زوال عذره كالمرأة والزمن ففيه وجهان (أصحهما) وبه قطع الساموردي والدارمي والخراسانيون وهو ظاهر تعليل المصنف أنه يستحب لهم تعجيل الظهر في أول الوقت محافظة على فضيلة أول الوقت.

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”أسنى المطالب في شرح روض الطالب“ کا حوالہ

اور زکریا بن محمد انصاری شافعی نے ”أسنى المطالب في شرح روض الطالب“ میں فرمایا کہ:

”معدورین کو جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مستحب ہے، لیکن اگر ان کا عذر مخفی ہو، تو ان کو جماعت مخفی طریقے پر کرنا مستحب ہے، اور ان کو جماعت کا اظہار کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر عذر ظاہر ہو، تو پھر اخفاء مستحب نہیں۔“ انتہی۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ (والثانی) يستحب تأخيرها حتى تفوت الجمعة كالضرب الأول لأنهم قد يشطون للجمعة ولأن الجمعة صلاة الكاملين فاستحب كونها المتقدمة ولو قيل بالفضيل لكان حسنا وهو أنه إن كان هذا الشخص جازما بأنه لا يحضر الجمعة وإن تمكن استحباب تقديم الظهر وأن لو تمكن أو نشط حضرها استحباب التأخير والله أعلم.

قال الشافعي والأصحاب ويستحب للمعدورين الجماعة في ظهرهم.

وحكى والرافعي أنه لا يستحب لهم الجماعة لأن الجماعة المشروعة هذا الوقت الجمعة.

وبهذا قال الحسن بن صالح وأبو حنيفة والثوري.

والمذهب الأول كما لو كانوا في غير البلد فإن الجماعة تستحب في ظهرهم بالإجماع فعلى هذا قال الشافعي أستحب لهم إخفاء الجماعة لئلا يتهموا في الدين وينسبون إلى ترك الجماعة تهاونا قال جمهور الأصحاب هذا إذا كان عذرهم خفيا فإن كان ظاهرا لم يستحب الإخفاء لأنهم لا يتهمون حينئذ ومنهم من قال يستحب الإخفاء مطلقا عملا بظاهر نصح لأنه قد لا يفتن للعدر الظاهر وقد يتهم صاحبه مع العلم بعذره لاقتصاره على الظاهر مع أنه مندوب إلى الجمعة وممن حكى هذا الوجه الرافعي وإذا كان العذر خفيا.

فعبارة الشافعي أحب إخفاء الجماعة كما حكاها المصنف وكذا اقتصر عليها كثير من وقال المتولى يكره إخفاء الجماعة وفي كلام المصنف إشارة إليه بقوله إن كان عذرهم ظاهرا لم يكره إظهار الجماعة قال أصحابنا وإذا صلى المعدور الظهر ثم زال عذره وتمكن من الجمعة أجزأته ظهره ولا تلزمه الجمعة بالاتفاق إلا الصبي على قول ابن الحداد وهو ضعيف باتفاق الأصحاب كما ضعفه المصنف (المجموع شرح المذهب، ج ۳، ص ۳۹۵، باب صلاة الجمعة)

۱ (ويستحب لهم) أى للمعدورين (الجماعة) فى ظهرهم لعموم أدلتها (ويخفونها) استحبابا (إن خفى عذرهم) لئلا يتهموا بالرغبة عن صلاة الإمام أو الجمعة قال المتولى وغيره ويكره لهم إظهارها قال الأذرى: وهو ظاهر إذا أقاموها بالمساجد فإن كان العذر ظاهرا فلا يستحب الإخفاء لانتهاء التهمة (فإن صلوا الظهر لعذر أو شرعوا فيها فزال العذر قبل فوات الجمعة أجزأتهم) لأداء فرض وقتهم فلا تلزمهم الجمعة ولا حاجة لقوله لعذر؛ لأن ضمير صلوا للمعدورين (أسنى المطالب فى شرح روض الطالب، لى زكريا بن محمد بن زكريا الأنصاري، ج ۱، ص ۲۶۳، كتاب صلاة الجمعة)

”المغنی لابن قدامة“ کا حوالہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے ”المغنی“ میں فرمایا کہ:

”جن لوگوں پر جمعہ واجب نہ ہو، جیسا کہ مسافر اور غلام اور عورت اور مریض، اور دوسرے تمام معذور لوگ، تو ان کو اکثر اہل علم حضرات کے قول کے مطابق، امام کی نماز جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا جائز ہے۔

اور جس کا جمعہ فوت ہو گیا، یا جس پر جمعہ کی نماز فرض نہ ہو، تو اس کو ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ نہیں، جبکہ اس چیز سے حفاظت ہو کہ وہ امام کی مخالفت کی طرف منسوب کیا جائے، اور اس کے ساتھ نماز پڑھنے سے اعراض کی طرف نسبت کی جائے، یا امام یہ سمجھے کہ وہ اس کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں اعادہ کرنے کی رائے رکھتا ہے۔

ابن مسعود اور ابو ذر اور حسن بن عبید اللہ اور ایاس بن معاویہ سے جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کا طرز عمل مروی ہے، اعمش اور امام شافعی اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

اور حسن اور ابو قلابہ اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک معذور کو شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔“ انتہی۔ ۱

۱ فصل: فأما من لا تجب عليه الجمعة، كالمسافر، والعبد، والمرأة، والمريض، وسائر المعذورين، فله أن يصلي الظهر قبل صلاة الإمام في قول أكثر أهل العلم. وقال أبو بكر عبد العزيز: لا تصح صلاته قبل الإمام؛ لأنه لا يتيقن بقاء العذر، فلم تصح صلاته كغير المعذور. ولنا، أنه لم يخاطب بالجمعة، فصحت منه الظهر، كما لو كان بعيداً من موضع الجمعة. وقوله: لا يتيقن بقاء العذر. قلنا: أما المرأة فمعلوم بقاء عذرها، وأما غيرها فالظاهر بقاء عذرها، والأصل استمراره، فأشبهه المتيمم إذا صلى في أول الوقت، والمريض إذا صلى جالساً، إذا ثبت هذا، فإنه إن صلاها، ثم سعى إلى الجمعة، لم تبطل ظهره، وكانت الجمعة نفلاً في حقه، سواء زال عذره أو لم يزل.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”التعليق الكبير للفراء الحنبلي“ کا حوالہ

ابو یعلیٰ فراء بن محمد بن حسین حنبلی (المتوفی: 458ھ) نے ”التعليق الكبير“ میں بھی اس مسئلے پر کچھ مفصل کلام کیا ہے، اور معذورین کے لیے جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ نہ ہونے کو امام احمد بن حنبل کا قول قرار دیا ہے، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کو مکروہ قرار دیا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال أبو حنيفة: تبطل ظهره بالسعي إليها، كالتى قبلها. ولنا، ما روى أبو العالية، قال: سألت عبد الله بن الصامت، فقلت: نصلى يوم الجمعة خلف أمراء فيؤخرون الصلاة؟ فقال: سألت أبا ذر عن ذلك، فقال: سألت رسول الله -صلى الله عليه وسلم- عن ذلك، فقال: صلوا الصلاة لوقتها، واجعلوا صلاتكم معهم نافلة. وفى لفظ: فإن أدر كنتم معهم فصل، فإنها لك نافلة. ولأنها صلاة صحيحة أسقطت فرضه، وأبرأت ذمته، فأشبهت ما لو صلى الظهر منفردا، ثم سعى إلى الجماعة، والأفضل أن لا يصلوا إلا بعد صلاة الإمام؛ ليخرجوا من الخلاف، ولأنه يحتمل زوال أذارهم، فيدركون الجمعة.

فصل: ولا يكره لمن فاتته الجمعة، أو لم يكن من أهل فرضها، أن يصلى الظهر فى جماعة إذا أمن أن ينسب إلى مخالفة الإمام، والرغبة عن الصلاة معه، أو أنه يرى الإعادة إذا صلى معه. فعلى ذلك ابن مسعود، وأبو ذر، والحسن بن عبيد الله، وإياس بن معاوية، وهو قول الأعمش، والشافعى، وإسحاق.

وكرهه الحسن، وأبو قلابة، ومالك، وأبو حنيفة، لأن زمن النبى -صلى الله عليه وسلم- لم يخل من معذورين، فلم ينقل أنهم صلوا جماعة. ولنا قول النبى -صلى الله عليه وسلم-: صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بخمس وعشرين درجة وروى عن ابن مسعود أنه فاتته الجمعة، فصلى بعلمة والأسود.

واحتج به أحمد، وفعله من ذكرنا من قبل ومطرف، وإبراهيم. قال أبو عبد الله: ما أعجب الناس ينكرون هذا، فأما زمن النبى -صلى الله عليه وسلم- فلم ينقل إلينا أنه اجتمع جماعة معذورون يحتاجون إلى إقامة الجماعة.

إذا ثبت هذا، فإنه لا يستحب إعادتها جماعة فى مسجد النبى -صلى الله عليه وسلم- ولا فى مسجد تکره إعادة الجماعة فيه.

وتكره أيضا فى المسجد الذى أقيمت فيه الجمعة؛ لأنه يفضى إلى النسبة إلى الرغبة عن الجمعة، أو أنه لا يرى الصلاة خلف الإمام، أو يعيد الصلاة معه فيه، وفيه اقتيات على الإمام، وربما أفضى إلى فتنة، أو لخوف ضرر به وبغيره، وإنما يصلحها فى منزله، أو موضع لا تحصل هذه المفسدة بصلاحتها فيه (المغنى لابن قدامة، ج ٢، ص ٢٥٦، كتاب صلاة الجمعة)

ہے، اور پھر امام احمد بن حنبل کے قول کے دلائل ذکر کیے ہیں، اور امام ابو حنیفہ کے قول کے دلائل کا جواب دیا ہے۔ ۱

۱۔ وقد قال أحمد -رحمه الله -في رواية حنبل: في المسافرين إذا أدرتهم يوم الجمعة، وحضرت صلاة الظهر: صلوا بأذان وإقامة، إنما هي ظهر.
وقال في رواية المروزي: في القوم فتوتهم الجمعة، فإن كانوا ثلاثة أو أربعة، جمعوا، قد صلى عبد الله بعلقمة والأسود -رضى الله عنهم -، فقال له رجل: إنا جمعنا في المسجد، فاجتمع الناس علينا، فتبسم، وقال: (... من العامة، ونحو هذا نقل حنبل، وقال في رواية الأثرم: فيمن فاتتهم الجمعة إذا كانوا اثنين وثلاثة، جمعوا، فإذا كانوا أكثر من ذلك، فلا أعرفه، وبهذا قال الشافعي رضي الله عنه -.

وقال أبو حنيفة -رحمه الله -: يكره ذلك .

دلینا: ما روى عن النبي -صلى الله عليه وسلم -قال: " صلاة الجماعة تفضل على صلاة الفرد بخمسة وعشرين درجة، ولم يفرق.

ولأنه إجماع السلف -رحمهم الله -، فروى أحمد -رحمه الله

ذكره أبو بكر الخلال في العلل قال: نا عبد الرحمن عن سفيان، عن الحسن بن عبيد الله قال: فاتتني الجمعة أنا ورزق، فصلينا في جماعة، قال: فذكرت ذلك لإبراهيم، فقال: قد فعله ابن مسعود بعلقمة والأسود في يوم جمعة .

وروى أيضاً أحمد -رحمه الله قال: نا زيد بن حباب قال:

أخبرني جميل بن عبيد الطائي قال: جئت إلى المسجد يوم الجمعة، فوجدت الناس قد صلوا، وجاء إياس -وهو يومئذ قاضي البصرة -قال: فصلى بنا في الزاوية، فقدم، فصلى بنا في جماعة .

وروى أيضاً أحمد -رحمه الله قال: نا عبد الرحمن عن أبي عوانة، عن بعض أصحابه: أن سويد بن غفلة فاتته الجمعة، فصلى الظهر في جماعة .

وروى أحمد عن عبد الرزاق عن سفيان: أنه كان ربما جمع الأعمش بعد الجمعة.

ولأنها صلاة، فاستحب فعلها في جماعة؛ دليله: سائر الصلوات، وسائر الأيام.

فإن قيل: لما استحب إظهار الجماعة في غير يوم الجمعة، لهذا استحب فعلها فيه، وليس كذلك في يوم الجمعة؛ لأنه لا يستحب إظهارها في المساجد، ولا تكثير الجمع فيها، وقد قال أحمد -رحمه الله -في رواية الأثرم: إذا كانوا اثنين أو ثلاثة، جمعوا، وإذا كانوا أكثر، فلا أعرفه.

قيل له: أما قولك: إنه لا يستحب إظهارها، فليس عن أحمد ما يمنع منه، وقد نقل المروزي عنه: أن رجلاً ذكر له أنه جمع في المسجد، واجتمع الناس، فلم ينكر عليه ذلك، ولا كرهه، وتبسم إلى ذلك. وقد نقل إسحاق بن إبراهيم بن هاني، قال: فاتت الجمعة لى ولأبى عبد الله ولرجل آخر، فدخل أبو عبد الله بعض المساجد، فصلى بنا، وقام سطان.

وهذا يدل على أنه ما كان يكره إظهارها.

وأما قلة الجمع، وعلى أنه لو كره إظهارها، وكثرة الجمع فيها، لم يضر؛ لأنه ربما اتهموا بالرغبة

اور مالکیہ کے نزدیک جن پر جمعہ کی نماز واجب نہ ہو، ان کو ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ نہیں، بلکہ مستحب ہے، مگر جن کا عذر کثیر الوقوع نہ ہو، ان کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، بعض مالکیہ کی تصریح کے مطابق مکروہ تزیہی ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک، جن لوگوں پر جمعہ واجب ہو، ان کو جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن الصلاة خلف الإمام، فيعاقبهم الإمام إذا لم تكن أعدارهم ظاهرة، أما إذا كانت ظاهرة، فلا يكره ذلك، وعلى أن أبا حنيفة - رحمه الله - يستحب الأذان والإقامة للظھر في يوم الجمعة، ولا يستحب إظهاره، ويجوز الفطر في يوم الثلاثين من رمضان إذا رأى هلال شوال وحده، ويُسرُّ به .
فإن قيل :إنما كرهنّا إظهار الأذان والإقامة؛ لأنهما يظهران الجماعة، ولما كرهنّا الجماعة، كرهنّا الأذان.

قيل له :فكان يجب أن لا يستمر بالأذان؛ لأنه يستحب إظهاره، ولما قلت :إنه مستحب، وإن كان مستمرًا به، كذلك الجماعة.

واحتج المخالف :بأن عصر النبي -صلى الله عليه وسلم -لم يدخل من عبده، ومرضى، ومن لا جمعة عليه، وفرضه الظھر، ولم ينقل أنه -عليه السلام -أمرهم بالصلاة جماعة، ولم نقل أيضًا :إن أحدًا فعل ذلك.

والجواب :أن قوله -صلى الله عليه وسلم " :-صلاة الجماعة تفضل على صلاة الفرد بسبع وعشرين درجة "يكفي في البيان، وهذا كما قيل لأصحاب أبي حنيفة -رحمهم الله :-قد كانت بالمدينة مابل، ولو كان يجب فيها العُشْر، لكان النبي -صلى الله عليه وسلم -ياخذُه، ولو أخذُه، لنقل، فقالوا :قوله -عليه السلام " :-فيما سقت السماء العُشْر "يكفي في بيان وجوبه، كذلك ها هنا، وعلى أنا قد روينّا عن جماعة من السلف فعل ذلك.

واحتج :أنه لو جاز فعلها في جماعة، لما كُرِه إظهارها في المساجد؛ كالظھر في سائر الأيام، فلما لم يجز إظهارها في المساجد؛ كالظھر في سائر الأيام، لم يجز الإخفاء بها.

والجواب عنه :ما تقدم، والله أعلم(التعليق الكبير في المسائل الخلافية بين الأئمة، للفراء محمد بن الحسين بن محمد بن خلف البغدادي الحنبلي، ج ۳، ص ۱۷۳ الى ۱۷۹، كتاب الصلاة، مسألة ۱: لا يكره للعبد والمسافر والمريض أن يصلوا الظھر في يوم الجمعة جماعة، رقم المسئلة ۱۵۵)

۱ فاتتهم الجمعة صلوا أفذاذا ولا يجمعون الظھر، لأنهم أهل الجمعة، فإن صلوا جماعة ظهروا فبئس ما صنعوا ولا إعادة عليهم(التاج والاكلیل لمختصر خليل، ج ۲ ص ۵۲۱، كتاب الصلاة، باب في صلاة الجمعة)

مسألة قيل لأصبغ :ما تقول في قرية يجمع في مثلها الجمعة وحولها المنازل على مسيرة ميلين أو ثلاثة فاتتهم الجمعة، فكيف يصلون؟ ﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”الکافی فی فقہ اہل المدینة“ کا حوالہ

چنانچہ ”الکافی فقہ اہل المدینة“ میں ہے کہ:

”جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت نہیں پڑھی جائے گی، لیکن جن پر جمعہ واجب نہ

ہو، اور اگر مریض اور قیدی، جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھیں، تو اس میں

کوئی حرج نہیں۔“ - انتہی۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قال: يصلون أفراداً ولا يجمعون الظهر لأنهم أهل الجمعة.

قلت: فإن صلوا جماعة ظهراً؟ قال: بئس ما صنعوا ولا أرى عليهم إعادة.

قلت: فإن كان ذلك في المصر مثل القسطاط وغيرها؟

قال: هو مثله يصلون أفذاذاً، فإذا جمعوا الظهر فبئس ما صنعوا ولا أرى عليهم إعادة، ولا أحب

ذلك لهم، فإن فعلوا فلا إعادة عليهم.

قال المؤلف: قوله في الذين تجب عليهم الجمعة إنهم لا يجمعون إذا فاتتهم الجمعة ويصلون

أفذاذاً - هو المشهور في المذهب.

وقوله: لا إعادة عليهم إن جمعوا - صحيح؛ لأن منعهم من الجمع ليس بالقوى، وذلك أنهم إذا

منعوا من الجمع ليحافظوا على الجمعة؛ لأنهم إذا علموا أنه يفوتهم بفواتها فضل الجمعة والجماعة

لم يتهاونوا بها.

وقيل: إنهم إنما منعوا من الجمع لئلا يكون ذلك ذريعة لأهل البدع، وهذه العلة أظهر، فإذا جمعوا

وجب أن لا يعيدوا على كل واحدة من العلتين.

وقد روى عن مالك: أنهم يجمعون، وهو قول ابن نافع وأشهب في المجموعة، فلم يراع على هذه

الرواية واحدة من العلتين.

وكذلك من تخلف عن الجمعة لغير عذر غالب - المشهور أنهم لا يجمعون، إلا أنه اختلف إن

جمعوا، فروى يحيى عن ابن القاسم في رسم "أول عبد أشتريه" فهو حر من هذا الكتاب: أنهم

يعيدون، وقال ابن القاسم في المجموعة: إنهم لا يعيدون، وقاله أصبغ في المتخلفين من غير عذر،

وهو الأظهر، إذ قد قيل: إنهم يجمعون؛ لأنهم وإن كانوا تعدوا في ترك الجمعة فلا يحرموا فضل

الجماعة (البيان والتحصيل، لمحمد بن أحمد بن رشد القرطبي، ج ۱، ص ۵۰۲، كتاب الصلاة

الثالث، مسألة: قرية يجمع في مثلها الجمعة وحولها المنازل فاتتهم الجمعة)

۱. ولا يصلی الظهر جماعة يوم الجمعة إلا من لا تجب عليه وإن صلاها المرضى والمحبوسون

جماعة فلا بأس (الكافی فی فقہ اہل المدینة، ج ۱، ص ۲۵۲، باب صلاة الجمعة)

”حاشیۃ الصاوی“ کا حوالہ

اور مالکیہ کی کتاب ”حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر“ میں ہے کہ:
 ”جمعہ کے دن ایسے اہل اعذار کے لیے، جن کا عذر کثیر الوقوع نہ ہو، ان کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ (تجزیہی) ہے، اور جن کا عذر کثیر الوقوع ہو، ان کو باجماعت پڑھنا اولیٰ ہے، لیکن ان کو جمعہ کی نماز سے فراغت کا انتظار کرنا مستحب ہے، اور ان کو مخفی طریقے پر جماعت کرنا مستحب ہے، تاکہ وہ جمعہ سے اعراض کرنے کی تہمت سے محفوظ رہیں“۔ انتہی۔ ا۔

تاہم اس موقع پر بندہ کو اس چیز پر بھی تحفظات ہیں کہ موجودہ حالات میں جب بڑے مجامع سے منع کیا گیا ہے، اور جمعہ سے منع نہیں کیا گیا، اور تعدد جمعہ کے مشقی یہ ہونے اور اس کے نتیجہ میں اذن عام کے شرط نہ ہونے کی وجہ سے، جن لوگوں کو اپنے مقام پر رہتے ہوئے جمعہ پر قدرت ہو، اور ان میں صحت جمعہ اور وجوب جمعہ کی شرائط موجود ہوں، کیا ان کو جمعہ سے معذور قرار دیا جاسکتا ہے؟ بندہ کا رجحان، ان کے معذور ہونے کی طرف نہیں۔
 لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ مجتہدین عظام اور فقہائے کرام میں سے کسی کا مسلک بھی فی نفسہ منکر نہیں ہوتا۔

۱۔ تکرہ صلاة الظهر جماعة يوم الجمعة لغیر أرباب الأعدار الكثيرة الوقوع، وأما عن أرباب الأعدار الكثيرة الوقوع فالأولى لهم الجمع، ويندب صبرهم إلى فراغ صلاة الجمعة، وإخفاء جماعتهم لئلا يتهموا بالرغبة عن الجمعة .
 واحترزنا بكثرة الوقوع عن نادرة الوقوع كخوف بيعة الأمير الظالم فإنه يكره للخائف الجمع، وإذا جمعوا لم يعيدوا على الأظهر خلافا لمن قال بإعادتهم إذا جمعوا . وقد وقعت هذه المسألة بالإسكندرية فتخلف ابن وهب وابن القاسم عن الجمعة فلم يجمع ابن القاسم، ورأى أن ذلك نادر وجمع ابن وهب بالقوم وقاسها على المسافر، ثم قدما على مالك فسألاه؟ فقال: لا تجمعوا ولا يجمع إلا أهل السجن والمرض والمسافر (حاشیۃ الصاوی، ج ۱، ص ۵۰۸، فصل فی شروط الجمعة، تنبیہ صلاة الظهر جماعة يوم الجمعة)

لہذا اگر کسی جگہ بارہ سے کم افراد تھے، بلکہ چالیس سے بھی کم افراد تھے، اور انہوں نے موجودہ حالات کے پیش نظر مجتہدین عظام و فقہائے کرام میں سے کسی مسلک کے مطابق، یا معقول عذر، یا لاعلمی وغیرہ کی بناء پر جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز، باجماعت، یا بلاجماعت پڑھ لی، تو کی نماز کو بھی درست قرار دے دینا چاہیے۔

اس موقع پر ہم اہل علم حضرات کو ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ کو مبذول کرانا بھی ضروری سمجھتے ہیں، جس کی طرف آج بہت سے اہل علم حضرات کی توجہ نہیں، اور وہ وقتاً فوقتاً اس سلسلہ میں مختلف قسم کی طعن و تشنیع پر مشتمل یا غیر معتدل اور افراط و تفریط پر مبنی باتیں کرتے رہتے ہیں۔

وہ اہم نکتہ یہ ہے کہ اجتہادی و فقہی اور فروعی مسائل میں مجتہدین عظام اور فقہائے کرام کا اختلاف، فی نفسہ رحمت ہے، جبکہ اس کو اپنے اصول و قواعد کے مطابق رکھا اور اختیار کیا جائے، اسی لیے جہاں مختلف حالات میں مجتہدین عظام و فقہائے کرام کے کسی ایک قول سے امت کی مشکلات حل ہوتی ہوں، وہاں اس کی گنجائش ہوتی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ اس قسم کے حالات میں لوگوں کی طرف سے مجتہدین عظام و فقہائے کرام کے مختلف معتبر اقوال میں سے کسی قول کے مطابق سرزد ہونے والے عمل کے بطلان سے بھی حفاظت ہوتی ہے۔

اس مسئلہ پر بندہ نے اپنے بعض دوسرے مضامین میں سیر حاصل بحث کرنے کی کوشش کی ہے، اس وقت وہ تفصیل تو یہاں نقل کرنے کی گنجائش نہیں، البتہ حنفیہ کی ایک بلند پایہ شخصیت کی چند تصریحات نقل کرنا فائدہ سے خالی معلوم نہ ہوا۔

علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی کا حوالہ

امام شیخ عبدالغنی نابلسی دمشقی حنفی رحمہ اللہ (المتوفی: 1143 ہجری) نے اپنی تالیف ”الحدیقة الندیة، شرح الطريقة المحمدیة“ میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ جن مسائل میں فقہائے کرام کا اختلاف ہو، وہ حقیقی بدعت شمار نہیں ہوتے، اور ان پر سختی

و تکبیر کرنا اور عوام الناس کی طرف سے فقہائے کرام میں سے کسی کے قول پر عمل ہونے کی صورت میں اس سے منع کرنا مناسب نہیں ہوتا، بلکہ عوام کا کوئی عمل، اتفاق سے فقہاء میں سے کسی کے قول کے مطابق، درست و جائز واقع ہو جائے، اس کی بھی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ موصوف، مذکورہ کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

وبعض صور العبادات الواردة في الشرع بان يزداد في صورتها او ينقص منها مع اعتقاد ان تلك الزيادة والنقصان طاعة بمجرد الرأي، لتخرج من البدع هذه الزيادة والنقصان الواقعة في العبادات على حسب اختلاف المذاهب الاربعة اليوم كثنوية الاقامة عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى، بالنظر الى مذهب الامام شافعي رحمه الله تعالى وافرادهما عند الشافعي رحمه الله تعالى بالنظر الى مذهب ابي حنيفة رحمه الله تعالى، وصلاة الكسوف بر كوعين وسجودين وفاتحتين في كل ركعة عند الشافعي، لا عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى، فان هذا او ما اشبهه ليس ببدعة في الدين، لانه ماخوذ من الادلة الشرعية، لا من مجرد الرأي (الحديقة الندية، شرح الطريقة المحمدية، ج 1، ص 97، الفصل الثاني من الفصول الثلاثة من الباب الاول في بيان اقسام البدع، مطبوعة: المكتبة الحقيقية، استانبول، تركيا، 1994ء)

ترجمہ: اور بدعت یہ بھی ہے کہ عبادت کی بعض صورتیں، جو شریعت میں وارد ہیں، ان کی صورتوں میں زیادتی کی جائے، یا ان میں کمی کی جائے، اس اعتقاد کے ساتھ کہ یہ زیادتی اور نقصان، طاعت ہے، محض رائے کی بنیاد پر، تاکہ بدعت کے مفہوم سے وہ زیادتی اور نقصان خارج ہو جائے، جو عبادات میں آج کے زمانے

میں مذاہب اربعہ کے اختلاف کی بنیاد پر واقع ہے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اقامت کے کلمات کا دو دفعہ ہونا، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مقابلے میں، اور اقامت کے کلمات کا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکہرے ہونا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مقابلے میں، اور سورج گرہن کی نماز میں امام شافعی کے نزدیک، ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدوں، اور دو مرتبہ سورہ فاتحہ کا ہونا، نہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، کیونکہ یہ، اور ان جیسی چیزیں، دین میں بدعت شمار نہیں ہوتیں، کیونکہ یہ دلائل شرعیہ سے ماخوذ ہیں، محض رائے سے ماخوذ نہیں (الحدیقة الندیة)

امام شیخ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمہ اللہ، مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

ومن هذا القبيل نهى الناس عن حضور مجالس الذكر بالجهر،
وانشاد اشعار الصالحين، وان صرح فقهاء الحنفية بكره الجهر
بالذكر، فان ائمة الشافعية كالنووي وغيره قائلون باستحباب
ذالك، ولا ينبغي ان ينهى العوام عما تقول به ائمة المسلمين،
ولو كان العوام زاعمين انهم مقلدون لمذهب ابى حنيفة رحمه
الله، وهم غير عالمين بفروع المذهب غير مجرد القول، وقد
ذكر الوالد رحمه الله تعالى في شرحه على شرح الدرر في باب
قضاء الفوائت في مبحث الظن المعبر، قال في البحر شرح الكنز
: والحق ان المجتهد لا كلام فيه اصلا، وان ظنه معتبر مطلقا
سواء كانت تلك الفائتة واجبة الاداء بالاجماع، او لا، اذ لا
يلزمه اجتهاد ابى حنيفة، ولا غيره، وان كان مقلدا لابى حنيفة،
فلا عبرة برأية المخالف لمذهب امامه، وان كان عاميا ليس له

مذہب معین ، فمذہبہ فتویٰ مفتیہ کما صرحوا بہ ، ولا عبرة برأیه
وان لم یستفت احدا ، وصادف الصحة علی مجتہد اجزاء ، ولا
اعادة علیہ کما بسطہ ثمة اه۔

ومن هذا القبیل : نهی العوام عن المصافحة، بعد صلاة الصبح،
والعصر، فإن بعض المتأخرین من الحنفیة، صرح بالکراهة فی
ذلک، ادعاء بأنه بدعة، مع انه داخل فی عموم سنة المصافحة
مطلقا، فلا یبقی إلا مجرد التخصیص بالوقتین المذكورین،
فیقتضی ابتداء ذلک.

وصرح النووی فی کتابہ -الأذکار -وغیره من الشافعیة، بأنها فی
هذین الوقتین بدعة مباحة. فلا ینبغی للوعاظ، أو المدرس، ان
ینهی العوام عما أفتی بجوازه بعض أئمة الإسلام، ولو کان فی
مذہب الغیر، خصوصا، والعوام لا مذہب لهم، والتقلید
للمذاهب الأربعة جائز لكل أحد، کما بسطناه فی
رسالتنا "خلاصة التحقیق فی بیان حکم التقلید والتلفیق" (الحدیقة
السندیة، شرح الطريقة المحمدیة، ج ۲، ص ۹۸، الخلق الثامن والأربعون، من الأخلاق

السین المذمومة "الفتنة" مطبوعه: المكتبة الحقیقیة ، استانبول، ترکیا، 1994ء)

ترجمہ: اور (لوگوں کو منع نہ کیے جانے والی صورتوں کے) اسی قبیل سے لوگوں کو
ذکرِ جہری کی مجالس میں حاضر ہونے اور نیک لوگوں کے اشعار پڑھنے سے منع کرنا
ہے (کہ اس سے بھی صرف جہر یا تداعی کی وجہ سے منع کرنا مناسب نہیں، جب
تک کوئی اجماعی منکر لازم نہ آئے) اگرچہ فقہائے حنفیہ نے جہری ذکر (اور
تداعی) کی کراہت کی تصریح فرمائی ہے، کیونکہ ائمہ شافعیہ، جیسا کہ نووی وغیرہ،

اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں، اور یہ بات مناسب نہیں کہ عوام کو ان افعال سے منع کیا جائے، جن کے ائمہ مسلمین قائل ہیں، اگرچہ عوام اس بات کا گمان کرتے ہوں کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مقلد ہیں، حالانکہ وہ مذہب کے فروغ کو جاننے نہیں، سوائے قول محض کے۔ ۱

اور میرے والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”شرح الدرر“ کی اپنی شرح میں ”باب قضاء الفوائت“ کے ذیل میں ظن معتبر کی بحث میں ذکر کیا ہے کہ ”مکنز“ کی شرح ”البحر“ میں یہ مذکور ہے کہ حق بات یہ ہے کہ مجتہد کے بارے میں تو قطعاً کوئی کلام نہیں، اور اس کا گمان مطلقاً معتبر ہے، خواہ وہ فوت شدہ نماز بالا جماع، واجب الاداء ہو یا نہ ہو، کیونکہ اس مجتہد کو امام ابوحنیفہ اور ان کے علاوہ کسی اور مجتہد کا اجتہاد لازم نہیں۔ ۲

اور اگر وہ امام ابوحنیفہ کا مقلد ہو، تو پھر اس کے امام کے مذہب کے مخالف کی رائے کا اعتبار نہیں (جبکہ وہ عامی شخص نہ ہو، جیسا کہ آگے آتا ہے) اور اگر وہ عامی شخص ہو، تو اس کا کوئی مذہب متعین نہیں، پس اس کا مذہب، اس کے مفتی کا مذہب ہوتا ہے (خواہ اس نے حنفی مفتی سے فتویٰ لیا ہو، یا غیر حنفی مفتی سے) جیسا کہ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے، اور اس کی اپنی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اور اگر اس نے کسی مفتی سے استفتاء نہیں کیا، اور پھر اس کا عمل کسی بھی مجتہد کے مطابق صحیح واقع ہو گیا، تو بھی اس کے لیے جائز ہے، اور اس پر (اس نماز وغیرہ کے عمل کا) اعادہ نہیں، جیسا کہ وہاں (یعنی البحر میں) تفصیل بیان کی گئی ہے، انتہی۔

۱۔ جس کی وجہ سے وہ عامی لوگوں میں داخل ہیں، جن کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، جیسا کہ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے اور ہم نے اس قسم کی تصریحات، اپنے دوسرے مضامین و تالیفات میں ذکر کر دی ہیں۔ محمد رضوان خان۔

۲۔ خواہ وہ کسی خاص متعلقہ مسئلہ یا متعلقہ مسائل میں جزوی مجتہد ہی، کیوں نہ ہو، جمہور اصولیین کے نزدیک اجتہاد تجزی ہونے کے قول کی رو سے۔ محمد رضوان خان۔

اور اسی قبیل سے عوام کو فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ سے منع کرنا ہے (کہ اس سے منع کرنا بھی مناسب نہیں) کیونکہ حنفیہ کے بعض متاخرین نے اس کی کراہت کی تصریح کی ہے، اس بات کا دعویٰ کرتے ہوئے کہ یہ بدعت ہے، حالانکہ یہ مطلق مصافحے کی سنت کے عموم میں داخل ہے، پس مذکورہ دو وقتوں کے ساتھ صرف تخصیص ہی باقی رہ گئی، جو اس عمل کے مبتدع ہونے کا تقاضا کرتی ہے (لیکن اس میں توسع موجود ہے)

چنانچہ شافعیہ میں سے امام نووی نے اپنی ”کتابُ الاذکار“ وغیرہ میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ ان دو وقتوں میں مصافحہ کرنا ”بدعتِ مباحہ“ ہے۔ لہذا واعظ یا مدرس کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ عوام کو ایسی چیز سے منع کرے کہ جس کے جواز کا بعض ائمہ اسلام نے فتویٰ دیا ہے، اگرچہ وہ مذہبِ غیر میں ہی کیوں نہ ہو، خاص طور پر عوام کو، جن کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، اور مذاہبِ اربعہ کی تقلید، ہر ایک کے لیے جائز ہے، جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے ”خلاصۃ التحقيق فی بیان حکم التقليد والتلفیق“ میں اس کی تفصیل بیان کر دی ہے (الحدیقة الندیة)

امام عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی دمشقی حنفی (التوفی: 1143ھ) ہی اپنے رسالے ”خلاصۃ التحقيق فی بیان حکم التقليد والتلفیق“ میں فرماتے ہیں:

والحاصل: أن العلماء اختلفوا فی لزوم مذهب معین، و صحیح کل أحد منهم ما ذهب إلیه، وعدم اللزوم هو الراجح كما ذکرناه بعد أن لا ینخرج عن المذاهب الأربعة، واللہ ولی التوفیق (خلاصۃ التحقيق فی بیان حکم التقليد، لعبدالغنی نابلسی، ص ۸، مطلب:

هل علی الإنسان التزام مذهب معین أم لا؟)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ علماء کا مذہب معین کے لزوم میں اختلاف ہے، اور ہر ایک نے اپنے اختیار کردہ قول کی تصحیح کی ہے، لیکن مذہب معین کا لازم نہ ہونا راجح ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، بعد اس کے کہ مذاہب اربعہ سے خروج نہ کرے،
واللہ ولی التوفیق (خلاصۃ التحقیق)

موجودہ زمانے میں جب ہر طرف جمود اور تشدد و تعصب کا بازار گرم ہے، ممکن ہے کہ مذکورہ اقتباسات، اس فضاء میں سانس لینے والے، بعض اہل علم حضرات کے لئے وحشت کا باعث ہوں، لیکن ایک علمی و فقہی رائے ہونے کی حیثیت سے ملاحظہ کر لینا، بہر حال فائدہ سے خالی نہیں، اختلاف، یا اتفاق، ایک الگ اور جدا معاملہ ہے۔
وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ .

خلاصہ کلام

شروع سے اب تک جو تفصیل ذکر کی گئی، اس کا بنیادی خلاصہ یہ نکلا کہ بحالات موجودہ، جب ایک مخصوص وباء کی وجہ سے ملک پاکستان و ہندوستان وغیرہ کی حکومت وقت نے لوگوں کے ہجوم و اجتماعات سے منع کیا ہوا ہے، اور اسی ضمن میں مساجد کے اندر بھی بڑے اجتماعات سے منع کر رکھا ہے، صرف چار، پانچ افراد تک جمع ہو کر نماز پڑھنے کا حکم دے رکھا ہے، اور اکثر لوگوں کو اپنے گھروں یا متعلقہ مساکن و مقامات پر رہنے کا حکم دے رکھا ہے، جس کے مطابق، لوگ اپنے اپنے گھروں میں بیچ وقتہ نمازیں ادا کرنے پر عمل پیرا ہیں۔

ان حالات میں جمعہ کے دن شہروں اور مخصوص بستیوں میں موجود لوگوں کے لیے جمعہ کی نماز کا مسئلہ زیر بحث ہے، جس کے متعلق حنفیہ کے عام ضابطہ و قاعدہ کے مطابق شہروں وغیرہ کے اندر موجود جن لوگوں میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ صحیح اور واجب ہونے کی شرائط پائی جاتی ہیں، اور ان کو جمعہ ادا کرنے پر قدرت ہو، ان کے لیے جماعت ظہر تو درکنار، ظہر پڑھنا ہی سخت مکروہ ہے، اور ان کو جمعہ کے دن، جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا، مکروہ درمکروہ ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک کم از کم چار عاقل، بالغ، مرد افراد کو جمعہ کی نماز پڑھنا فی نفسہ جائز ہے۔ اس لیے اگر کم از کم چار عاقل، بالغ مرد افراد، جمعہ کی نماز قائم کریں، اور وہ خطبہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھیں، تو ان کی نماز کو غیر درست قرار نہیں دیا جائے گا۔ لیکن یہ حکم ایک محدود اور عارضی و مجبوری والے حالات سے متعلق ہے، اس کو عادت عام بنا لینا، اسلام کے معروف و معتاد، اور متواتر طریقہ کے خلاف ہے۔

اور جہاں چار عاقل، بالغ، مرد افراد سے کم لوگ ہوں، ان کو اگر جمعہ کی نماز میں قانونی، یا کسی دوسری وجہ سے شرکت مشکل ہو، تو ان کو جمعہ کے دن اپنے مقام پر رہتے ہوئے ظہر کی نماز

پڑھ لینے میں کوئی گناہ نہیں، اور ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے دن اور جمعہ کی نماز کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ جماعت کے بغیر تنہا ظہر کی نماز پڑھیں، وہ ان شاء اللہ تعالیٰ فقہائے کرام کے قول پر عمل کرنے کی وجہ سے جماعت کے ثواب سے محروم نہ ہوں گے۔

اور حنفیہ کے نزدیک ان کو جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا، مشہور قول کے مطابق مکروہ تحریمی، اور دوسرے قول کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے، جس کو راجح قرار دینا بھی بلا دلیل نہیں ہے۔ البتہ غیر حنفیہ یعنی شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک جن پر جمعہ واجب نہ ہو، یعنی وہ جمعہ سے معذور ہوں، ان کو جمعہ کے دن ظہر کی جماعت کرنا، نہ تو مکروہ تحریمی ہے، اور نہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، بلکہ بعض قیود کے ساتھ مستحب ہے۔

اگر کوئی جمعہ منعقد کرنے یا جمعہ میں شرکت سے معذور ہو، اور غیر حنفیہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے، اپنے گھر وغیرہ میں جمعہ کے دن باجماعت ظہر کی نماز ادا کرے، خواہ ایک عورت، یا سمجھ دار بچے کو شامل کر کے ہی کیوں نہ ہو، تو غیر حنفیہ کے نزدیک اس میں کوئی کراہت یا گناہ لازم نہیں آتا۔

اور اگر کسی مصلحت سے شہر کی مساجد میں مخصوص و محدود طریقے پر نماز جمعہ قائم کرنے کے علاوہ، شہروں میں موجود پانچ، یا دس افراد، جمعہ کے بجائے، ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں، تو غیر حنفیہ کے نزدیک، اس پر عمل کر لینے کی گنجائش ہو سکتی ہے، نیز حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی ایسا شخص جس پر جمعہ واجب ہو، جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھ لے، تو وہ اداء ہو جاتی ہے، البتہ کراہت تحریمی لازم آتی ہے، لیکن اگر کسی معتبر مفتی کے فتوے کی بنیاد پر، یا لاعلمی میں اس نے جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھ لی، تو جس طرح سے عند اللہ مفتی معذور، اور اپنے رُحمان کا مکلف ہوتا ہے، اسی طرح اس کی اتباع کرنے والا بھی معذور ہوتا ہے، بصورت دیگر لاعلمی کی وجہ سے فی الجملہ قصور وار ہوتا ہے، لیکن اس کا عمل کسی معتبر مجتہد کے قول کے مطابق ادا ہونے سے درست قرار پاتا ہے، جیسا کہ علامہ عبدالغنی نابلسی کے حوالہ سے گزرا۔

اور اب ہم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے چند قیمتی اقتباسات کو نقل کر کے

اپنے مضمون کا اختتام کرتے ہیں۔

مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

ائمہ مجتہدین جن کی شان اجتہاد علماء امت میں مسلم ہے، اگر کسی مسئلہ میں ان کے دو مختلف قول ہوں، تو ان میں سے کسی کو بھی منکر شرعی نہیں کہا جاسکتا، بلکہ اس کی دونوں جانبیں معروف میں داخل ہیں، ایسے مسائل میں ایک رائے کو راجح سمجھنے والے کے لیے یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے پر ایسا انکار کرے، جیسا کہ گناہ پر کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ و تابعین میں بہت سے اجتہادی اختلافات اور متضاد اقوال کے باوجود یہ کہیں منقول نہیں کہ وہ ایک دوسرے پر فاسق یا گنہگار ہونے کا فتویٰ لگاتے ہوں، بحث و تہیج اور مناظرے و مکالمے سب کچھ ہوتے تھے، اور ہر ایک اپنی رائے کی ترجیح کی وجوہ بیان کرتا اور دوسرے پر اعتراض کرتا تھا، لیکن کوئی کسی کو اس اختلاف کی وجہ سے گناہ گار نہ سمجھتا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اجتہادی اختلاف کے موقع پر یہ تو ہر ذی علم کو اختیار ہے کہ جس جانب کو راجح سمجھے اسے اختیار کرے، لیکن دوسرے کے فعل کو منکر سمجھ کر اس پر انکار کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے، اس سے واضح ہوا کہ اجتہادی مسائل میں جنگ و جدل، یا منافرت پھیلانے والے مقالات و مضامین امر بالمعروف یا نہی عن المنکر میں داخل نہیں، ان مسائل کو محاذ جنگ بنانا، صرف ناواقفیت یا جہالت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے (معارف القرآن، ج ۳، ص ۲۵۳ و ۲۵۴، سورہ مائدہ، ادارۃ المعارف، کراچی، اشاعت،

اپریل، ۱۹۹۲)

مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

میرے نزدیک اس جنگ و جدل کا ایک بہت بڑا سبب فرعی اور اجتہادی مسائل میں تحرب و تعصب اور اپنی اختیار کردہ راہ عمل کے خلاف کو عملاً باطل اور گناہ قرار

دینا اور اس پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا ہے، جو اہل باطل اور گمراہوں کے ساتھ کرنا چاہیے تھا (جواہر الفقہ، جلد اول، ص ۴۱۱، مضمون ”وحدت امت“

مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ، نومبر 2010ء)

مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دور کی وہ تاریخ بھی سامنے رکھنا ضروری ہے کہ تعبیر کتاب و سنت کے ماتحت جو ان میں اختلاف رائے پیش آیا ہے، اس پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ اس نے جنگ و جدال کی صورت اختیار کی ہو، باہمی اختلاف مسائل کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا اور تمام برادرانہ تعلقات قائم رہنا اس پوری تاریخ کا اعلیٰ شاہکار ہے (جواہر الفقہ، جلد اول، ص ۴۴۲، مضمون ”اختلاف امت پر ایک نظر“، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ،

نومبر 2010ء)

اور مفتی صاحب موصوف ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تعبیر کتاب و سنت کے ماتحت اختلاف رائے جو صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین میں رہا ہے، تو بلاشبہ رحمت ہی ہے، اس کا کوئی پہلو نہ مسلمانوں کے لیے مضرت ثابت ہوا، اور نہ آج ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ انہیں حدود کے اندر رہے، جن میں ان حضرات نے رکھا تھا کہ ان کا اثر نماز، جماعت، امامت اور معاشرت کے کسی معاملے پر نہ پڑتا تھا (جواہر الفقہ، جلد اول، ص ۴۴۳، مضمون ”اختلاف امت پر ایک

نظر“، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ، نومبر 2010ء)

فقط۔ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ أَعْلَمُ .

محمد رضوان خان 19 / شعبان المعظم / 1441ھ 13 / اپریل / 2020 بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

(ضمیمہ)

گھروں وغیرہ میں نماز جمعہ کا آسان طریقہ

آخر میں عوام کے لیے گھروں وغیرہ میں جہاں منبر وغیرہ کی سہولت نہیں ہوتی، نہ ہی بحالات موجودہ، باہر سے لوگوں کو بلانے اور دعوت دینے کی عام طور پر ضرورت، یا اجازت ہوتی، ان کے لیے ذیل میں نماز جمعہ کا مختصر اور سہل طریقہ لکھا جاتا ہے:

شہر کے جس علاقے یا مکان وغیرہ میں کم از کم چار عاقل، بالغ، مرد افراد موجود ہوں، خواہ باہم قریبی یا دور کے رشتہ دار ہوں، یا دوست احباب، محلہ دار وغیرہ ہوں، وہ سب زوال سے پہلے صفائی، ستھرائی اور غسل یا وضو کر کے فارغ ہو جائیں۔

مریض و بیمار اور معذور افراد، سمجھ دار بچے اور خواتین بھی، جو پاکی کی حالت میں ہوں، اپنی حسبِ قدرت کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، نماز جمعہ میں شریک ہو سکتے ہیں، اور اس کی وجہ سے ان کی ظہر کی نماز کا فریضہ بھی، ان شاء اللہ تعالیٰ ادا ہو جائے گا، اور ان کو بعد میں ظہر کی نماز پڑھنا ضروری نہیں رہے گا۔

نماز جمعہ زوال کے بعد جلدی پڑھنا بہتر ہے، کسی وجہ سے دیر ہو جائے، تو بھی گناہ نہیں، جب تک ظہر کی نماز کا وقت ختم نہ ہو، اس وقت تک جمعہ کی نماز کا اداء وقت باقی رہتا ہے، مگر ثواب کم ہو جاتا ہے۔

زوال ہونے کے بعد، یا جمعہ شروع کرنے سے پہلے، گھر وغیرہ میں، یا جس جگہ جمعہ کی نماز پڑھنی ہے، اس جگہ کچھ اونچی آواز میں پنج وقتہ نمازوں کی طرح جمعہ کی پہلی اذان دے دی جائے، اور جمعہ سے پہلے کی چار سنتیں ادا کر لی جائیں۔

جو افراد عاقل، بالغ، مقیم ہیں، وہ اذان کے بعد وہاں جمعہ کی تیاری کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہ کریں۔

بحالتِ مذکورہ اس اذان کے بعد زیادہ وقفہ نہ دیا جائے، تو مناسب ہے، جس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اذان کے بعد، جمعہ سے پہلے کی سنتیں پڑھ لی جائیں۔ سنتوں سے فراغت کے بعد، گھر کے جس عاقل، بالغ مرد نے جمعہ پڑھانا ہو، وہ اپنی آگے بچھی ہوئی، جائے نماز کے قریب، کسی کرسی، صوفے وغیرہ پر قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھ جائے، ورنہ اپنی جائے نماز پر نیچے ہی بیٹھ جائے، اور اس کے سامنے، قبلہ رُو کھڑے ہو کر، کوئی عاقل، بالغ مرد، یا سمجھ دار بچہ، کچھ اونچی آواز میں اذان دے، اس صورت میں عورت اذان نہیں دے سکتی، نہ مرد کی امامت کرا سکتی۔

اذان کے بعد جمعہ کی نماز پڑھانے والا شخص کسی قدر اونچی چیز پر، ورنہ زمین پر پچھی ہوئی، جائے نماز پر قبلہ کی طرف پشت اور نمازیوں کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو جائے، باقی افراد قبلہ کی طرف رخ کر کے اپنی اپنی جائے نمازوں پر سکون وطمینان اور خاموشی سے بیٹھے رہیں، اور لایعنی وفضول باتوں اور حرکتوں سے پرہیز کریں۔

اور نماز پڑھانے والا شخص کھڑے کھڑے خطبہ کی نیت سے، سورہ فاتحہ، دورود شریف، اور کوئی چھوٹی موٹی سورت پڑھے۔

اور پھر اسی طرح رخ کیے ہوئے ہونے کی حالت میں بیٹھ جائے۔ تین مرتبہ ”سبحان ربی العظیم“ کہنے کے برابر یا اس سے کم و بیش دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد دوبارہ پہلے کی طرح کھڑا ہو جائے۔ اور پھر اسی طرح سے دوسرا خطبہ پڑھے، جس طرح پہلا خطبہ پڑھا تھا۔

البتہ دوسرے خطبے کو، پہلے خطبے سے کچھ مختصر کرنے کے لیے دوسرے خطبے میں، پہلے خطبے سے کوئی چھوٹی سورت پڑھ لے، یا صرف سورہ فاتحہ اور درود شریف پر اکتفاء کر لے۔

اور خطبہ اس سے مختصر بھی پڑھا جاسکتا ہے، جیسا کہ آگے مسائل میں آتا ہے۔
دونوں خطبوں کے درمیان دعاء کی قبولیت کا وقت ہے، مگر دل میں زبان ہلائے اور ہاتھ اٹھائے بغیر دعاء، کرنا مناسب ہے۔

اور دوسرا خطبہ ختم ہونے کے بعد، امام اور سب مقتدی، جائے نماز پر قبلے کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو جائیں۔

اور پھر کوئی بالغ مرد یا سمجھ دار بچہ اقامت کہے۔

اقامت کے بعد امام صاحب دو رکعات، نماز جمعہ کی نیت سے، کچھ بلند آواز سے تکبیر تحریمہ ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ کہہ کر نماز شروع کریں، باقی نماز پڑھنے والے بھی اسی طرح کریں، مگر وہ تکبیر آہستہ آواز میں کہیں۔

اور امام اور مقتدی، سب ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ کے بعد آہستہ آواز میں ”سُتَا“ پڑھیں۔

اور ثناء کے بعد امام ”أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“ اور اس کے بعد ”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“ آہستہ آواز میں پڑھے۔

اور پھر امام بلند آواز سے سورہ فاتحہ پڑھے۔

سورہ فاتحہ کے بعد امام اور مقتدی سب آہستہ آواز میں ”آمین“ کہیں۔

سورہ فاتحہ کے بعد امام آہستہ آواز میں ”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“ پڑھ کر کوئی سورت پڑھے۔

مقتدی خاموشی و یکسوئی سے امام کی قرائت سننے کی طرف متوجہ رہیں۔

پھر امام بلند آواز سے ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ کہہ کر رکوع میں جائے۔

رکوع سے ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ کہتے ہوئے سراٹھائے۔
مقتدی رکوع سے سراٹھاتے ہوئے، آہستہ آواز میں ”رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ“
کہیں۔

پھر امام سجدے میں جانے اور سجدے سے اٹھنے کی تمام تکبیرات، بلند آواز سے کہہ
کر پہلی رکعت مکمل کرے، اور تمام مقتدی خاموشی سے تکبیرات کہتے ہوئے امام
کی اتباع و پیروی کرتے رہیں۔

پہلی رکعت مکمل کرنے کے بعد، دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی جائے۔
اور دوسری رکعت میں تشہد اور التحیات وغیرہ، سے فارغ ہو کر، امام دونوں طرف
بلند آواز سے سلام پھیرے، اور اس کے ساتھ مقتدی آہستہ آواز میں سلام
پھیریں۔

نماز سے فارغ ہو کر حسب موقع دعاء کر لیں، تو اچھا ہے، لیکن ضروری نہیں۔
نماز، دراصل سلام پھیرنے پر ختم ہو جاتی ہے، اور اس کے بعد دعاء یا اجتماعی دعاء
ضروری نہیں ہوتی۔

بیچے! الحمد للہ تعالیٰ آپ کے جمعہ کا فریضہ ادا ہو گیا، اب جمعہ کے بعد کی سنتیں ادا کر لیجیے، اور
اس کے بعد اپنے دوسرے معمولات میں مشغول ہو جائیے۔

یہ ضرور یاد رکھیے کہ اگر عورتیں، یا سمجھ دار لڑکیاں بھی نماز باجماعت میں شرکت کریں، خواہ ایک
ہو، یا زیادہ ہوں، تو ان کو مرد حضرات سے پیچھے الگ صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔

نماز جمعہ سے پہلے حاضرین کو جمعہ کی نماز کا طریقہ بتلا دیا جائے، تو مناسب ہے، دوسری
دین کی باتیں، بتلانا چاہیں، تو اور بھی بہتر اور خیر و برکت کا ذریعہ ہے، جبکہ خود نماز جمعہ بھی
نہایت باعثِ برکت عمل ہے۔

جمعہ اور اس کے خطبہ سے متعلق چند مسائل

آخر میں تنمیماً للفاائدہ ہماری تالیف ”جمعہ مبارکہ کے فضائل و احکام“ سے چند مسائل نقل کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ.....: جس شخص پر جمعہ کی نماز پڑھنا واجب ہو، اور اسے جمعہ کی نماز پڑھنے سے کوئی عذر نہ ہو، تو حنیفہ کے نزدیک اسے جمعہ کے دن، جمعہ کی نماز سے پہلے اپنے گھر وغیرہ میں ظہر کی نماز پڑھنا معتبر مگر گناہ ہے۔

جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک مذکورہ صورت میں ایسے شخص کی ظہر کی نماز کا فریضہ صحیح اور معتبر نہیں ہوتا۔

پھر اگر ایسا شخص ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ کی نماز کے لئے جانے لگے، اور ابھی جمعہ کی نماز ختم نہیں ہوئی، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی ظہر کی نماز کے فرض ہونے کی حیثیت ختم ہو کر وہ نماز نفل بن جاتی ہے۔

اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جب تک امام کے ساتھ جمعہ میں شریک نہ ہو، اس وقت تک اس کی ظہر کے فرض ہونے کی حیثیت برقرار رہتی ہے، اور جمعہ کی نماز میں شریک ہونے کے بعد اس کی یہی جمعہ کی نماز فرض بن کر ادا ہو جاتی ہے۔ ۱

۱ ثانیاً۔ صلاة الظهر في المنزل يوم الجمعة بغير عذر: قال الحنفية: من صلى الظهر في منزله يوم الجمعة، قبل صلاة الإمام، ولا عذر له، حرم ذلك، وجازت صلاته جوازا موقوفاً: فإن بداه، ولو بمعذرة على المذهب أن يحضر الجمعة، فتوجه إليها، والإمام إليها، والإمام فيها، ولم تقم بعد، بطلت صلاة الظهر، وصارت نفلاً عند أبي حنيفة بالسعي، وإن لم يدر كها؛ لأن السعي إلى الجمعة من خصائص الجمعة، فينزل منزلتها في حق ارتفاع الظهر احتياطاً، بخلاف ما بعد الفراغ منها؛ لأنه ليس يسعي إليها. وقال الصحابان: لا تبطل حتى يدخل مع الإمام؛ لأن السعي دون الظهر، فلا ينقضه بعد تمامه، والجمعة فوق الظهر، فينقضها، وصار كما لو توجه إلى الجمعة بعد فراغ الإمام.

﴿بقیہ حاشیاء گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ.....: جس شخص پر جمعہ کی نماز واجب نہ ہو، جیسا کہ مسافر، یا عورت یا مریض، تو اس کو جمعہ کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

پھر اگر ایسا شخص ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے چل پڑے، تو حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس کی ظہر کی نماز باطل نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اگر وہ جمعہ کی نماز پڑھے، تو وہ جمعہ کی نماز اس کے حق میں نفل شمار ہوتی ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی ظہر کی نماز باطل ہو جاتی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ ۱
مسئلہ.....: جس شخص کو جمعہ کی نماز پڑھنے سے عذر ہو، اور اسے جمعہ کی نماز ختم ہونے سے پہلے عذر زائل ہونے کی امید ہو، تو اسے ظہر کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کرنا مستحب ہے،

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

واتفق أبو حنیفة وصاحباه علی أن السعی إذا کان بعدما فرغ الإمام من الجمعة، لم یبطل ظہرہ اتفاقاً.

وقال الجمهور (المالکية والشافعية فی الجديد والحنابلة) : لا تصح للمرء لصلاة الظہر قبل أن یصلی الإمام الجمعة، ویلزمه السعی إلى الجمعة إن ظن أنه یدرکها؛ لأنها المفروضة علیه، فإن أدرکها معه صلاها، وإن فاتته فعلیه صلاة الظہر، وإن ظن أنه لا یدرکها، انتظر حتی یتیقن أن الإمام قد صلی، ثم یصلی الظہر، والخلاصة : إنه إن صلی الظہر قبل الجمعة لا تصح وتجب علیه الجمعة، فإن کان بعد صلاة الجمعة أجزأه مع عصیانه.

ودلیلهم : أنه صلی ما لم یخاطب به، وترك ما خوطب به، فلم تصح، كما لو صلی العصر مکان الظہر، ولا نزاع فی أنه مخاطب بالجمعة، فسقطت عنه الظہر، كما لو کان بعیدا، ولا خلاف فی أنه یأثم بترکہ، وترك السعی إليها (الفقه الاسلامی وادلته للزحیلی، ج ۲ ص ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، الباب الثانی، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب التاسع)

۱ قال أكثر أهل العلم : من لا تجب علیه الجمعة كالمسافر والعبء والمرأة والمريض المزمن وسائر المعذورین، له أن یصلی الظہر قبل صلاة الإمام فی الجمعة؛ لأنه لم یخاطب بالجمعة، فصحت منه الظہر، كما لو کان بعیدا من موضع الجمعة. فإن صلاها، ثم سعى إلى الجمعة، لم تبطل ظہرہ عند الجمهور، وكانت الجمعة نفلا فی حقه، سواء زال عذره، أو لم یزل. وقال أبو حنیفة كما قال فی الحالة الأولى : تبطل ظہرہ بالسعی إليها (الفقه الاسلامی وادلته للزحیلی، ج ۲ ص ۱۳۳۵، الباب الثانی، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب التاسع)

جب تک کہ جمعہ کی نماز باجماعت پڑھنے کی امید ہو۔ ۱

مسئلہ.....: اگر کوئی نماز جمعہ سے معذور ہو، اور وہ ظہر کی نماز پڑھ لے، پھر نماز جمعہ ہونے سے پہلے اس کا عذر زائل ہو جائے، مثلاً مریض کو صحت حاصل ہو جائے یا مسافر مقیم ہو جائے، تو اسے اگر جمعہ کی نماز پڑھنا ممکن ہو، تو اس کو بعض حضرات کے نزدیک نماز جمعہ پڑھنے کا حکم ہے، اور اگر وہ نماز جمعہ پڑھ لے، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی یہی جمعہ کی نماز فرض واقع ہوتی ہے، اور ظہر کی نماز نفل بن جاتی ہے۔ ۲

مسئلہ.....: جو لوگ جمعہ کی نماز سے معذور ہوں، اور ان پر جمعہ کی نماز کا پڑھنا واجب نہ ہو مثلاً مریض ہوں، تو انہیں جمعہ قائم ہونے والے مقام، مثلاً شہر اور قصبہ اور بڑے گاؤں میں جمعہ کی نماز سے پہلے اور جمعہ کی نماز کے بعد بہر حال ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی شمار ہوتا ہے۔ ۳

۱۔ واتفق الجمهور مع الحنفية على أنه يستحب لمن يرجو زوال عذره أن يؤخر الظهر إلى اليأس عن إدراك الجمعة؛ لأنه قد يزول عذره (الفقه الاسلامي وادلته للزحيلي، ج ۲ ص ۱۳۳۵، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب التاسع)

۲۔ فإن زال عذره بعد الفراغ من الظهر كأن قدم من السفر، أو شفى من المرض، أو انفك من وثاقه، أعاد الجمعة إن أدرکها. كذلك الصبي يعيد الجمعة إذا بلغ بعد أن صلى الظهر (الفقه الاسلامي وادلته للزحيلي، ج ۲ ص ۱۳۳۵، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب التاسع) قلت رأيت مسافرا صلى الظهر في السفر ركعتين ثم قدم المصرا فأتى الجمعة فصلى مع الإمام الجمعة أتتها الفريضة قال الجمعة هي الفريضة أستحسن ذلك وأدع القياس (الاصل المعروف بالمبسوط للشيباني، ج ۱ ص ۳۵۶، باب صلاة الجمعة)

۳۔ حنفیہ کا مشہور قول یہی ہے، جبکہ ایک قول تزہیبی ہونے کا بھی ہے۔

ثالثا۔ صلاة الظهر جماعة من أصحاب الأعداء: قال الحنفية: يكره تحريما أن يصلي المعذرون من مسافر ومستجون ومريض وغيرهم الظهر بجماعة يوم الجمعة في موطن إقامة الجمعة (في المصن) قبل الجمعة وبعدها؛ لما فيه من الإخلال بالجمعة، إذ هي جامعة للجماعات، وربما يتطرق غير المعذور إلى الاقتداء بهم، ولما فيه من صورة معارضة الجمعة بإقامة غيرها. أما أهل القرى ممن لا جمعة عليهم فلهم صلاة الظهر بجماعة، ويكره أيضا لمن فاتتهم الجمعة من أهل المصن صلاة الظهر جماعة، وإنما يصلونها فرادى بغير جماعة ولا أذان ولا إقامة، ويستحب للمريض تأخير الظهر إلى فراغ الإمام، وكره إن لم يؤخر على الصحيح.

مسئلہ.....: اکثر فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کی پہلی اذان سنت یا مستحب ہے، بدعت نہیں۔

البتہ امام شافعی کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ انہوں نے عام حالات میں یعنی جب ضرورت نہ ہو، جمعہ کی اُس ایک اذان کو ہی مستحب قرار دیا ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خطبہ شروع ہونے کے وقت منبر کے سامنے ہوا کرتی تھی۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الجمهور غير الحنفية: يجوز لمن فاتتهم الجمعة لعذر أو لمن لا تجب عليه الجمعة أن يصلوها ظهرًا في جماعة، تحصيلًا لثواب الجماعة المذكور في الحديث: صلاة الجماعة تفضل صلاة الفرد بخمس وعشرين درجة وروى عن ابن مسعود أنه فاتته الجمعة، فصلى بعلقمة والأسود. لكن قال المالكية: تكره صلاة الظهر جماعة يوم الجمعة لغير أرباب الأعذار الكثيرة الوقوع، والأولى الجماعة لأرباب الأعذار الكثيرة الوقوع.

ورأى الحنابلة أنه: لا يستحب إعادتها جماعة في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم، ولا في مسجد تكره إعادة الجماعة فيه، وتكره أيضا في المسجد الذي أقيمت فيه الجمعة؛ لأنه يؤدي إلى التهمة كالرغبة عن الجمعة، أو أنه لا يرى الصلاة خلف الإمام، أو يعيد الصلاة معه فيه، وربما أفضى إلى فتنة أو لحوق ضرر به وبغيره، وإنما يصلونها في منزله أو في موضع لا تحصل هذه المفسدة بصلاتها فيه (الفقه الاسلامي وادلته للزحيلي، ج ۲ ص ۳۳۳، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب التاسع)

۱. وأما الجمعة فمثل باقي الصلوات لا يجوز الأذان لها قبل دخول الوقت، وللجمعة أذانان، أولهما عند دخول الوقت، وهو الذي يؤتى به من خارج المسجد -على المتمدنة ونحوها- وقد أمر به سيدنا عثمان رضی اللہ عنہ حين كثر الناس.

والثاني وهو الذي يؤتى به إذا صعد الإمام على المنبر، ويكون داخل المسجد بين يدي الخطيب، وهذا هو الذي كان في عهد النبي صلى الله عليه وسلم وعهد أبي بكر وعمر حتى أحدث عثمان الأذان الثاني.

وكلا الأذنين مشروع إلا ما روى عن الشافعي من أنه استحبه أن يكون للجمعة أذان واحد عند المنبر. هذا وقد اختلف الفقهاء فيما يتعلق بأذاني الجمعة من أحكام وأيهما المعتبر في تحريم البيع (ر: بيع، وصلاة الجمعة) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۳۶۳، ۳۶۴، ماده "اذان")

(قوله: ثم يؤذن لها ثانيا) أى على جهة السنية، وحاصل ما ذكر أن الأذان الأول مستحب، والثاني سنة. قال عج: والذي ينبغي أن يقال إن كل واحد من الأذنين سنة كما في أذاني الجمعة، وينبغي أن يكون الثاني أكد من الأول (حاشية العدوى على كفاية الطالب الرباني لابي الحسن العدوى

المالكي، ج ۱ ص ۲۵۵، كتاب الصلاة، باب الاذان والاقامة)

البتہ امام شافعی کے نزدیک اگر لوگوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے دوسری اذان دی جائے، تو کوئی حرج بھی نہیں۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قوله (ثم يجلس إلى فراغ الأذان) الصحيح من المذهب: أن الأذان الأول مستحب، وقال ابن أبي موسى: الأذان المحرم للبيع واجب. ذكره بعضهم رواية، وقال بعض الأصحاب: يسقط الفرض يوم الجمعة بأول أذان، وقال ابن النبا في العقود: يباح الأذان الأول، ولا يستحب، وقال المصنف: ومن سنن الخطبة: الأذان لها إذا جلس الإمام على المنبر.

قال في مجمع البحرين: إن أراد: مشروع، من حيث الجملة، أو في هذا الموضع. فلا كلام، وإن أراد به: سنة يجوز تركه فليس كذلك بغير خلاف ثم قال: قلت: فإن صليناها قبل الزوال، فلم أجد لأصحابنا في الأذان الأول كلاماً فيحتمل أن لا يشرع، ويحتمل أن يشرع كالثاني. انتهى. وأما وجوب السعي إليها: فيأتى حكمه والخلاف فيه عند قوله ويكر إليها ماشياً (الانصاف للمرداوى الحنبلي، ج ٢ ص ٣٩٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

أخبرنا الشافعي في القديم قال: أخبرنا بعض أصحابنا، عن (ابن) أبي ذئب، عن الزهري فذكر بمعناه وقال في آخره: ثم أحدث عثمان الأذان الأول على الزوراء.

قال الشافعي: وأيهما كان -يعنى ما أحدثه عثمان أو معاوية- فالأمر الذي كان على عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أحب (الشافعي في شرح مسند الشافعي لابن اثير الجزري، ج ٢ ص ١٨٨، كتاب الصلاة، الباب الرابع، الفرع السادس)

۱ وقال الشافعي -فيما حكاه ابن عبد البر -:أحب إلى أن يكون الأذان يوم الجمعة حين يجلس الإمام على المنبر بين يديه، فإذا قعد أخذ المؤذن في الأذان، فإذا فرغ قام فخطب، قال: وكان عطاءً ينكر أن يكون عثمان أحدث الأذان الثاني، وقال: إنما أحدثه معاوية. قال الشافعي: وأيهما كان، فالأذان الذي كان على عهد النبي -صلى الله عليه وسلم -، وهو الذي ينهى الناس عنده عن البيع.

ولأصحابه في أذان الجمعة -على قولهم: الأذان سنة -وجهان: أحدهما: أنه سنة -أيضاً.

والثاني: أنه للجمعة خاصة فرض كفاية. فعلى هذا: هل تسقط الكفاية بالأذان الأول، أو لا تسقط الا بالأذان بين يدي الإمام؟ على وجهين -أيضاً.

ومن أصحابنا من قال: يسقط الفرض بالأذان الأول، وفيه نظر. والله أعلم.

وقال القاضي أبو يعلى: المستحب أن لا يؤذن الا أذان واحد، وهو بعد جلوس الإمام على المنبر، فإن أذن لها بعد الزوال وقبل جلوس الإمام جاز، ولم يكره.

ثم ذكر حديث السائب بن يزيد هذا.

ونقل حرب، عن إسحاق بن راهويه: أن الأذان الأول للجمعة محدث، أحدثه عثمان، رأى أنه لا

مسئلہ.....: امام کے منبر یا گرسی پر جا کر بیٹھ جانے کے بعد اس کے سامنے مؤذن کو کھڑے ہو کر جمعہ کی دوسری اذان دینا سنت ہے۔ ۱

مسئلہ.....: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خطبہ کا رکن، تممید (یعنی الحمد للہ) یا تہلیل (یعنی لا الہ الا اللہ) یا تسبیح (یعنی سبحان اللہ) کہہ دینا ہے، لہذا اگر کوئی ان میں سے کسی لفظ پر بھی اکتفاء کر لے، تو اس کے خطبہ کی فرضیت ادا ہو جاتی ہے، لیکن بلا عذر ایسا کرنا مکروہ کہلاتا ہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک خطبہ میں اتنا طویل ذکر شرط ہے، جس کو خطبہ قرار دیا جاسکے، اور ان حضرات کے نزدیک اس کی ادنیٰ مقدار نماز میں پڑھے جانے والے شہد (یعنی پوری تختیاں) کے برابر ہے۔ ۲

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

یسמעہ إلا أن یزید فی المؤذنین، لیعلم الأبعدين ذلك، فصار سنة: لأن علی الخلفاء النظر فی مثل ذلك للناس.

وہذا یفہم منہ أن ذلك راجع إلى رأى الإمام، فإن احتاج الیہ لكثرة الناس فعلہ، والا فلا حاجة الیہ (فتح الباری لابن رجب، ج ۸ ص ۲۲۰، ۲۲۱، کتاب الجمعة، باب الاذان یوم الجمعة)

۱۔ الاذان بین یدی الخطیب، إذا جلس علی المنبر. وهذا الاذان هو الذى كان علی عهد النبى صلی اللہ علیہ وسلم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۸۱، مادة "خطبة")

۲۔ آر کاٹھا: اختلف الفقهاء فی آر كان خطبة الجمعة:

فذهب أبو حنيفة إلى أن ركن الخطبة تحميدة أو تهليلية أو تسيحية، لأن المأمور به فی قوله تعالى: (فاسعوا إلى ذكر الله) مطلق الذكر الشامل للقليل والكثير، والمأثور عنه صلی اللہ علیہ وسلم لا یكون بیانا لعدم الإجمال فی لفظ الذكر.

وقال الصحابان: لا بد من ذکر طويل یسمى خطبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۷۷، مادة "خطبة")

ولو اقتصر الخطیب علی ذکر الله تعالى كتحميدة أو تهليلية أو تسيحية، فقال: الحمد لله، أو سبحان الله، أو لا إله إلا الله، جاز عند أبی حنيفة مع الكراهة، لقوله تعالى: (فاسعوا إلى ذكر الله) والمراد به الخطبة باتفاق المفسرين، وقد أطلق علیها الذكر، من غیر فصل بین قليل وكثير، فالزيادة علیها نسخ، وروی أن عثمان رضی اللہ عنه: لما صعد المنبر أول جمعة ولى، قال: الحمد لله، فارتج (أى أغلق)، فنزل، وصلى وكان بمحضر من علماء الصحابة، ولم ینكر علیہ أحد، فدل علی أن هذا المقدار كاف.

وقال الصحابان: لا بد من ذکر طويل یسمى خطبة، وأقله قدر الشهد؛ لأن الخطبة هی الواجبة، والتسيحية أو التحميدة لا تسمى خطبة (الفقه الاسلامی وادلته للزحلی، ج ۲ ص ۱۳۰۳، الباب الثانی، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الخامس)

اور مالکیہ کا فرمانا یہ ہے کہ عرب کے نزدیک جس مقدار کو خطبہ قرار دیا جاسکے، اتنی مقدار میں خطبہ کا پڑھنا رکن اور فرض ہونے میں داخل ہے۔ ۱
 اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک خطبہ میں اللہ کی حمد اور درود شریف اور کسی آیت کی قرائت وغیرہ کا ہونا رکن اور فرض ہونے میں داخل ہے۔ ۲
 مسئلہ.....: حنفیہ اور بعض دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں۔

۱۔ أما المالكية فيرون أن ركناها هو أقل ما يسمي خطبة عند العرب ولو سجعيتين، نحو: اتقوا الله فيما أمر، وانتها عما عنه نهى وزجر.
 فإن سبح أو هلل أو كبر لم يجزه.
 وجزم ابن العربي أن أقلها حمد الله والصلاة على نبيه صلى الله عليه وسلم وتحذير، وتبشير، ويقرأ شيئاً من القرآن (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۹، ص ۱۷۷، مادة "خطبة")
 ۲۔ وذهب الشافعية إلى أن لها خمسة أركان وهي:
 أ - حمد الله، ويتعين لفظ (الله) ولفظ (الحمد).
 ب - الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم ويتعين صيغة صلاة، وذكر النبي صلى الله عليه وسلم باسمه أو بصفته، فلا يكفي صلى الله عليه.
 ج - الوصية بالتقوى، ولا يتعين لفظها.
 د - الدعاء للمؤمنين في الخطبة الثانية.
 هـ - قراءة آية مفهومة - ولو في إحداها - فلا يكتفى بنحو "ثم نظر"، لعدم استقلالها بالإفهام، ولا بمنسوخ التلاوة، ويسن جعلها في الخطبة الأولى.
 واستدلوا على هذه الأركان بفعل النبي صلى الله عليه وسلم.
 أما أركانها عند الحنابلة فأربعة، وهي:
 أ - حمد الله تعالى بلفظ الحمد.
 ب - الصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم بصيغة الصلاة.
 ج - الموعدة، وهي القصد من الخطبة، فلا يجوز الإخلال بها.
 د - قراءة آية كاملة وزاد بعضهم ركنين آخرين:
 أ - الموالاة بين الخطبتين، وبينهما وبين الصلاة.
 فلا يفصل بين أجزاء الخطبتين، ولا بين إحداها وبين الأخرى، ولا بين الخطبتين وبين الصلاة.
 ب - الجهر بحيث يسمع العدد المعبر للجمعة، حيث لا مانع.
 وعدهما الآخرون في الشروط - وهو الأليق - كما يعرف من الفرق بين الركن والشروط في علم أصول الفقه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۹، ص ۱۷۷، ۱۷۸، مادة "خطبة")

البتہ شافعیہ کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا خطبہ صحیح ہونے کے لئے شرط اور ضروری ہے۔ ۱

اور فقہائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا دورانِ مختصر ہونا چاہئے، جس کی مقدار بعض حضرات کے نزدیک تین آیات، اور بعض کے نزدیک سورہ اخلاص کے بقدر، اور بعض کے نزدیک دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ کی مقدار ہے۔ ۲

مسئلہ.....: دونوں خطبوں کا مختصر ہونا اور دوسرے خطبہ کا پہلے خطبہ سے بھی مختصر ہونا سنت و مستحب ہے۔ ۳

۱ الجوس بین الخطبتین مطمئنا فیہ، للاتباع.

وہو سنة عند الجمهور. وشرط عند الشافعية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۸۳، مادة "خطبة")

ذهب الحنفية، وجمهور المالكية، والحنابلة في الصحيح من المذهب إلى أن الجوس بين خطبتي الجمعة، والعیدین سنة، لما روی عن أبي إسحاق قال: رأيت عليا يخطب على المنبر فلم يجلس حتى فرغ.

ويرى الشافعية وهو رواية عن أحمد أن الجوس بينهما بطمأنينة شرط من شروط الخطبة، لخبر الصحيحين أنه صلى الله عليه وسلم كان يخطب يوم الجمعة خطبتين يجلس بينهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۵، ص ۲۷۰، مادة "جلوس")

۲ ولا خلاف بين الفقهاء أن صفة هذه الجلسة أن تكون خفيفة، وأما مقدارها فقد قيل: مقدار قراءة ثلاث آيات، وقال جماعة من الفقهاء: بقدر سورة الإخلاص، وقيل: مقدار الجلسة بين السجدين لأنه فصل بين مشبھتين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۵، ص ۲۷۰، مادة "جلوس")

۳ تقصير الخطبتين، وكون الثانية أقصر من الأولى، لقوله صلى الله عليه وسلم: إن طول صلاة الرجل، وقصر خطبته منته من فقهه، فأطيلوا الصلاة، واقصروا الخطبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۸۲، مادة "خطبة")

تقصير الخطبتين، وكون الثانية أقصر من الأولى: سنة عند الجمهور، مندوب عند المالكية، لما روى مسلم عن عمار مرفوعاً: إن طول صلاة الرجل، وقصر خطبته منته فقهه، فأطيلوا الصلاة، وقصروا الخطبة.

ويسن أيضاً كون الخطبة بليغة مفهومة بلا تمطيط كالأذان، وأن يتعظ الخطيب بما يعظ به الناس، ليحصل الانتفاع بوعظه، ولقوله تعالى: (يا أيها الذين آمنوا لِمَ تقولون ما لا تفعلون، كُبر مقتاً عند الله أن تقولوا ما لا تفعلون) (الفقه الاسلامي وادلته للزحيلي، ج ۲، ص ۱۳۱، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب السادس)

مسئلہ.....: خطبہ صحیح ہونے کے لئے خطبہ کے وقت اتنے لوگوں کا حاضر ہونا شرط ہے کہ ان کی وجہ سے جمعہ صحیح ہو جاتا ہو، جن کی تعداد حنفیہ کے راجح قول کے مطابق امام کے علاوہ کم از کم تین ایسے افراد کا ہونا ہے، جو امامت کی اہلیت رکھتے ہوں، یعنی عاقل، بالغ اور مرد، البتہ مقیم ہونا ضروری نہیں۔ ۱

جبکہ مالکیہ کے نزدیک جمعہ کے خطبہ میں بارہ اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک چالیس ایسے افراد ۱ حنفیہ کے نزدیک امام کے علاوہ تین افراد کی موجودگی کا قول مشہور اور دلیل کے اعتبار سے راجح ہے، اور حنفیہ کے ایک قول کے مطابق امام کے علاوہ صرف ایک شخص کا موجود ہونا کافی ہے۔

حضور جماعۃ تعقد بہم .

واختلفوا فی العدد الذی تصح بہم، فذهب الحنفیۃ الی أنه یکفی حضور واحد من أهلہا سوی الإمام -علی الصحیح (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۱۹، ص ۱۷۹، مادة "خطبة")

وأقل الجماعة عند أبي حنيفة ومحمد في الأصح: ثلاثة رجال سوی الإمام، ولو كانوا مسافرين أو مرضی؛ لأن أقل الجمع الصحیح إنما هو الثلاث، والجماعۃ شرط مستقل فی الجمعة، لقوله تعالى: (فاسعوا إلى ذکر الله) والجمعة مشتقة من الجماعة، ولا بد لهم من مذکر وهو الخطیب. فإن ترکوا الإمام أو نفروا بعد التحریمة قبل السجود، فسدت الجمعة، وصليت الظهر. وإن عادوا وأدركوا الإمام راکعاً، أو بقى ثلاثة رجال يصلون مع الإمام. أو نفروا بعد الخطبة وصلى الإمام بآخرین، صحت الجمعة، فوجود الجماعة: شرط انعقاد الأداء، لا شرط دوام وبقاء إلى آخر الصلاة، ولا يتحقق الأداء إلا بوجود تمام الأركان وهى القيام والقراءة والركوع والسجود، فلو نفروا بعد التحریمة قبل السجود فسدت الجمعة، ويستقبل (يستأنف) لظهر، كما بينا (الفقه الاسلامی وادلتہ للزحیلی، ج ۲ ص ۲۹۵ و ۲۹۶، الباب الثانی، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الخامس)

(قوله وأقلها ثلاثة رجال) أطلق فيهم فشمّل العبيد والمسافرين والمرضى والأمين والخرسى لصلاحتهم للإمامة فى الجمعة، إما لكل أحد أو لمن هو مثلهم فى الأمى والأخرس فصلحاً أن يقتديا بمن فوقهما، واحترز بالرجال عن النساء والصبيان فإن الجمعة لا تصح بهم وحدهم لعدم صلاحيتهم للإمامة فيها بحال بحر عن المحيط (قوله ولو غير الثلاثة الذين حضروا الخطبة) أى على رواية اشتراط حضور ثلاثة فى الخطبة أما على رواية عدم الاشتراط أصلاً أو أنه يكفى حضور واحد فأظهر (قوله سوى الإمام) هذا عند أبى حنيفة ورجح الشارحون دليله واختاره المحبوبي والنسفي كذا فى تصحيح الشيخ قاسم (رد المحتار، ج ۲، ص ۱۵۱، باب الجمعة)

کی حاضری شرط ہے کہ جو جمعہ کی اہلیت رکھتے ہوں۔ ۱۔
 مسئلہ.....: حنفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک خطبہ کھڑے ہو کر دینا سنت ہے، اور اگر دونوں خطبے بیٹھ کر دیئے جائیں، یا ایک خطبہ بیٹھ کر اور ایک کھڑے ہو کر دیا جائے، تو بھی خطبہ ادا ہو جاتا ہے، لیکن بلا عذر ایسا کرنا خلاف سنت اور مکروہ کہلاتا ہے۔
 اور شافعیہ اور اکثر مالکیہ کے نزدیک خطبہ کے دوران قیام یعنی کھڑا ہونا فرض یا واجب درجہ کا عمل ہے۔ ۲۔

۱۔ أما المالكية فيرون وجوب حضور اثني عشر من أهلها الخطبتين، فإن لم يحضروهما من أولهما لم يكتف بذلك؛ لأنهما منزلتان منزلة ركعتين من الظهر .
 وذهب الشافعية والحنابلة إلى وجوب حضور أربعين من أهل وجوبها.
 فلو حضر العدد، ثم انفضوا كلهم أو بعضهم، وبقي ما دون الأربعين، فإن انفضوا قبل افتتاح الخطبة لم يبتدأ بها حتى يجتمع أربعون، وإن كان في أثنائها فإن الركن المأمى به في غيبتهم غير محسوب، فإن عادوا قبل طول الفصل بنى على خطبته، وبعد طوله يستأنفها لفوات شرطها وهو الموالاة. هذا هو المعتمد وفي المذاهب أقوال أخرى ينظر في المطولات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۷۹، مادة "خطبة")

۲۔ وأما السنن المختلف فيها فهي:

القيام في الخطبة مع القدرة، للاتباع.

وهو شرط عند الشافعية وأكثر المالكية.

وقال الدردير: الأظهر أن القيام واجب غير شرط، فإن جلس أثم وصحت.

فإن عجز خطب قاعدا فإن لم يمكنه خطب مضطجعا كالصلاة، ويجوز الاقتداء به سواء

أقال لا أستطيع أم سكت؛ لأن الظاهر أن ذلك لعذر.

والأولى للعاجز الاستنابة وهو سنة عند الحنفية والحنابلة، ولو قعد فيهما أو في

إحدهما أجزاء، وكره من غير عذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۸۳، مادة

"خطبة")

ولو خطب قاعداً أو على غير طهارة، جاز لحصول المقصود، إلا أنه يكره لمخالفته

الموروث، وللفضل بينها وبين الصلاة لتجديد طهارته، فالطهارة والقيام سنة عندهم،

والسبب في ذلك أنها لا تقوم مقام الركعتين في الأصح؛ لأنها تنافي الصلاة، لما فيها

من استتبار القبلة والكلام، فلا يشترط لها شرائط الصلاة (الفقه الاسلامي وادلته

للسرحيلى، ج ۲، ص ۱۳۰۳، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب

(الخامس)

البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر خطبہ دیا جائے، تو پھر کسی کے نزدیک بھی مکروہ نہیں، اور بلا کراہت جائز اور ادا ہو جاتا ہے۔ ۱

مسئلہ.....: اگر منبر میسر نہ ہو، تو کسی بھی قدرے اونچی چیز پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہئے، اور اگر کھڑے ہونے کے لئے کوئی مناسب چیز میسر نہ ہو، تو کمر کی طرف سے لکڑی، دیوار وغیرہ کا سہارا لے کر خطبہ دینا مناسب ہے، ضروری پھر بھی نہیں۔ ۲

مسئلہ.....: خطبہ کے وقت فی نفسہ ہاتھ میں عصا (یعنی لاٹھی) لینا سنت و مستحب درجہ کا عمل ہے، لہذا اس کو اسی درجہ میں رکھنا چاہئے، اور اس کو اس کے درجہ سے بڑھا کر فرض یا واجب نہیں سمجھنا چاہئے۔

۱ من خطب جالساً: فإن كان لعذر فلا خلاف بين الفقهاء في أنه يجوز، لأن الصلاة تصح من القاعد العاجز عن القيام فالخطبة أولى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۵، ص ۲۷۰، مادة "جلوس")
 ۲ تنقسم هذه السنن إلى سنن متفق عليها وأخرى مختلف فيها أما السنن المتفق عليها فهي:

أن تكون الخطبة على منبر لإلقاء الخطبة، اتباعاً للسننة، ويستحب أن يكون المنبر على يمين المحراب (بالنسبة للمصلي)، للاتباع.

فإن لم يتيسر المنبر فعلى موضع مرتفع؛ لأنه أبلغ في الإعلام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۸۱، مادة "خطبة")

ذهب الفقهاء إلى أن اتخاذ المنبر سنة مجمع عليها؛ كما أنه يسن أن تكون الخطبة على المنبر؛ وكذلك الجلوس على المنبر قبل الشروع في الخطبة.

ويستحب أن يكون المنبر على يمين المحراب بالنسبة للمصلين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۹، ص ۸۵، مادة "منبر")

كونها على منبر، بالاتفاق، اتباعاً للسننة كما روى الشيخان، ويسن أن يكون المنبر على يمين المحراب (أي مصلي الإمام) إذ هكذا وضع منبره صلى الله عليه وسلم، وينبغي أن يكون بين المنبر والقبلة قدر ذراع أو ذراعين.

فإن لم يتيسر المنبر فعلى موضع مرتفع، لأنه أبلغ في الإعلام، فإن تعذر استند إلى نحو خشبة كما كان يفعل صلى الله عليه وسلم قبل إيجاد المنبر، وكان النبي قد خطب إلى جذع، فلما اتخذ المنبر تحول إليه، فحن الجذع، فأتاه النبي صلى الله عليه وسلم فالتزمه أو مسحه.

وكان منبره صلى الله عليه وسلم ثلاث درجات غير درجة المستراح. ويستحب أن يقف على الدرجة التي تليها، كما كان يفعل النبي عليه السلام (الفقه الإسلامي وادلته للزحيلي، ج ۲، ص ۱۳۱، ۳۱۲، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب السادس)

مسئلہ.....: جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے خطبہ کا ہونا شرط اور ضروری ہے، اور جمعہ کے خطبہ کا جمعہ کی نماز سے پہلے واقع ہونا بھی شرط ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ جمعہ کا خطبہ کا پڑھنا اور نماز سے پہلے پڑھنا ثابت ہے، اور کبھی اس کے خلاف ثابت نہیں۔ ۱
(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: جمعہ مبارکہ کے فضائل و احکام، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ .

۱۔ بلکہ مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے دونوں خطبوں کا ہونا شرط ہے۔
اُن تکون قبل الصلاة: فلو خطب بعدها اعداد الصلاة - فقط - إن قرب، وإلا استأنفها؛ لأن من شروطها وصل الصلاة بها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۷۸، ۱۷۹، مادة "خطبة")
الخطبة: ويشترط تقدمها على الصلاة، وهي كل ذكر يسمي في عرف الناس خطبة، فمتى جاء الإمام بذلك بعد دخول الوقت، فقد تأدى الشرط وصحت الخطبة، سواء كان قائماً، أو قاعداً أتى بخطبتين أو خطبة واحدة، تلا فيها قرآناً أم لا، عربية كانت أو عجمية، إلا أنها ينبغي أن تكون قبل الصلاة، إذ هي شرط، وشرط الشيء لا بد أن يكون سابقاً عليه وهذا عند الحنفية .
واشترط لها المالكية والشافعية والحنابلة خطبتين مستدلين على ذلك بمواظبة النبي صلى الله عليه وسلم .

واعتبر الشافعية للخطبة أن كانا خمسة لا بد من توافرها وهي: حمد الله، والصلاة على رسوله، والوصية بالتقوى . وهذه الثلاثة أركان في كل من الخطبتين، والرابع: قراءة آية من القرآن في إحداها، والخامس: ما يقع عليه اسم الدعاء للمؤمنين في الخطبة الثانية .
واشترط الحنابلة من هذه الأركان قراءة آية من القرآن . قال ابن قدامة . . قال أصحابنا: ولا يكفي في القراءة أقل من آية؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم لم يقتصر على أقل من ذلك وما عدا ذلك مستحب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۲۰۱، ۲۰۲، مادة "صلاة الجمعة")

(ضمیمہ ثانیہ)

بحالتِ موجودہ جمعہ سے متعلق ”دارالعلوم دیوبند“ کا فتویٰ

بندہ محمد رضوان عرض کرتا ہے کہ بحالاتِ موجودہ، نمازِ جمعہ اور نمازِ ظہر سے متعلق مذکورہ مضمون مکمل کیا جا چکا تھا، اور سرِ دست معروف نشر و اشاعت کی سہولت مہیا نہ ہونے کی بناء پر ادارہ غفران کی ویب سائٹ اور دوسرے ذرائع سے اس کی نشر و اشاعت کی تیاری تھی، اسی دوران بالکل آخری وقت میں ”دارالعلوم دیوبند“ کا ایک فتویٰ، سوشل میڈیا کے ذریعے، دستیاب ہوا، اگرچہ اس فتویٰ پر تاریخ 6 شعبان المعظم کی درج ہے۔ اس فتویٰ سے بھی ہمارے مذکورہ مفصل و مدلل اصولی موقف کی تائید ہوتی ہے، اگرچہ شرعی و فقہی دلائل اور فقہائے کرام کی تصریحات کے بعد اس فتویٰ کی تائید کی بھی خاطر خواہ ضرورت نہیں تھی، لیکن چونکہ جمعہ کا مذکورہ مسئلہ پاکستان کے علاوہ، ہندوستان اور دوسرے ممالک میں بھی زیرِ بحث اور زیرِ عمل ہے۔ نیز ”دارالعلوم دیوبند“ کا علمی دنیا میں، جو معروف علمی تشخص اور عوامی دنیا میں، جو مخصوص وسیع تاثر پایا جاتا ہے، اس کے پیش نظر، بحالاتِ موجودہ علمی و عوامی وسیع تر حلقوں میں، ہماری اس تحریر کے مقابلے میں، اس فتویٰ کی تاثیر زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس فتویٰ کو بھی ذیل میں من و عن نقل کر دیا جائے، البتہ کچھ مقامات پر حواشی میں، بندہ کی طرف سے وضاحت کی ضرورت پیش آئی ہے۔

محمد رضوان۔ 22 شعبان المعظم/ 1441ھ۔ 16 اپریل/ 2020ء، بروز جمعرات

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

حضرات مفتیانِ کرام، دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

(۶۸۱/ن) ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر نمازِ جمعہ کے سلسلہ میں پہلے یہ ہدایت دی گئی تھی کہ مساجد کے اندر تو امام، مؤذن اور دو، تین افراد مل کر نمازِ جمعہ ادا کر لیں، اور باقی حضرات اگر کسی کے مکان کی بیٹھک، یا باہری کمرہ، میں اذنِ عام کی شرط کے ساتھ جمعہ ادا کر سکتے ہوں، یعنی انتظامیہ کی طرف سے کسی پریشانی کا اندیشہ وغیرہ نہ ہو، تو جمعہ ادا کریں، اور جن لوگوں کے لئے جمعہ کی صورت نہ بن سکے، تو وہ اپنے اپنے گھروں پر انفرادی طور پر ظہر

کی نماز پڑھیں، اور دارالافتاء سے مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری اور مفتی زین الاسلام صاحب نے بھی آڈیو فون پر لوگوں کو یہی مسئلہ بتایا، میں نے اپنی آڈیو میں ان دونوں حضرات کا حوالہ بھی دیا تھا۔

پھر جمعہ کو دارالعلوم کے مفتیان کرام نے بھی باہمی مشورے سے یہی طے کیا تھا، جس کا مجھے علم نہ ہو سکا۔ اس کے بعد جمعہ کو بعض اہل علم اور مفتیان کرام کی رائے، اس کے خلاف سامنے آئی، اس لئے میں نے ان حضرات کی تحریر کی بنیاد پر ”نماز جمعہ سے متعلق ضروری وضاحت“ کے عنوان سے ایک تحریر جاری کر دی، جمعہ کا دن تھا، اور جمعہ کا وقت قریب تھا، اس لیے آپ حضرات سے مشورہ نہیں کیا جاسکا، اور اب اکثر اہل علم نے ان حضرات کی تحریر پر بے اطمینانی کا اظہار کیا ہے، پس ایسی صورت میں آپ حضرات درج ذیل مسائل کے سلسلہ میں تحریری طور پر دارالافتاء کے موقف سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں، تاکہ آئندہ لوگوں کو اسی کے مطابق عمل کی ہدایت دی جائے۔

(1) ملک کی موجودہ صورت حال میں مساجد اور غیر مساجد میں جمعہ کے باب میں حکم شرعی کیا ہے؟

(2) جن لوگوں کے لئے جمعہ کی کوئی صورت نہ بن سکے، وہ ظہر کی نماز جماعت سے پڑھیں گے، یا انفرادی طور پر؟

مہتمم دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۱۴۳۱ھ = ۲۹/۳/۲۰۲۰ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱۰۶/۱۰۶/۱۴۳۱ھ)

(1): کورونا وائرس کو لے کر پورے ملک میں جولاک ڈاؤن ہوا ہے، اُس کے پیش نظر، حالات کی بحالی تک، مساجد، یا غیر مساجد میں جمعہ کے سلسلہ میں درج ذیل تفصیل ہوگی:

الف.....: جن شہروں، قصبات یا بڑے گاؤں میں جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہیں، اور وہاں کی مساجد میں باقاعدہ جمعہ ہوتا آ رہا ہے، وہاں موجودہ صورت حال میں انتظامیہ (پرشاسن) کی

طرف سے، جتنے افراد کی اجازت ہو، اُن کے ساتھ جمعہ قائم کیا جائے، یہ شرطیکہ امام کے علاوہ کم از کم تین مرد مقتدی ہوں۔ ۱

اور اگر کسی شہر یا قصبہ میں موجودہ صورت حال سے پہلے، وہاں کی بعض مساجد میں جمعہ ہوتا تھا، اور بعض میں نہیں، تو جن مساجد میں جمعہ نہیں ہوتا تھا، وہاں بھی حالات کی بحالی تک (انتظامیہ کی اجازت کے مطابق) چار، پانچ افراد کے ساتھ جمعہ ادا کر لیا جائے، تاکہ کچھ لوگوں کا جمعہ وہاں ہو جائے۔ ۲

اور ملک کی موجودہ صورت حال میں مساجد میں جو پانچ، چھ سے زائد لوگوں کو منع کیا جا رہا ہے، یہ قانونی مصلحت اور حکومتی پابندی کی بناء پر ہے، اور ایسی ممانعت اذن عام کے منافی نہیں ہوتی، کیونکہ مقصد لوگوں کو نماز جمعہ سے روکنا نہیں ہے، بلکہ قانون شکنی کی صورت میں ہونے والی بڑی پریشانیوں سے بچنا ہے۔

أما إذا كان لمنع عدو يخشى دخوله وهو في الصلاة فالظاهر وجوب الغلق، اهـ. حلبی (حاشیة الطحطاوی علی الدر، ۱: ۳۴۴، ط: مکتبۃ الاتحاد، دیوبند)

قوله: "لم تعتقد": يحمل على ما اذا منع الناس لا ما اذا كان لمنع عدو أو لقديم عادة، وقد مر (المصدر السابق، ۱: ۳۴۴، ط: مکتبۃ الاتحاد، دیوبند)

امداد الفتاویٰ میں ہے:

اذن عام ہونا بھی منجملہ شرائطِ صحتِ جمعہ ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ خود نماز پڑھنے والے کو روکنا، وہاں مقصود نہ ہو، باقی اگر روک ٹوک کسی اور ضرورت سے ہو، وہ اذن عام میں مخل نہیں (امداد الفتاویٰ، ۱: ۶۱۳، مطبوعہ: مکتبہ زکریا، دیوبند)

۱۔ یہ حنفیہ کے راجح قول کے مطابق حکم ہے۔ محمد رضوان خان۔

۲۔ اس فتوے میں جمعہ کے اسلامی شعار کو قائم اور وسیع کرنے پر زور دیا گیا ہے، اور جہاں تک ممکن ہو، اسی کے مطابق، اس شعار کو ادا کرنے اور بڑھانے کا اہتمام کیا گیا ہے، جو اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے۔ محمد رضوان خان۔

امداد الاحکام میں ہے:

اگر چھاؤنی یا قلعہ میں جمعہ ادا کیا جائے، تو جائز ہے، گو چھاؤنی اور قلعے میں دوسرے لوگ نہ آسکتے ہوں، کیونکہ مقصود نماز سے روکنا نہیں ہے، بلکہ انتظام

مقصود ہے (امداد الاحکام، ۱: ۵۱، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

ب.....: محلہ کے جو لوگ مسجد میں جمعہ ادا نہ کر سکیں، اور وہ اپنی بیٹھک، یا باہری کمرے میں انتظامیہ کی طرف سے کسی پریشانی یا روک ٹوک کے بغیر، اذن عام کے ساتھ جمعہ قائم کر سکتے ہوں، یعنی: آس پاس والوں کو جمعہ کی اطلاع کر دی جائے، تاکہ جو کوئی جمعہ میں آنا چاہے، آسکے، اگرچہ قانونی مصلحت اور حکومتی پابندی کی وجہ سے پانچ کے بعد مزید لوگوں کو منع کر دیا جائے، تو وہ حضرات بھی امام کے علاوہ کم از کم تین بالغ مرد مقتدیوں کو لے کر مختصر خطبہ اور مختصر قرائت کے ساتھ جمعہ ہی ادا کریں، اور اگر کسی جگہ انتظامیہ کی طرف سے کسی پریشانی یا روک ٹوک کا اندیشہ ہو، تو جمعہ سے پہلے زبانی بات چیت کے ذریعہ انہیں اعتماد میں لے لیا جائے۔ اور بطور احتیاط درج ذیل دو باتوں کا مزید لحاظ رکھا جائے:

ایک: جو شخص اپنے گھر کی بیٹھک یا باہری کمرے میں آس پاس کے تین، چار لوگوں کے ساتھ جمعہ قائم کرنا چاہے، وہ خطرات اور اندیشوں کے سلسلے میں محض اپنی رائے پر بھروسہ نہ

۱۔ ہمارے نزدیک مذکورہ تفصیل کے ساتھ بھی جمعہ جائز ہے، لیکن تعدد جمعہ کے مفتی یہ ہونے اور اس کے مطابق ہی جمعہ کے معمول بہ ہونے کی صورت میں، آس پاس والوں کو جمعہ کی اطلاع کرنے، یا اعتماد میں لینے کی بھی ضرورت نہیں، بالخصوص جبکہ اپنے گھر کے چار پانچ افراد کے علاوہ، آس پاس کے لوگ مسلمان بھی نہ ہوں۔

کیونکہ جب ایک چیز کی فقہی راستہ میں گنجائش موجود ہو، تو اس تکلف میں پڑنا ضروری نہ ہوگا، جبکہ اس تکلف کی حیثیت بھی زبانی جمع خراج تک محدود ہو، اور اس میں قانون شکنی وغیرہ کی وجہ سے خطرات کا بھی اندیشہ ہو، اس لیے ہمارے نزدیک نہ تو بیٹھک میں جمعہ پڑھنے کا تکلف اختیار کرنے کی ضرورت ہے، اور نہ ہی باہری کمرے میں پڑھنا ضروری ہے، بلکہ جس جگہ جمعہ پڑھنے میں سہولت ہو، وہاں ادا کر لینا کافی ہے۔

ممکن ہے کہ چار افراد، ایسی جگہ موجود ہوں، جہاں نہ باہری کمرہ ہو، اور نہ ہی بیٹھک ہو، مثلاً بالائی منزل، یا کسی فلیٹ میں ہوں، یا وہ ایک کمرہ کے اندر موجود ہوں، اور بیرونی بیٹھک وغیرہ موجود ہی نہ ہو، یا باہری طرف جو حن، یا جگہ یا کمرہ وغیرہ ہے، وہ جمعہ پڑھنے کے قابل ہی نہ ہو، وغیرہ وغیرہ۔ محمد رضوان خان۔

کرے، بلکہ ایک، دو مقامی علماء اور حالات و واقعات پر گہری نظر رکھنے والے اہل محلہ سے بھی مشورہ کر لے۔

دوسری بات: آئندہ کے حالات کے بارے میں فی الحال کچھ نہیں کہا جاسکتا، اس لئے ہر جمعہ کو بیٹھک، یا باہری کمرے میں جمعہ قائم کرنے میں خاص اُس دن کے حالات مد نظر رکھے جائیں، حالات سے صرف نظر کر کے کسی سابقہ جمعہ کو نظیر نہ بنایا جائے، یعنی اگر کسی جمعہ میں حالات زیادہ سخت ہو جائیں، تو انہیں مد نظر رکھا جائے۔

ج.....: اور جو حضرات اپنی بیٹھک یا باہری کمرے میں اوپر ذکر کردہ تفصیل کے مطابق جمعہ قائم نہ کر سکیں، خواہ اس وجہ سے کہ کوئی جمعہ پڑھانے والا میسر نہ ہو، یا انتظامیہ کی طرف سے کسی پریشانی، یا روک ٹوک کا اندیشہ ہو، اور انتظامیہ کو اعتماد میں نہ لیا جاسکے، یا کسی کی طبیعت پر خوف و ہراس غالب ہو، یا امام کے علاوہ مرد مقتدی صرف ایک یا دو ہوں، وہ حضرات شریعت کی نظر میں معذور ہوں گے، اور اُن کے لئے جمعہ کی جگہ ظہر پڑھنا بلا کراہت درست ہوگا، کیونکہ اسلام میں اپنے کو پریشانی میں ڈالنے کا حکم نہیں ہے، اور نہ اس کی اجازت ہے۔

(2): شہر، قصبہ یا بڑے گاؤں میں، جن لوگوں کے لئے جمعہ کا نظم نہ ہو سکے، یا وہ کسی عذر کی بناء پر، یا بلا عذر جمعہ نہ پڑھ سکیں، وہ ظہر کی نماز تنہا، تنہا پڑھیں گے، جماعت کے ساتھ نہیں، کیونکہ جس بستی میں جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہوں، اور وہاں جمعہ قائم ہوتا ہو، خواہ ایک جگہ، یا متعدد جگہ، نیز بڑی جماعت کے ساتھ یا چھوٹی جماعت کے ساتھ، وہاں معذور، یا غیر معذور ہر ایک کے لئے ظہر کی نماز باجماعت مکروہ ہے، فقہ حنفی کی تمام بنیادی کتابوں اور اکابر علمائے دیوبند کے فتاویٰ میں ایسا ہی ہے، اور فقہی دلائل کی بنیاد پر یہی صحیح ہے، اور جو لوگ ظہر باجماعت کی اجازت دیتے ہیں، اُن کی رائے پر اکثر اہل علم و اصحابِ فتویٰ کا عدم اطمینان بجائے۔

”قوله: وصورۃ المعارضة“: لأن شعار المسلمین فی هذا الیوم
صلاة الجمعة، وقصد المعارضة لهم یؤدی إلى أمر عظیم فکان فی

صورتها كراهة التحريم رحمتى (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة،

۳:۳۳، ط: مکتبہ زکریا، دیوبند، ۵: ۶۸، ت: الفرפור، ط: دمشق) ل

اور جن چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، وہاں کے باشندگان، حسب معمول، جمعہ کے دن بھی مسجد، یا اپنے اپنے گھروں میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں گے، انہیں ظہر کی نماز تنہا، تنہا پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبادی لهم أن

یصلوا الظہر بجماعة يوم الجمعة بأذان واقامة (الفتاوی الخانیة علی

هامش الهندیة، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ۱: ۷۷، ط: المطبعة الکبریٰ

الامیریة، بولاق، مصر)

(قوله: فی مصر): أما فی حق أهل السواد فغير مکروه، لانه

لاجمعة عليهم (حاشیة الطحطاوی علی الدر، ۱: ۳۳۶، ط: مکتبہ الاتحاد،

دیوبند)

واضح رہے کہ دونوں سوالوں کے جواب میں فقہ حنفی کے بنیادی مراجع اور اکابر علمائے دیوبند کے فتاویٰ اور اختلاف کی صورت میں راجح قول کا لحاظ کیا گیا ہے، البتہ تطویل سے بچنے کے لئے صرف اہم و ضروری حوالہ جات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نعمان سینٹا پوری غفرلہ

۶/۸/۱۴۳۱ھ = ۱/۳/۲۰۲۰ء، چہار شنبہ

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

وقار علی غفرلہ

حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ

محمود حسن بلند شہری غفرلہ

۶/شعبان ۱۴۳۱ھ

۶/۸/۱۴۳۱ھ

۶/۸/۲۱ھ

الجواب صحیح

فخر الاسلام ۶/۸/۱۴۳۱ھ

۱۔ اس طرح کی متعدد عبارات ہم بھی اپنے مضمون میں ذکر کر چکے ہیں، اور ہم اس موقف کو ہی عندا لحقیہ راجح سمجھتے ہیں۔ محمد رضوان خان۔

”دارالعلوم دیوبند“ کا ایک اور فتویٰ

آج مورخہ 24 / شعبان / 1441ھ، کو ”دارالعلوم دیوبند“ کا ایک اور فتویٰ بھی موصول ہوا، جس میں سابق فتویٰ ہی کی تائید کی گئی ہے، اور اس میں بعض اُن شبہات کا بھی جواب دیا گیا ہے، جو موجودہ حالات میں جمعہ کے عدم صحت کے بعض قائلین کی طرف سے پیش کیے جا رہے ہیں، اور ”امداد الاحکام“ کی عبارت کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے، جس کے متعلق تفصیلی کلام ہم اپنے مضمون میں کر چکے ہیں ”دارالعلوم دیوبند“ کا یہ دوسرا حالیہ فتویٰ بھی ہمارے باقی ماندہ، اس اصولی موقف کی تائید کرتا ہے، اس لیے تمہیماً للفقائدہ، ذیل میں اس کو بھی مع سوال کے نقل کرنا مناسب سمجھا گیا۔ محمد رضوان۔

باسمہ تعالیٰ

سوال (۱۷۱/ن)

مفتی صاحب! آپ حضرات نے مساجد کے علاوہ گھر کی بیٹھک، یا باہری کمرہ میں حسبِ شرائط، جو جمعہ قائم کرنے کے لیے فرمایا ہے، یہ توفیقہ کے اس جزئیہ کے خلاف ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ اگر شہر والوں کا جمعہ فوت ہو جائے، تو وہ اذان و اقامت کے بغیر تنہا تنہا ظہر پڑھیں گے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو گھروں کی بیٹھک وغیرہ میں جمعہ نہیں کرنا چاہیے، ورنہ فقہاء یہ فرماتے کہ ”اولاً جمعہ کی کوشش کی جائے، اور اگر جمعہ کی کوئی صورت نہ بن سکے، تو اذان و اقامت کے بغیر ظہر تنہا تنہا پڑھی جائے“

اور بعض اہل علم نے بھی اس اہم پہلو کی طرف متوجہ فرمایا ہے، آپ حضرات سے بھی غور و فکر کی درخواست ہے۔

مستفتی: حکمت اللہ حنیف قاسمی، ہرات، افغانستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق. (۱۰۹/تتمہ/ن ۱۴۴۱ھ)

سوال میں جس پہلو کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، الحمد للہ! دارالعلوم کے فتوے کی تیاری میں اس پہلو کو بھی مد نظر رکھا گیا تھا، لیکن فتوے میں اگر اس طرح کے تمام پہلوؤں پر بحث کی جاتی ہے، تو فتویٰ بہت طویل ہو جاتا ہے، اور خالی الذہن کے لیے مشکل و دقیق بھی ہو جاتا ہے، اس لیے ان سب باتوں کی طرف اشارے کے لیے فتوے کے اخیر میں صرف یہ لکھ دیا گیا تھا کہ:

”واضح رہے کہ دونوں سوالوں کے جواب میں فقہ حنفی کے بنیادی مراجع اور اکابر علمائے دیوبند کے فتاویٰ اور اختلاف کی صورت میں راجح قول کا لحاظ کیا گیا ہے، الخ“

اور اب جب آپ مستقل سوال کر رہے ہیں، تو اس پہلو سے متعلق وضاحت پیش خدمت ہے:

جس بستی میں جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہوں، وہاں اگر کچھ لوگوں کا جمعہ فوت ہو جائے، تو وہ اولاً جمعہ کے قیام کی کوشش کریں، اور اگر جمعہ کے قیام کی کوئی شکل نہ بن سکے، تو ظہر کی تنہا تنہا نماز پڑھیں (جماعت سے نہیں)

اور فقہ کا پیش کردہ جزئیہ، اسلامی ممالک کے ساتھ خاص ہے، جہاں اذن سلطان کے بغیر جمعہ قائم نہیں ہو سکتا، کیونکہ فقہ حنفی کی اکثر عربی کتابیں اسلامی سلطنت والے ممالک میں تصنیف کی گئی ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گتھلوی نے اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں ایسا ہی فرمایا ہے، ذیل میں حضرت مفتی صاحب کے جواب کا ضروری خلاصہ پیش خدمت ہے:

قواعد سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مصر میں کم از کم چار شخص جمعہ سے رہ جاویں، تو وہ جمعہ کی نماز دوسری مسجد میں پڑھ لیں، الخ۔

مگر جزئیہ کوئی نہیں ملا۔ بلکہ روایات مذکورہ بالا سے بظاہر اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں تنہا تنہا ظہر پڑھیں۔

لیکن خلاف قواعد ہونے کی وجہ سے ان روایتوں میں تاویل کی جاوے گی۔ پھر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کے حوالہ سے یہ تاویل نقل فرمائی کہ:

ان روایتوں کو مبنی کہا جاوے، تعدد جمعہ کے عدم جواز پر۔ اور جب مفتی یہ جواز تعدد ہے، تو یہ روایت بھی مفتی یہ نہ رہے گی۔

اور فرمایا: ”وہو وجہ وجیہ“ ۱

اور ایک تاویل یہ ذکر فرمائی کہ:

یہ روایت محمول ہے، اس جگہ پر، جہاں حکومت اسلامیہ کی طرف سے قاضی وغیرہ مقرر ہو۔

اگر وہاں جمعہ فوت ہو جاوے، تو بدون اذنِ حاکم، دوسرا جمعہ نہیں ہو سکتا۔ باقی ہمارے ملک میں چونکہ تقررِ امام کا مدار، تراضیِ مسلمین پر ہے۔ اس لیے یہ باقی ماندہ لوگ، کسی کو امام بنا سکتے ہیں، اور جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔

کما قال صاحب الخلاصة. الخ.

غرضیکہ اہلِ مصر کو تنہا تنہا ظہر کا حکم جب ہے کہ جمعہ سے کوئی مانع ہو۔

ویؤید هذا ما فی العالمگیریة، ونصه: وکره جماعة الظہر لاهل

المصر اذا لم یجمعوا المانع (ج ۱ ص ۹۵)

۱ ”امداد الاحکام“ کے اندر، درمیان میں ایک اور وجہ بھی مذکور ہے، جس کو مندرجہ بالا فتوے میں شامل نہیں کیا گیا، وہ یہ ہے: جماعت کے لفظ کو محمول کیا جائے، چار سے کم پر، یعنی دو یا تین آدمی رہ جاویں، تو وہ جمعہ نہیں پڑھ سکتے، بوجہ فوت ہونے، شرطِ جماعت کے، بلکہ تنہا تنہا ظہر پڑھیں، کیونکہ جمعہ کے دن مصر میں ظہر کی جماعت کروہ ہے۔ ہم نے اپنے مفصل مضمون میں ”امداد الاحکام“ کے اس پورے فتوے کو نقل کر دیا ہے۔ محمد رضوان خان۔

پھر چند سطروں کے بعد فرمایا:

یہ دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنا، تو جب کہ چار آدمی جمعہ سے رہ جاویں۔
اور اگر چار سے کم یعنی دو تین آدمی رہ جاویں، تو وہ ظہر پڑھیں، اور الگ الگ
پڑھیں، جماعت نہ کریں۔

اس کے بعد ”مجموعۃ الفتاویٰ“ میں مولانا عبدالحئی صاحب کا فتویٰ بھی اس
تحریر مذکور کے مطابق پایا (تفصیل: امداد الاحکام، کتاب الصلاة، فصل فی الجمعة

والعیدین، ج ۱ ص ۸۳-۸۵، سوال: ۵۵، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، میں ملاحظہ ہو)

لہذا ملک کی موجودہ صورت حال میں گھروں کی بیٹھک، یا باہری کمرے میں
(شرائط جمعہ کی رعایت کے باوجود) جمعہ کی عدم صحت پر فقہ کے اس جزئیہ سے
استدلال صحیح نہیں۔

اور صحتِ جمعہ کے لیے مسجد کی شرط کسی بھی دلیل سے ثابت نہیں، بلکہ اکابر کے
فتاویٰ اس کے برخلاف ہیں (دیکھیے: ”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ ۵: ۱۷۷، مکتبہ دارالعلوم دیوبند۔

”کفایت المفتی“، ۳: ۲۳۱، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی ”فتاویٰ محمودیہ جدید“، ۸: ۵۳-۵۵، مطبوعہ: ادارہ
صدیق، ڈابھیل، وغیرہ)

اور فقہی جزئیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے باب میں مسجد اور غیر مسجد کا
فرق نہیں ہے، اور گھر (کی بیٹھک یا باہری کمرہ وغیرہ) میں بھی حسب شرائط، جمعہ
قائم کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ شامی میں ”کافی نفی“ کے حوالے سے ہے:

والإذن العام وهو أن تفتح أبواب الجامع ويؤذن للناس، حتى لو
اجتمعت جماعة في الجامع وأغلقوا الأبواب وجمعوا لم يجز،
وكذا السلطان إذا أراد أن يصلی بحشمه في داره فإن فتح بابها

وَأَذِّنَ لِلنَّاسِ إِذْنًا عَامًا جازت صلواته شهدتها العامة أو لا . الخ

(رد المحتار، ۳: ۲۶، ط: مكتبة زكريا ديوبند، ۵: ۵۳، ت: الفرфор، ط: دمشق، نقلا

عن الكافي للنسفي)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ”محیط“ وغیرہ کے حوالے سے ہے:

(ومنها الإذن العام) وهو أن تفتح أبواب الجامع فيؤذن للناس كافة

حتى أن جماعة لو اجتمعوا في الجامع وأغلقوا أبواب المسجد

على أنفسهم وجمعوا لم يجوز وكذلك السلطان إذا أراد أن

يجمع بحشمه في داره فإن فتح باب الدار وأذن إذنا عاما جازت

صلواته شهدها العامة أو لم يشهدوها، كذا في المحيط ويكره،

كذا في التتارخانية وإن لم يفتح باب الدار وأجلس البوابين عليها

لم تجز لهم الجمعة، كذا في المحيط (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة،

الباب السادس عشر في صلاة الجمعة، ۱: ۱۳۸، ط: المطبعة الكبرى الاميرية،

فقط

بولاق، مصر)

والله تعالى اعلم نعمان سیتا پوری غفرلہ

۱۶/۸/۱۴۳۱ھ = ۱۱/۳/۲۰۲۰، شنبہ

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

وقار علی غفرلہ

حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ

محمود حسن بلند شہری غفرلہ

۲۱/شعبان ۱۴۳۱ھ

۲۱/۸/۱۴۳۱ھ

۱۹/۸/۲۱ھ

الجواب صحیح

فخر الاسلام

۲۱/۸/۱۴۳۱ھ

”دارالعلوم دیوبند“ کا تیسرا فتویٰ

”دارالعلوم دیوبند“ سے جاری کردہ ایک اور فتویٰ میں ہے کہ:
”کالج اگر شہر میں واقع ہے تو کالج کے ہال میں جمعہ قائم کر سکتے ہیں، جمعہ کے لیے جماعت، خطبہ اور اذن عام شرط ہے، اگر حفاظتی وجوہ سے باہری لوگوں کو آنے کی ممانعت ہو، تو وہ جواز سے مانع نہیں۔“

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

فتویٰ نمبر: 69767

تاریخ اجراء: 29 ستمبر 2016ء

Fatwa ID: 1149-1146/M=12/1437

(<https://www.darulifta-deoband.com/home/ur/Jumuah-Eid-Prayers/69767>)

جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کا فتویٰ

اسی دوران جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی کا ایک مفصل فتویٰ بھی نظر سے گزرا، جس میں بحالات موجودہ، جبکہ حکومت کی طرف سے مساجد کے اندر بڑے اجتماع پر پابندی ہے، جمعہ سے متعلق درج ذیل حکم بیان کیا گیا ہے:

اور جمعہ کی نماز میں چونکہ مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے؛ لہذا امام کے علاوہ کم از کم تین مقتدی ہوں، تو جمعہ کی نماز صحیح ہو جائے گی، لہذا مسجد کی اذانِ ثانیہ کے بعد (اگر مسجد میں اذان نہ ہو، تو خود اذان دے دیں) امام خطبہٴ مسنونہ پڑھ کر دو رکعت نماز پڑھادے، چاہے گھر میں ہوں، یا کسی اور جگہ جمع ہو کر پڑھ لیں۔ تاہم جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط موجود ہونے کی صورت میں بغیر عذر کے جمعہ چھوڑ کر ظہر کی نماز پڑھنا گناہ ہے، اور اگر کسی نے ظہر پڑھ ہی لی، تو اس سے وقت کا فریضہ ساقط ہو جائے گا۔

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی

تاریخ اجراء: 12-03-2020

فتویٰ نمبر: 144107200696

(<https://darulifta.info/d/banuritown/fatwa/>)

مذکورہ فتویٰ حنفیہ کے قواعد کے مطابق اصولی اعتبار سے درست ہے، جس میں کوئی اشکال نہیں، اور ہم نے بھی حنفیہ کا یہی موقف اپنے مضمون میں مدلل انداز میں ذکر کر دیا ہے۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کا دوسرا فتویٰ

اس کے علاوہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی، کا ایک اور فتویٰ بھی نظر سے گزرا، جس کا سوال و جواب درج ذیل ہے:

سوال:..... آج کے ماحول میں گھر پر جمعہ کی نماز ادا کر سکتے ہیں، مکمل ارکان کے ساتھ، جب کہ حکومت کی طرف سے 5 آدھی سے زیادہ کے جماعت پر پابندی ہے؟

جواب:..... اگر کسی علاقے میں مساجد میں جمعہ کے اجتماع پر پابندی ہے، تو وہاں کے صحت مند افراد کو چاہیے کہ وہ مساجد کے علاوہ، جہاں چار، یا چار سے زیادہ بالغ مرد جمع ہو سکیں، اور ان لوگوں کی طرف سے دیگر لوگوں کی شرکت کی ممانعت نہ ہو۔ ۱

جمعہ قائم کرنے کی کوشش کریں۔

شہر، فنائے شہر، یا قصبہ میں جمعہ کی نماز میں چوں کہ مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے؛ لہذا امام کے علاوہ کم از کم تین مقتدی ہوں، تو بھی جمعہ کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

پس اذان دے کر امام خطبہ مسنونہ پڑھ کر دو رکعت نماز پڑھا دے، چاہے گھر میں ہوں، یا کسی اور جگہ جمع ہو کر پڑھ لیں۔

عربی خطبہ اگر یاد نہ ہو، تو کوئی خطبہ دیکھ کر پڑھ لیا جائے۔

ورنہ عربی زبان میں حمد و صلاۃ اور قرآن پاک کی چند آیات پڑھ کر دونوں خطبے دے دیں (امام کے بیٹھنے کے لیے اگر منبر موجود ہو تو بہتر، ورنہ کرسی پر بیٹھ جائے

۱ یہ شرط اذن عام کی بناء پر ہے، جس پر ہم اپنے مفصل مضمون میں کلام کر چکے ہیں، نیز اس موضوع پر ہم نے ایک اور مضمون میں بھی تفصیلی کلام کیا ہے۔ محمد رضوان خان۔

اور زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ دے، تو بھی جمعہ کی نماز صحیح ہو جائے گی)
شہر، فنائے شہر، یا قصبہ میں اگر بالغ مرد چار کی تعداد میں جمع نہ ہو سکیں، تو ظہر کی نماز
تہا پڑھ لیں۔ فقط واللہ اعلم۔

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن، کراچی

تاریخ اجراء: 26-03-2020

فتویٰ نمبر: 144108200011

(<https://darulifta.info/d/banuritown/fatwa/q1Z/>)

مذکورہ فتویٰ بھی فقہ حنفی کے اعتبار سے درست ہے، اور اس پر کوئی قابل ذکر اشکال نہیں۔
ہمارا بھی شروع سے یہی موقف ہے، جیسا کہ ہم نے اپنے مفصل مضمون میں اس پر مدلل کلام
کیا ہے۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کا تیسرا فتویٰ

جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی، کا ایک اور فتویٰ بھی نظر سے گزرا، جس کا سوال و جواب درج ذیل ہے:

سوال:..... حکومت کے موجودہ فیصلے کے بعد (کہ جمعہ اور جماعت چند افراد تک محدود ہوں گے) کیا محلے میں ہر گھر میں، چند افراد جمع ہو کر کسی دین دار مستقل نمازی کو امام بنا کر جمعہ ادا کر سکتے ہیں؟ کیا یہ جائز ہے، یا ظہر ادا کرنا ہوگی؟

جواب:..... اگر کسی ملک میں مساجد بالکلیہ بند ہوں، یا بعض صحت مند افراد کو جمعہ کی نماز میں شرکت سے روک دیا جائے، تو انہیں چاہیے کہ وہ مساجد کے علاوہ جہاں چار، یا چار سے زیادہ بالغ مرد جمع ہو سکیں اور نماز جمعہ ادا کرنے والوں کی طرف سے دوسرے لوگوں کی شرکت کی ممانعت نہ ہو، جمعہ قائم کرنے کی کوشش کریں، اگر گھر میں پڑھ رہے ہوں، تو گھر کا مرکزی دروازہ کھلا رکھیں، تاکہ اگر کوئی پڑوسی نماز میں شریک ہونا چاہے، تو شریک ہو سکے۔ ۱

باقی شہر، فنائے شہر یا قصبہ میں جمعہ کی نماز میں چوں کہ مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے؛ لہذا امام کے علاوہ کم از کم تین مرد مقتدی ہوں، تو بھی جمعہ کی نماز صحیح ہو جائے گی؛ چنانچہ جمعہ کا وقت ہو جانے کے بعد پہلی اذان دے کر سنتیں ادا کریں، پھر دوسری اذان دی جائے اور امام خطبہ مسنونہ پڑھ کر دو رکعت نماز پڑھا دے، چاہے گھر میں ہوں، یا کسی اور جگہ جمع ہو کر پڑھ لیں، عربی خطبہ اگر یاد نہ ہو تو کوئی خطبہ دیکھ کر پڑھیں، ورنہ عربی زبان میں حمد و صلاۃ اور قرآن پاک کی چند آیات پڑھ کر دونوں خطبے دے دیں (امام کے بیٹھنے کے لیے اگر منبر موجود ہو، تو بہتر،

۱۔ یہ شرط اذان عام کی شرط کو مؤثر بنانے کے لیے ہے، جیسا کہ گزشتہ فتوے کے ذیل میں گزرا۔ محمد رضوان خان۔

ورنہ کرسی پر بیٹھ جائے اور زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ دے، تو بھی جمعہ کی نماز صحیح ہو جائے گی)

اگر شہر یا فنائے شہر یا قصبہ میں چار بالغ افراد جمع نہ ہو سکیں یا کسی وجہ سے جمعہ قائم نہ ہو سکے تو ظہر کی نماز تنہا پڑھیں۔

نیز جمعے کے خطبہ میں مسنون تو یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، درود شریف اور قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ ہوں، لیکن اگر کسی نے خطبہ جمعہ میں صرف سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ لی، تو بھی جمعہ کا خطبہ ادا ہو جائے گا، کیوں کہ جمعے کے خطبے کا رکن، ذکر اللہ اس میں پایا جاتا ہے۔

(اس کے بعد حوالہ میں کئی عربی عبارات نقل کی گئی ہیں)

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن، کراچی

تاریخ اجراء: 27-03-2020

فتویٰ نمبر: 144108200111

(<https://darulifta.info/d/banuritown/fatwa/q3a/>)

اس فتوے میں بھی فقہ حنفی کے لحاظ سے کوئی قابل ذکر اشکال نہیں۔

البتہ علامہ ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کہ جب کسی شہر میں ایک سے زیادہ مقامات پر جمعہ کی نمازیں، حسب شرائطِ صحت جمعہ قائم ہوں، تو پھر دروازہ کھولنا ضروری نہیں، بعض اردو فتاویٰ میں اس کے مطابق حکم مذکور ہے۔

اور ہم بھی اس کے مطابق رائے رکھتے ہیں، اور گھر کا مرکزی دروازہ کھولنے، یا بیٹھک اور باہری کمرے میں جمعہ پڑھنے کو ضروری قرار نہیں دیتے۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کا چوتھا فتویٰ

جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی، کا ایک اور فتویٰ بھی نظر سے گزرا، جس کا سوال و جواب درج ذیل ہے:

سوال:..... جمعہ کو دفتر میں ظہر کی نماز جماعت سے ادا کر سکتے ہیں؟

جواب:..... شہر، فنائے شہر، اور بڑی بستی میں جس شخص پر جمعہ واجب ہو۔

اس کے لیے جمعہ کی نماز کے بجائے ظہر کی نماز پڑھنا ناجائز اور گناہ ہے۔

اور جس شخص پر جمعہ واجب نہ ہو، یا عذر کی وجہ سے کوئی شخص جمعہ ادا نہ کر سکے، تو اس

کے لیے بھی شہر، فنائے شہر، یا قصبہ میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا

مکروہ تحریمی ہے۔

لہذا شہر، فنائے شہر، یا بڑی بستی میں اگر جمعہ کے وقت کم از کم چار بالغ مرد موجود

ہوں اور ان میں سے کوئی شخص عربی خطبہ پڑھ سکتا ہو (خواہ دیکھ کر پڑھے یا خطبہ کی

جگہ قرآن مجید کی کوئی سورت، یا آیات پڑھ لے)

اور ان لوگوں کی طرف سے دوسرے لوگوں کو نماز میں شرکت کی ممانعت نہ ہو، تو

انہیں جمعہ کی نماز ادا کرنی چاہیے۔

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی

تاریخ اجراء: 03-04-2020

فتویٰ نمبر: 144108200562

(<https://darulifta.info/d/banuritown/fatwa/qAi/>)

یہ فتویٰ بھی باقی فتاویٰ کے مطابق، اور حنفیہ کے اصول و قواعد کے موافق ہے، اور دوسرے لوگوں کو نماز

جمعہ میں شرکت کی ممانعت نہ ہونے کی قید، اذن عام کی شرط کو بروئے کار لانے کے لیے ہے۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کا پانچواں فتویٰ

اس کے علاوہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی، کا ایک اور فتویٰ بھی نظر سے گزرا، جس کا سوال و جواب درج ذیل ہے:

سوال:..... جیسا کہ ابھی لاک ڈاؤن کی وجہ سے جمعہ کی نماز اکثر لوگ ادا نہیں کر پارہے ہیں، تو کیا وہ اپنے گھروں میں ظہر باجماعت ادا کر سکتے ہیں؟

جواب:..... عام حالات میں بلا عذر گھروں میں جمعہ کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔^۱ البتہ اگر کسی علاقے میں مساجد میں جمعہ کے اجتماع پر پابندی ہے، تو وہاں کے صحت مند افراد کو چاہیے کہ وہ مساجد کے علاوہ کسی ایسی جگہ میں (خواہ گھریا کوئی اور جگہ) جہاں چار، یا چار سے زیادہ بالغ مرد جمع ہو سکیں اور ان لوگوں کی طرف سے دیگر لوگوں کی شرکت کی ممانعت نہ ہو، جمعہ قائم کرنے کی کوشش کریں، جس جگہ نماز جمعہ ادا کر رہے ہوں، وہاں کا دروازہ کھلا رکھیں؛ تاکہ اگر کوئی نماز میں شریک ہونا چاہے تو شریک ہو سکے۔

باقی شہر، فنائے شہر یا قصبہ میں جمعہ کی نماز میں چوں کہ مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے؛ لہذا امام کے علاوہ کم از کم تین بالغ مرد مقتدی ہوں تو بھی جمعہ کی نماز صحیح ہو جائے گی؛ پس جمعہ کا وقت داخل ہونے کے بعد پہلی اذان دی جائے، پھر سنتیں ادا کی جائیں، پھر امام منبر یا کرسی وغیرہ پر بیٹھ جائے، اس کے سامنے دوسری اذان دی جائے، پھر امام کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھ کر دو رکعت نماز جمعہ پڑھادے۔ عربی

^۱ گھروں میں نماز جمعہ کے مکروہ ہونے کا ذکر عام حالات کے اعتبار سے ہے۔

خاص حالات، یا عذر میں، چونکہ کراہت بھی مرتفع ہو جایا کرتی ہے، اس لیے آگے، عذر کی صورت میں اس کا حکم تحریر کیا گیا۔ محمد رضوان خان۔

خطبہ اگر یاد نہ ہو، تو کوئی خطبہ دیکھ کر پڑھ لیا جائے، ورنہ عربی زبان میں حمد و صلاۃ اور قرآن پاک کی چند آیات پڑھ کر دونوں خطبے دے دیں۔
مذکورہ شرائط کی موجودگی میں گھر وغیرہ میں جمعہ کی نماز پڑھنا ہی لازم ہے، البتہ شہر، فنائے شہر، یا قصبہ میں اگر بالغ مرد چار کی تعداد میں جمع نہ ہو سکیں، یا ان میں کوئی بھی عربی خطبہ پڑھنے والا نہ ہو (یعنی قرآنی آیات پڑھ کر بھی خطبہ دینے والا کوئی نہ ہو) تو ظہر کی نماز جماعت کے بغیر انفرادی طور پر پڑھنی ہوگی؛ کیوں کہ فقہاء کرام نے جمعہ کے دن شہر، فنائے شہر اور قصبہ میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے۔

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن، کراچی

تاریخ اجراء: 04-04-2020

فتویٰ نمبر: 144108200665

(<https://darulifta.info/d/banuritown/fatwa/q9z/>)

یہ پانچواں فتویٰ بھی پہلے فتوؤں میں مذکور موقف ہی کے اصولی اعتبار سے موافق ہے۔
اور جو شخص پنج وقتہ نمازیں پڑھتا ہو، اس کے لیے سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر جمعہ کا خطبہ پڑھنا کوئی مشکل کام نہیں۔

”دارُ العلوم زکریا“ جنوبی افریقہ کا فتویٰ

مورخہ 7/ شعبان/ 1441ھ، کا ”دارُ العلوم زکریا“ جنوبی افریقہ، سے مولانا محمد الیاس شیخ کا تحریر کردہ اور مولانا مفتی رضاء الحق صاحب کا تصدیق فرمودہ ایک فتویٰ، گھروں میں جمعہ کے متعلق نظر سے گزرا، جس میں مرقوم ہے کہ:

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ گھروں میں جمعہ کی نماز درست نہیں ہے، اس وجہ سے کہ اذنِ عام کی شرط مفقود ہے، تو اصل بات یہ ہے کہ گھروں کا دروازہ بند کرنا، یہ حفاظت اور سیکورٹی کی وجہ سے ہے، لوگوں کو نمازِ جمعہ سے روکنے کے لیے نہیں ہے، کیونکہ اگر دروازہ کھلا ہو، تب بھی گھر میں جمعہ کے لیے کوئی نہیں آئے گا، اذنِ عام نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جامع مسجد میں لوگ جمع ہو جائیں، اور دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھ لیں، باقی لوگوں کو اجازت نہ دیں، اور شہر میں کسی اور مقام پر جمعہ بھی قائم نہ ہوتا ہو، تو ان جامع مسجد والوں کی نماز صحیح نہ ہوگی، کیونکہ عام اجازت نہیں دی۔

یہ بات گھر میں نہیں ہے، کیونکہ اگر گھر کا دروازہ بند بھی کر لیں، تب بھی کسی کا جمعہ فوت نہیں ہوگا، اس کی نظیر فقہاء کا بیان کردہ مسئلہ ہے کہ اگر قلعہ کا دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھ لیں، جبکہ باہر مساجد میں جمعہ ہو رہا ہو، تو اہل قلعہ کا جمعہ صحیح ہے، اور دروازہ بند کرنا انتظامی امور کی وجہ سے ہے، نہ کہ جمعہ سے روکنے کے لیے۔

دلائل کتب فقہ سے ملاحظہ فرمائیں:

قال فی الدر المنختار: (و) السابع: (الإذن العام من الإمام، وهو يحصل بفتح أبواب الجامع للواردین کافی فلا یضر غلق باب القلعة لعدو أو لعادة قديمة).

وفی ردالمحتار: والذی یضر إنما هو منع المصلین لا منع العدو..... قلت: ویبغی أن یکون محل النزاع ما إذا كانت لا تقام إلا فی محل واحد، أما لو تعددت فلا لأنه لا یتحقق التفویت كما أفاده التعلیل تأمل (الدرالمختار مع ردالمحتار، ۲/۵۲۱) وللמיד راجع: (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۵۱۰، قدیمی خانہ، ومجمع الانهر).....

دوسری بات یہ ہے کہ اذن عام کی شرط کے بارے میں علامہ طحاوی، علامہ شامی اور علامہ شرنبلالی وغیرہ فقہاء نے فرمایا کہ یہ ظاہر الروایت میں مرقوم نہیں، نادر الروایت ہے، اسی وجہ سے امام قدوری اور صاحب ہدایت نے ذکر نہیں فرمائی، اور ترک جمعہ پر احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، لہذا گھروں میں جمعہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔

مذکورہ فتویٰ سے گھروں میں جمعہ کا جائز ہونا، اور اذن عام کی ایک توجیہ معلوم ہوئی۔ اور جمعہ کے لیے اذن عام کے مسئلے پر تفصیلی اور باحوالہ گفتگو، ہم نے اپنے ایک دوسرے مضمون میں کر دی ہے، وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

فقط

وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ .

محمد رضوان خان

24 / شعبان المعظم / 1441ھ / 18 / اپریل / 2020 بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان